بعونِ صناعِ مکین و مکان و بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

٦١

اردو کا کلاسیکی ادب

کلیاتِ قائم

جلد اوّل

مرتبہ

اقتدا حسن

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

بعونِ صناعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

٦١

اُردو کا کلاسیکی ادب

کُلیاتِ قائم

جلد اوّل

مُرتّبہ

اقتدا حسن

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

طبع اول : دسمبر ۱۹۶۵ع

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیِ ادب ، لاہور

مطبع : زرین آرٹ پریس ، لاہور

مہتمم : محمد ذوالفقار خاں

قیمت :

پروفیسر الِسّاندرو بئوزانی کے نام ـــــ

فہرست

غزلیات :

۱- اس غزل میں سات شعر ہیں۔ پانچواں شعر چھپنے سے رہ گیا ہے اور 'حواشی' (ص ۲۸۱) میں درج ہے۔

ب

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

ن

و

صفحہ	مصرع اول	نمبر شمار

نمبر شمار	مصرع اول	صفحہ

پیش لفظ

جدید افسانوی ادب کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس میں واقعات کو ایسے انداز میں پیش کیا جائے کہ حقیقی نہ ہوتے ہوئے بھی اُن پر حقیقت کا گمان ہو سکے ۔ انیسویں صدی کے اواخر تک ہمارے ادب کے بہت کم تخلیق کار ایسے ہوں گے جن کے سوانح کی تشکیل میں اس ' افسانوی حقیقت ' کو بروے کار نہ لایا گیا ہو اور یہ صورت حال اختیاری ہرگز نہیں ۔

سوانح قائم کا یہ خاکہ جو شعرا کے تذکروں ، کتب تاریخ اور کلام قائم سے مرتب کیا گیا ہے ، وہ بھی 'واقعیت' ہی کے زمرے میں آتا ہے ، لیکن امکانی کوشش کی گئی ہے کہ حالات و واقعات حقیقت سے زیادہ قریب ہوں ۔

ضخامت کے پیش نظر کلیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ پہلے حصے میں غزلیات ہیں اور دوسرا رباعیات ، مثنویات ، قصائد وغیرہ 'دیگر اصناف' مختصر فارسی کلام اور سلام و مراثی پر مشتمل ہے ۔

اس نسخے کا متن ' دیوان قائم' مخزونہ انڈیا آفس لائبریری کے مطابق ہے ۔ دوسرے نسخوں سے جتنا زائد کلام ملا اُسے ماخذ کے حوالے کے ساتھ متن یا حاشیۂ متن میں اور باقی کو 'حواشی' میں درج کر دیا گیا ہے ۔

قائم کے نسخوں میں 'ضم' کے لیے بالعموم 'واؤ' کا استعمال کیا گیا ہے ۔ مثلاً 'اون' بجائے 'اُن' 'اوس' بجائے 'اُس' 'اوڑ' بجائے 'اُڑ' وغیرہ ۔ ایسے تمام الفاظ کے لیے مروجہ املا استعمال کیا گیا ہے ۔ ت ٹ ، ج جھ (مثلاً 'مجکو' بجائے ، مجھکو') دڈ ، رڑ ، ک گ ، ی ء (مثلاً 'قایم بجائے قائم') ی ے وغیرہ حروف کے درمیان امتیاز قائم کیا گیا ہے ۔ امالے کی رعایت برتی گئی ہے ، نقطوں کے استعمال میں بے ترتیبی کا ازالہ کیا گیا ہے اور بالعموم مفرد املا اختیار کیا گیا ہے ۔ استثنیات سے قطع نظر حتی الامکان اصل املا برقرار رکھا گیا ہے اور جہاں کہیں انحراف ضروری ہوا ہے وہاں حواشی میں اس کی صراحت کر دی گئی ہے ۔

اُن فاضل بزرگوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرنا مرتب اپنا فرض سمجھتا ہے جنھوں نے 'کلیات قائم' کی ترتیب میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا ۔ جناب بیرسٹر قاضی عبدالودود ، پٹنہ ؛ جناب مولانا امتیاز علی عرشی ، رام پور ؛ جناب سید عابد علی عابد ، لاهور ؛ جناب ڈاکٹر وحید قریشی ، لاهور ؛ جناب کلب علی خاں فائق رام پوری ، لاهور ؛ جناب خلیل الرحمان داؤدی ، لاهور ؛ اور جناب افسر امروهوی ، کراچی ، اس میں سرفہرست هیں ۔

بیگم نظیر جہاں (ڈبلیو ۔ پی ۔ ای ۔ ایس) کی اعانت کا اعتراف بھی مرتب کا خوش‌گوار فریضہ ہے جنھوں نے کلیات قائم کی ترتیب کے ہر مرحلے پر تعاون کیا اور رفاقت کا حق ادا کر دیا ۔

کارکنان کتب خانہ انجمن ترقی اُردو پاکستان ، کراچی ؛ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، لاهور ؛ پبلک لائبریری ، لاهور ؛ برٹش میوزیم ، لندن ؛ انڈیا آفس لائبریری ، لندن ؛ بوڈلین لائبریری ،

آکسفورڈ وغیرہ کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ھے جنھوں نے مرتب کے ساتھ پوری پوری معاونت کی اور اپنے نادر ذخائر سے استفادہ کرنے کا موقع دیا ۔

اقتدا حسن
پروفیسر و صدر شعبۂ اردو و ھندی
دانش گاہ علوم شرقیہ ، نیپلز (اطالیہ)

مقدمہ

خاندانی حالات و روایات

قائم کے اسلاف سے متعلق تمام قدیم تذکرے خاموش ہیں ۔ خاندانی روایات میں بھی اختلاف ہے ۔ قائم کے ایک پرپوتے شاہد حسن علوی کا بیان ہے[1] کہ قائم کے والد کا نام محمد ہاشم ، بیٹے کا نام محمد اکرم اور حقیقی بڑے بھائی کا نام محمد منعم تھا ۔

دوسرے پرپوتے منشی محمد حسین پیش کار فرماتے ہیں[2] کہ باپ کا نام محمد ہاشم اور دادا کا محمد اکرم تھا ۔ یہ ذات کے سید تھے ، بعد کو شیخ کہلانے لگے ۔ اس تبدیلی کی وجہ موصوف یہ بتاتے ہیں کہ قائم کے بزرگ دربار شاہی میں باعزت عہدوں پر فائز تھے ۔ سلطنت کی باگ ڈور سیدوں کے ہاتھ میں تھی ۔ جب سیدوں کو زوال ہوا تو قائم کے اسلاف نے اپنے کو شیخ کہہ کر چھپایا[3] اور دلی سے بھاگ کر چاند پور کے قریب 'محدود'

۱- 'قائم چاند پوری اور ان کا ماحول' از اثر رام پوری 'معارف' اپریل ۱۹۵۲ء -

۲- 'قائم چاند پوری' از پنڈت پدم سنگھ شرما 'نقوش' جولائی ۱۹۶۲ء -

۳- ممکن ہے یہ اشارہ سادات بارھہ اور سید برادران کے عروج و زوال (۱۷۱۳ء تا ۱۷۲۲ء) کی طرف ہو ، لیکن یہ زوال اس نوعیت کا نہ تھا کہ سادات کو اپنی سیادت سے دست بردار ہونا پڑا ہو ۔ قائم کے بزرگ اگر اس کے نتیجے میں شہر بدر ہوئے اور اپنے اجداد سے مبینہ طور پر نسلی رشتہ منقطع کرنے کے بعد لوگوں کی انگشت نمائی سے بھی محفوظ رہے ، تو بھی یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

تامی گاؤں میں آباد ہو گئے ۔ محدود کے آس پاس کے دیہات میں ان کے بزرگوں کو شاہی دربار سے ملکیں ملی ہوئی تھیں جو بیچ میں ضبط ہوئیں اور قائم کی کوشش سے دوبارہ واپس ملیں اور غدر تک ان کی اولاد کے قبضے میں رہیں ۔ پیش کار صاحب ھی کے قول کے مطابق قائم کی بیوی کا نام چاند بی بی تھا ۔ بیٹے کا نام محمد منعم؛[۱] ان کے بیٹے فضل علی ، پھر مہربان علی اور آخر میں منشی محمد حسین پیش کار صاحب تک یہ سلسلہ آ جاتا ھے ۔

مولوی شاھد حسن سے یہ بیان بھی منسوب ھے کہ قائم کے بزرگ ایران سے آئے جو مذھباً شیعہ تھے اور قائم بھی اپنے اجداد کے مذھب پر تھے ۔ قائم کی دو بیویاں تھیں ؛ ایک کی اولاد سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

معتوب و مفرور ہونے کے باوجود شاھی عطیات ان لوگوں کے قبضے میں رہے ہوں ۔ سید سے شیخ بن جانے کی دلیل میں کوئی وزن نہیں ھے ۔ میرا خیال ھے کہ قائم کے اسلاف شیخ تھے ۔ وہ خود بھی شیخ ھی کہلائے ۔ البتہ ان کے بعد اگر اس قسم کی کوئی تبدیلی عمل میں آئی ھے تو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔

۱- محمد منعم ، منعم تخلص ، قائم کے بڑے بھائی تھے ۔ قائم نے خود اس کی صراحت کی ھے (مخزن نکات ، ص۹۱) جس کے بعد مزید بحث کی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔ البتہ یہ ممکن ھے کہ پیش کار صاحب موصوف ، قائم کے بھائی منعم کے سلسلے سے ان کے بھی پرپوتے ہوں ۔
مخزن نکات (مخطوطۂ انڈیا آفس لائبریری ، لندن) میں منعم کا ایک شعر بھی درج ھے :

غرض غصے میں یہ اک اھل وفا کی نہ سنے
ھٹھ پہ آ جائے وہ کافر تو خدا کی نہ سنے

ان کی ایک غزل (ردیف 'ھنوز') کے چار شعر 'تذکرۂ میر حسن' میں ، دو شعر 'تذکرۂ عشقی' میں اور ایک شعر 'گلزار ابراھیم' میں بھی شامل ھیں ۔

وہ خود (شاہد حسن) ہیں ، دوسری دہلی کی تھیں جن سے دو لڑکے پیدا ہوئے اور دونوں بچپن ہی میں دریائے جمنا میں ڈوب گئے ۔ دہلی کے حالات بگڑنا شروع ہوئے تو قائم کو مجبوراً اپنے وطن لوٹنا پڑا ۔ راستے میں محدود نامی گاؤں کی مسجد میں ایک عرصے تک اہل سنت کی امامت کرتے رہے جس سے ان کے خیالات پر اثر پڑا اور وہ دل سے اہل سنت کے مذہب میں داخل ہو گئے[1] ۔

ان بیانات کو سند کا درجہ دینے میں تأمل ہی ہوگا ، پھر بھی (مستند اور معاصر مآخذ کے فقدان کی صورت میں) خاندانی روایات کے طور پر انھیں قبول کر لینے میں چنداں مضائقہ نہیں ہے ۔

ولادت

ہمارے تذکرے اس بارے میں متفق ہیں کہ قائم ، قصبۂ چاند پور ضلع بجنور میں پیدا ہوئے ۔[2] البتہ سن ولادت کا سوال غور طلب ہے ۔ اس دور کے کئی شعرا ایسے ہیں جن کے جواہر پارے ہمارے ادب کا سرمایۂ افتخار ہیں لیکن اس ستم ظریفی کو کیا کہیے کہ خود تخلیق کاروں کی کتاب زندگی کے بہت سے ورق ہنوز تاریکی میں ہیں ۔ اس کا اطلاق سودا اور قائم پر بھی ہوتا ہے ۔ سودا کسی قدر روشنی میں آ چکے ہیں لیکن قائم ابھی تک اس سے بھی محروم ہیں ۔ تاریخ پیدائش کا سوال حل ہونا تو درکنار ،

۱۔ 'معارف' اپریل ۱۹۵۲ع ۔

۲۔ پنڈت پدم سنگھ شرما لکھتے ہیں کہ چاند پور سے چار کوس شمال کی طرف ایک چھوٹا سا گاؤں 'محدود' نامی ہے جہاں قائم کے خاندان کے کچھ لوگ آباد ہیں ۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ قائم اسی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے ، بعد میں چاند پور چلے گئے (نقوش ، جولائی ۱۹۶۲ع) اس بات کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہی کہا جائے گا کہ قائم چاند پور کے نواح میں پیدا ہوئے تھے ۔

ابھی تک اٹھایا ھی نہیں گیا ھے ۔ خود قائم اس بارے میں قطعی خاموش ھیں ۔ مصحفی کا مدار بھی گو اندازے پر ھے لیکن یہ بھی بسا غنیمت ھے ۔ کچھ اور بھی منتشر اجزا ھیں جنھیں یک جا کر کے تجزیہ کیا جائے تو کسی نتیجے پر ضرور پہنچا جا سکتا ھے ۔

(الف) قائم کے متعلق میر کا بیان ھے :

''جوانے است خیرہ وطیرہ ، حسن پرست ، نوکر پیشہ''
(نکات الشعراء ، طبع ثانی ، ص ۱۲۲)

میر کی ایک خصوصیت یہ ھے کہ وہ نہایت مختصر الفاظ میں بڑے پتے کی بات کہہ جاتے ھیں ۔ قائم کی جوانی کی طرف ان کا اشارہ واضح ھے ۔ یہ درست ھے کہ میر نے سودا کو بھی جوان گردانا ھے ، جن کی عمر تالیف تذکرہ کے وقت چالیس، پینتالیس سے کم نہ ہوگی لیکن قائم اور سودا کی عمروں میں اس قدر تفاوت ضرور ھونا چاھیے کہ ان دونوں میں چچا بھتیجے کا رشتہ نبھ سکے[1]۔ اس مناسبت سے ۱۱۶۵ھ[2] میں قائم کی عمر تیس سال سے زیادہ نہیں ھونی چاھیے ۔

(ب) مصحفی اپنے پہلے تذکرے 'عقد ثریا' (۱۱۹۹ھ) میں قائم کی عمر ساٹھ سے اوپر بتاتے ھیں :

۱۔ قائم نے سودا کو ''عموے مہربان ، حضرتم مرزا رفیع صاحب'' کہہ کر خطاب کیا ھے (مخزن نکات ، ص ۹) ۔

۲۔ اردو شعرا کے تذکروں کے سنین تالیف سے متعلق مولانا عرشی کی آرا (مقدمۂ دستور الفصاحت) سے انکار ممکن نہیں لیکن سہولت اسی میں ھے کہ وھی سن دیے جائیں جن میں متعلقہ تذکرے کی تکمیل ھونا بیان کیا جاتا ھے ۔

''عمرش از شصت متجاوز خواهد بود'' (عقد ثریا، ص ۳۶)۔

واضح رہے کہ مصحفی اور قائم کا اس سے پہلے ۱۱۸۴ھ میں کچھ عرصے ٹانڈا میں ساتھ رہا تھا اور قائم کی عمر کے بارے میں ان کا قیاس زیادہ بعید نہیں ہو سکتا۔

(ج) قائم کی وفات کے ایک سال بعد تذکرۂ ہندی، (۱۲۰۹ھ) میں مصحفی ان کے ساتھ ٹانڈا میں گزارے ہوئے وقت کو یاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فقیر او را در ایام دو موئی به لباس درویشی در سرکار نواب محمد یار خاں . . . دیده'' (تذکرۂ ہندی، ص ۱۷۹)

جیسا کہ ابھی عرض کیا جا چکا ہے، قائم سے مصحفی کی ملاقات ٹانڈا میں ۱۱۸۴ھ (۱۷۷۲ع) میں ہوئی۔ ''دو موئی'' بالوں کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جب سفیدی اور سیاہی گھل مل جائے۔ اسے بالوں کے کھچڑی ہو جانے سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ مستثنیات سے قطع نظر، ۴۵-۵۰ کے لگ بھگ یہ دور آ جاتا ہے اور مصحفی کے بیان کے مطابق قائم عمر کی اس منزل پر پہنچ چکے تھے۔

(د) قائم اپنے لڑکپن میں دھلی آ گئے تھے۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد محمد شاہی عہد (ستمبر ۱۷۱۹ع تا اپریل ۱۷۴۸ع) کے کم ازکم تین امرا سے ان کا توسل رہا۔ ان میں سے ایک اسد یار خاں انسان ہیں، دوسرے نواب نعمت اللہ خاں نعمت اور تیسرے بسنت خاں خواجہ سرا۔ آخرالذکر دونوں امرا کے بارے میں

یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ محمد شاہ کے بعد بھی مغل دربار سے وابستہ رہے اس لیے ضروری نہیں کہ قائم نے ان کی مدح میں جو کچھ کہا اس کا تعلق محمد شاہی عہد حکومت سے ہی ہو ، بلکہ اس کے جانشین احمد شاہ کے دور (اپریل ۱۷۴۸ع تا جون ۱۷۵۴ع) سے بھی ہو سکتا ہے مگر اسد یار خاں انسان کی مدح میں ان کا یہ شعر :

قائم ترے کو اس سے ہزاروں ہیں چشم داشت
یا رب ! ہو تاجہان ، اسد یار خاں رہے

اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی خدا داد شعری صلاحیتوں کے بل بوتے پر ۱۱۵۸ھ سے پہلے ہی انسان (متوفی ۱۵ - اپریل ۱۷۴۵ع مطابق ربیع الاول ۱۱۵۸ھ) جیسے درباری امیر اور علم و فن کے قدر دان تک ان کی رسائی ہو چکی تھی - یہ شعر یقیناً ان کے ابتدائی زمانے کی تخلیق ہے جب کہ ان کی زبان پر (بقول قاسم) 'قصباتی' اثر ہنوز باقی تھا - 'ترے کو' کا استعمال اس بات کی غمازی کرتا ہے -

(ر) تذکرۂ مخزن نکات ۱۱۶۸ھ (۱۷۵۴-۵۵ع) میں لکھا جاتا ہے[1] جو ایک بالیدہ ذہن کی تخلیق ہے - میر اور گردیزی کے تذکرے اس سے پہلے لکھے گئے اور ان دونوں تذکروں میں قائم کا انتخاب کلام کئی کئی

۱- عرشی صاحب کی تحقیق کے مطابق اس تذکرے کی داغ بیل ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ع میں پڑ چکی تھی (مقدمہ دستورالفصاحت ، ص ۵۰ تا ۵۳) -

صفحات پر مشتمل ہے[1]۔ یہ اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ ۱۱۶۵ھ تک شعر و شاعری کے میدان میں قائم اپنا ایک مقام پیدا کر چکے تھے۔

(س) قائم کا سات شعر کا ایک قطعہ ہے[2] جس میں ان کے بڑھاپے کی جیتی جاگتی تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ اس سے جہاں یہ واضح ہے کہ علالت اور عسرت نے ان کی صحت کو بری طرح متاثر کیا تھا، وہاں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عمر طبعی کو پہنچ چکے تھے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہم اگر یہ فرض کر لیں کہ قائم نے تیس (۳۰) سال کی عمر میں اپنا تذکرہ لکھا[3] (جس عمر میں میر نے اپنا تذکرہ تالیف کیا) ـــــ یا زیادہ سے زیادہ میر کا ہم عمر مان لیں ـــــ تو قائم کی پیدائش ۱۱۳۵ھ اور ۱۱۳۸ھ (۱۷۲۳ع اور ۱۷۲۶ع) کے درمیان ہوئی ہوگی۔ اس حساب سے وہ سودا سے تقریباً پندرہ (۱۵) سالہ چھوٹے ہوئے؛ اسد یار خاں کے انتقال کے وقت بیس (۲۰) سال سے اوپر ہوں گے؛ مصحفی جب ان سے پہلی مرتبہ ٹانڈا میں ملے تھے اس وقت ان کی عمر ۴۵—۵۰ کے درمیان ہوگی؛ 'عقد ثریا' کی تالیف کے وقت مصحفی ہی کے قیاس

۱- گردیزی نے میر کا صرف ایک شعر منتخب کیا ہے جب کہ اسی تذکرے میں قائم کے ۲۶ شعر شامل ہیں۔

۲- ملاحظہ ہو 'کلیات قائم' جلد دوم، ص ۲۸-۲۹۔

۳- اس مفروضے سے مراد یہ نہیں کہ تذکرہ لکھنے کے لیے عمر کی کوئی قید ہے [شیفتہ نے چھبیس (۲۶) اور لچھمی نرائن شفیق نے سترہ (۱۷) سال کی عمر میں اپنے تذکرے لکھے] البتہ عمر کے ساتھ مؤلف کی زندگی کے دوسرے پہلو بھی ہمارے پیش نظر ہونے چاہئیں۔

کے مطابق ساٹھ سے اوپر تھے ـــــ اور ۱۲۰۸ھ (۹۴-۱۷۹۳ع) میں جب قائم کا انتقال ہوا تو یہ ستر (۷۰) سال کے ہو چکے ہوں گے۔

نام

نام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ تذکروں میں محمد قیام‌الدین ہے، کہیں قیام‌الدین علی ہے اور کہیں محمد قائم۔ مولوی عبدالحق (مقدمۂ مخزن نکات، ص ۱) مولانا امتیاز علی عرشی (مقدمہ دستورالفصاحت، ص ۴۴) ابو منعم سعیدی (نگار، اگست ۱۹۲۸ع، ص ۶) پدم سنگھ شرما (نقوش، جولائی ۱۹۶۲ع، ص ۵۸-۵۹) اثر رام پوری (معارف، اپریل ۱۹۵۲ع، ص ۲۸۹) اور راز چاند پوری (زمانہ، جولائی ۱۹۲۹ع)[1] نے اس سوال کو اٹھایا ہے۔ مولوی صاحب، سعیدی اور شرما کے خیال میں ان کا نام محمد قیام‌الدین تھا اور قائم تخلص۔ قائم کے دونوں پرپوتے (منشی محمد حسین اور مولوی شاھد حسن) داعی ہیں کہ خاندان کے دوسرے ناموں (محمد اکرم، محمد ہاشم اور محمد منعم) کی رعایت سے قائم کا نام بھی محمد قائم ہونا چاہیے۔ عرشی صاحب اور اثر رام پوری بھی اس رائے کے حق میں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قیام‌الدین ان کا لقب تھا اور محمد قائم نام۔ لیکن خاندان کے دوسرے ناموں کی یہ دلیل اس لیے زیادہ وزن نہیں رکھتی کہ نام رکھتے وقت ہمارے ہاں بہت کم کسی رعایت یا روایت کی تقلید کی گئی ہے۔ اگر محمد قائم کے پرپوتوں کا نام محمد حسین یا شاھد حسن ہو سکتا ہے تو محمد ہاشم کے بیٹے کا نام قیام‌الدین کیوں نہیں ہو سکتا؟ میرا خیال ہے کہ ان کا نام محمد قیام‌الدین تھا۔ وقت اور شہرت کے ساتھ ساتھ تخلص مشہور ہوتا گیا، ان کا اصل نام لوگوں کے حافظے سے محو

۱۔ یہ مضمون راقم کی نظر سے نہیں گزرا۔ پدم سنگھ شرما نے راز صاحب کے خیال کی تائید کرتے ہوئے اس کا حوالہ دیا ہے۔

ہوتا گیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ ان کا نام ہی محمد قائم تصور کر لیا گیا[۱]۔ مصحفی بھی اس رو میں بہہ کر اپنے پہلے تذکرے (عقد ثریا) میں انہیں محمد قائم لکھ جاتے ہیں جس کا انہیں غالباً بعد میں احساس ہوا ؛ چنانچہ 'تذکرۂ ہندی' میں وہ انہیں قیام‌الدین عرف محمد قائم کے نام ہی سے یاد کرتے ہیں۔ خود قائم اپنے آپ کو قیام‌الدین کہتے ہیں جیسا کہ 'مخزن نکات' (نسخۂ مطبوعہ و مخطوطۂ انڈیا آفس لائبریری) سے واضح ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے قطعی ثبوت کے بعد کسی مزید توجیہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔

دہلی میں آمد

قائم کے بچپن کے حالات اور چاند پوری دور سے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ۔ قائم کا اپنا بیان نہایت تشنہ ہے :

''فقیر مؤلف قیام‌الدین قائم ، ہر چند از باشندگان قصبہ چاند پور است ، اما از بدوِ شعور تا بایں حال بہ توسل نوکری بادشاہی بہ دارالخلافت شاہ جہاں آباد گذارندہ'' (مخزن نکات ، ص ۷۷)۔

مطلب یہ کہ سن شعور کو پہنچنے کے بعد سے تالیف تذکرہ (۱۱۶۸ھ) تک شاہی ملازمت کے سلسلے سے قائم دہلی میں رہے ۔ اس سے یہ مراد بھی لی جا سکتی ہے کہ ملازمت سے پہلے (اور ملازمت کی عمر ۱۵ ، ۱۶ سال سے کیا کم ہوگی) دہلی سے آن کا کوئی تعلق نہ تھا ۔ مگر اس میں قباحت یہ ہے کہ خود قائم ، ناجی کے ترجمے میں رقم طراز ہیں کہ میں نے اپنے بچپن میں انہیں دو تین بار اپنے بڑے بھائی منعم کے گھر پر دیکھا تھا ۔ گویا کہنا یوں

۱۔ احد علی یکتا (اور مصحفی) لکھتے ہیں : ''شیخ قیام‌الدین علی المتخلص بہ قائم ، عرفش نیز محمد قائم بودہ'' (دستورالفصاحت ، ص ۴۳) ۔

چاهیے کہ 'بدوِ شعور' سے پہلے بھی قائم کی دهلی میں آمد و رفت تھی اور ملازمت کا سلسلہ ہو جانے کے بعد اس نے مستقل قیام کی صورت اختیار کر لی ۔

دهلی میں ان کی آمد ملازمت کی وجہ سے تھی ، لیکن وہ کیا اسباب و محرکات اور ذرائع تھے جو وهاں جانے کا سبب بنے ؟ اس کا صرف ایک رخ همارے سامنے هے ، کہ ان کے بڑے بھائی دارالخلافہ میں تھے اور ناجی جیسے شاعر سے ان کی راہ و رسم تھی جس سے قیاس ہو سکتا هے کہ دهلی کے شعری حلقوں میں ان کی رسائی تھی ، لیکن ان کے خاندان کے اور کون لوگ وهاں تھے اور کس حیثیت کے لوگ تھے ؟ یہ اور اسی نوعیت کے بعض بنیادی سوالوں کا کوئی شافی و کافی جواب همارے پاس نہیں هے ۔

دهلی کا ماحول شعر و سخن اور قائم

یہ ایک تاریخی حقیقت هے کہ شمالی هند میں همارے ادب نے نہایت صبر آزما حالات میں نشو و نما پائی ۔ اگر ایک طرف وہ خلفشار هے جو عالمگیر کی وفات (۱۷۰۷ع) کے بعد امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ شدید سے شدید تر هوتا گیا[1] تو دوسری طرف همارا وہ گراں بہا

۱۔ اس پُر آشوب دور کی عکاسی همارے شاعروں نے اپنے مخصوص لب و لہجہ میں کی هے جو بذات خود ایک دلچسپ مطالعہ هے ۔ راقم نے بھی اس موضوع پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی هے ۔ ملاحظہ هو : 'قائم چاند پوری کا شهر آشوب' ''ادبی دنیا'' شمارہ نومبر ۱۹۶۲ع ، ص ۶۵ تا ۷۸ ۔ نیز : 'Later Mughals as represented in Urdu Poetry' مطبوعہ Annali (جریدہ دانش گاہ علوم شرقیہ ، نیپلز) شمارۂ نہم (۱۹۵۹ع) ص ۱۳۱ تا ۱۵۳ ؛ و شمارہ یازدهم (۱۹۶۲ع) ص ۱۲۹ تا ۱۵۲ ۔

ادبی سرمایہ ہے جو بیشتر شعر و شاعری کے روپ میں اسی دور میں تخلیق ہوا ۔ سودا ، درد ، میر اور نہ جانے کتنے چھوٹے بڑے شاعر ہیں جو اسی ماحول میں پروان چڑھے اور آسمان شعر و ادب پر چاند اور ستارے بن کر چمکے ۔

قائم بھی اسی ماحول کے پروردہ تھے ۔ انھوں نے جب شعر و شاعری کے میدان میں قدم رکھا (جو ۱۱۵۰-۵۵ ھجری کی بات ہوگی) اس وقت دھلی میں خان آرزو ، مرزا مظہر اور شاہ حاتم کی حیثیت مسلم‌الثبوت اساتذہ کی تھی ۔ آبرو و ناجی وغیرہ طرز ایہام کے دل دادہ بھی زندہ تھے مگر ان کے پیرووں کی تعداد کم ہو رہی‌تھی اور ایہام گوئی کا دور اپنے دن پورے کر رہا تھا ۔ سودا ، درد ، فغاں و یقین وغیرہ کا طوطی بول رہا تھا اور یہ لوگ میدان سخن کے شہ سوار سمجھے جاتے تھے (قائم کی طرح میر ، میر سوز اور میر اثر ابھی زیر تربیت تھے) ۔

قدرت اللہ قاسم (جو خود بھی شاہ صاحب کے تلامذہ میں تھے) کا بیان ہے کہ اصلاح شعر و سخن کے سلسلے میں قائم نے سب سے پہلے شاہ ہدایت (متوفی ۱۲۱۹ھ) سے رجوع کیا[۱] لیکن آستاد و شاگرد میں کسی بات پر چل گئی ۔ قاسم کی اصل عبارت یہ ہے :

"در بدوِ شوق ریختہ گوئی از خدمت آستاد صاحب درایت ہدایت اللہ خاں ہدایت . . . . استفادۂ سخن می کرد ۔ چنانچہ چند شعر بزبان قصباتیاں از طبع زادش بیاد آں آستاد والا نژاد بود ۔ بعد چندے

۱- ذکا بھی ہدایت کی آستادی کے بارے میں قاسم کے ہم نوا ہیں (عیارالشعراء ، ورق ۳۰۰ ب) جو عابد رضا بیدار کے الفاظ میں 'فضول سی روایت' ہے (انتخاب قائم ، رام پور ۱۹۶۳ء ، ص ۱۳-۱۵) ۔

به جناب فیض مآب . . . خواجه میر درد . . . توسل جست و از مربی قدیم به حد انحراف ورزید که قطعه در هتک شان آن تجرد نشان انشا کرد که یکسر بوے بے سعادتی میدهد" (مجموعۂ نغز، جلد دوم، ص ۸۲) ۔

شاہ صاحب کی شان میں قائم کا کہا ہوا قطعہ کلیات (جلد اول، ص ۱۷۱-۱۷۲) میں شامل ہے ۔ قاسم نے قائم کا یہ قطعہ اور شاہ صاحب کی طرف سے اس کا جواب، دونوں درج کیے ہیں (نغز، جلد دوم، ص ۸۳) ۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کشیدگی وقتی تھی کیوں کہ بعد میں قائم نے اپنے تذکرے میں انھیں اچھے الفاظ سے یاد کیا ہے ۔ شاہ ہدایت کے ترجمے میں (مخزن نکات، ص ۴۵) قائم نے ان سے اپنی ہمسائگی کا ذکر تو کیا ہے لیکن سلسلۂ تلمذ کے بارے میں خاموش ہیں ۔

مولانا آزاد، قاسم سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں ۔ وہ لکھتے ہیں کہ درد سے بھی قائم کی بگڑ گئی تھی :

"پھر میر درد کے شاگرد ہوئے، ان کے حق میں بھی کچھ سن کر الگ ہوئے" (آب حیات، حاشیہ ص ۵۶۱)

لیکن اس واقعے کا کوئی اور راوی نہیں ہے اس لیے اس عبارت کو 'زیب داستان' ہی سے تعبیر کیا جائے گا ۔

اس بارے میں مصحفی کا بیان زیادہ واضح اور قرین قیاس ہے :

"به مقتضاے موزونیِ طبع و استعداد درست آنچه که موزون می کرد از نظر مرزا رفیع می گزرانید و به خواجه میر درد نیز اعتقاد داشته"۔ (تذکرۂ هندی، ص ۱۷۹) ۔

اور یہ حقیقت ہے کہ قائم نے میر درد کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے ان سے گہری عقیدت اور احترام کے سچے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔

قائم نے میر درد سے استفادۂ سخن ضرور کیا لیکن کچھ عجب نہیں کہ اس نوجوان شاعر کی اُفتادِ طبع کو درد نے بھانپ لیا ہو اور خود انھی نے سودا کی شاگردی اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہو۔ بہرحال بالآخر قائم، سودا کے شاگرد ہوئے اور بقول مولانا آزاد "مرزا تو مرزا تھے، انھوں نے سیدھا کیا"۔

سودا اور قائم

قائم کے لیے سودا کا انتخاب کئی اعتبار سے نہایت موزوں تھا۔ درد ایک صوفی با عمل اور درویش صفت انسان تھے۔ سودا تصوف کے قائل ضرور تھے لیکن برائے بیت۔ وہ صوفی نہ تھے، ایک دنیا دار آدمی تھے۔ درباری اُمرا سے ان کا میل جول تھا۔ یہ اُن کی مدح سرائی کرتے تھے، وہ ان کی قدردانی میں کسر نہ رکھتے تھے۔ سودا ہمارے ان معدودے چند شعرا میں سے ہیں جنھیں معاش کی طرف سے بے فکری رہی اور یہ بیشتر ان کے ممدوحین کے حسن سلوک کے سبب تھا۔ اس دنیاداری[۱] کے ساتھ ساتھ سودا اور قائم میں بڑی ذہنی اور طبعی مناسبت تھی۔ دونوں زندگی سے حظ اُٹھانا چاہتے تھے۔ قائم تو اپنی جوانی میں خیر سے رنگین مزاج بھی تھے۔ دونوں میں ذرا سی انگیخت پر بھڑک اُٹھنے کا مادہ تھا۔

۱- یہ بعد کی بات ہے جب زمانے کے پے بہ پے حوادث سے عاجز آ کر قائم مذہب کی آغوش میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد سے ان کی زندگی ایک نیا روپ اختیار کر لیتی ہے۔ زندگی کا ایک آہنگ وہ تھا جس کی طرف میر نے اشارہ کیا ہے (۱۱۶۵ھ) اور دوسرا وہ جب مصحفی انھیں لباس درویشی میں دیکھتے ہیں (۱۱۸۴ھ) شاہ کمال نے بھی انھیں 'شاہ قیام الدین صاحب' کہہ کر خطاب کیا ہے۔

دونوں ہی ایک حد تک دربار داری اور اُمرا کی صحبت کے خواہاں تھے ۔ اس کے برعکس مثلاً خواجہ میر درد ہیں جن کی زندگی صبر و توّکل اور قلندری کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے یا 'میر بے دماغ' ہی کو لے لیجیے ۔ ساری عمر عسرت میں گزار دی لیکن دربار داری کا فن نہ ان کو آیا نہ انھوں نے سیکھنے کی کوشش کی ۔ وہ اگر کسی کی مدح کرتے ہیں تو اپنے اوپر جبر کر کے ، ورنہ اس فن اور ماحول سے انھیں کوئی طبعی مناسبت نہ تھی ۔

سودا ، جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ، دنیاوی اعتبار سے خوش قسمت تھے ۔ اس معاملے میں قائم ان سے لگّا نہیں کھاتے ؛ خصوصاً اپنی زندگی کے نصف آخر میں انھیں بہت کم معاشی فارغ البالی نصیب ہو سکی ۔ گردش روزگار ، زمانے کی ناقدری اور فن کی کساد بازاری کا شکوہ سودا اور قائم دونوں نے کیا ہے لیکن سودا کے ہاں ایسی مثالیں نسبتاً کم ہیں اور جو ہیں وہ بھی تکلفاً ، پابندی شرع کے طور پر ، کیونکہ تصوف کی طرح گردش روزگار کا شکوہ بھی اس زمانے کی شاعری کا اہم عنصر رہا ہے ۔ لیکن اپنے بیشتر معاصرین کی طرح قائم کی اس شکایت میں صداقت ہے ۔ یہ ان کے دل کی آواز ہے جو قلب کی گہرائیوں سے بلند ہوتی ہے ۔

سودا کی صحبت نے قائم کو بہت کچھ دیا ۔ شعر و سخن کے میدان میں قائم نے جو مقام حاصل کیا اس میں سودا کی باکمال رہنائی کا بھی کچھ کم حصہ نہیں[1] ۔ اس کے علاوہ بھی سودا نے

---

۱ ۔ سودا اور قائم کے کلام کے تقابلی جائزے کے لیے ڈاکٹر محمد فرمان کا ایک مضمون ''قائم چاند پوری اور مرزا رفیع سودا کا تقابلی مطالعہ'' (معارف ، اکتوبر ۱۹۶۳ع ، ص ۲۷۵ تا ۲۹۳) بھی ملاحظہ ہو جس میں مقالہ نگار نے اس بات کا تجزیہ کیا ہے کہ غزل کے میدان میں قائم نے سودا سے کس حد تک اثر قبول کیا ہے اور کہاں کہاں وہ اپنے اُستاد سے آگے بڑھ جاتے ہیں ۔

اپنے رسوخ اور اثرات سے قائم کو فیض یاب ہونے کا موقع دیا ہوگا۔ مغل دربار کے بڑے بڑے امیروں سے متعارف ہونے میں بھی سودا کا یہ ہونہار شاگرد یقیناً اپنے استاد ہی کا مرہون منت رہا ہوگا۔ ایسے امرا میں اسد یار خان انسان[1]، بسنت خان خواجہ سرا[2]، نواب نعمت اللہ خان نعمت[3] اور امیر الامرا و وزیر السلطنت نواب عماد الملک غازی الدین المتخلص بہ نظام[4] خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سودا اور قائم کے مابین مناقشہ

دھلی میں سودا اور قائم کے تعلقات کچھ عرصے تک کشیدہ بھی رہے۔ دو طبائع کی یکسانیت کبھی کبھی ناخوش گوار صورت بھی اختیار کر لیتی ہے، خصوصاً جب کہ دونوں ہی میں برداشت کا مادہ کم ہو۔ بہر حال سودا اور قائم میں بھی چلی اور خوب چلی۔ قاسم اس کے بھی راوی ہیں:

"در آخر حال بخدمت سر آمد سخن سنجان فصاحت آما مرزا محمد رفیع سودا در پیوست و بنا بر خباثت اصلی از شاگردیش هم پہلو تہی می کرد۔ مرزا ساقی نامہ درهجوش گفته که بعد انابت و رجوع وے آن هجو را بنام شاعر خیالی فوقی تخلص قرار داده" (مجموعۂ نغز، جلد دوم، ص ۸۳)۔

قائم کے قصیدہ در مدح نواب نعمت‌اللہ خان، (کلیات، جلد دوم،

۱۔ ملاحظہ ہو کلیات قائم، جلد اول، غزل ۲۹۰ و متعلقہ حواشی۔

۲۔ ملاحظہ ہو کلیات قائم، جلد دوم، رباعی ۵۱ و متعلقہ حواشی۔

۳۔ ملاحظہ ہو کلیات قائم، جلد دوم، رباعی ۵۵ اور قصیدہ هفتم و متعلقہ حواشی۔

۴۔ ملاحظہ ہو کلیات قائم، جلد دوم، قصیدہ پنجم و ششم اور متعلقہ حواشی۔

ص ۱۰۹ تا ۱۱۲) اور سودا کے 'ساقی نامہ' (کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۳۹۵ تا ۴۰۰) کے تقابلی مطالعے سے اس قضیے پر کچھ روشنی پڑتی ہے ۔ اس 'ساقی نامہ' کے دو اشعار سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ سودا کا مقابل ، طالب آملی کا مقلد ہے ۔ قائم کے ترجمے میں میر حسن نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے :

''طرزش بہ طرز طالب آملی می ماند''

(تذکرۂ شعرائے اردو ، طبع ثانی ، ص ۱۲۸) ۔

اس تصریح کے بعد سودا کے مخاطب کی شخصیت سے پردہ اٹھ جاتا ہے ۔ 'سات بیتیں جب اکیلے ہو کہو' بھی صاف چغلی کھا رہا ہے کہ ایک استاد اپنے سر پھرے شاگرد کو اس کی اصل حیثیت سے آگاہ کر رہا ہے کہ برخوردار ، میرے سہارے کے بغیر چلنے کی کوشش کرو گے تو یہی ہوگا ۔ قدم قدم پر ڈگمگاؤ گے ، لغزشیں کھاؤ گے ۔

سات شعر کی یہی غزل (جس کا سراغ لگانے میں راقم کو کامیابی نہیں ہوئی) بنائے فساد تھی ۔ سودا نے اس پر کوئی نکتہ چینی کی ہوگی ، جو قائم کو بری لگی اور استاد شاگرد میں ٹھن گئی ۔ سودا کہاں چوکنے والے تھے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قائم کو پیچھا چھڑانا دوبھر ہو گیا ۔ انھوں نے غالباً نواب نعمت اللہ خاں کو درمیان میں ڈالا اور آخرکار دونوں میں مصالحت ہو گئی ۔ قائم اپنے طرز عمل پر تائب ہوئے اور اس ناخوش گوار واقعے کے بعد سے وہ سودا کے پہلے سے بھی زیادہ مداح ہو گئے ، پہلے سے زیادہ قدر کرنے لگے ۔ ''قصیدہ در مدح سودا'' کے علاوہ اس قسم کے اشعار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے :

ایک سودا کی تو قائم نہ کہوں میں ورنہ\
ہے ترا طور سخن حد بشر سے باہر

یـا

قائم یہ فیض صحبت سودا ھے ، ورنہ میں
طرحی غزل سے میر کی آتا تھا بر کہیں

ایک شعر میں سودا کی ناخوشی کا ذکر بھی ھے ۔ خود قائم کا انداز نہایت 'برخوردارانہ' ھے :

قائم ترے سخن کو شوخی میں مانتا ھے
ظاھرمیں تجھ سے ناخوش ، گو ھے ھزار سودا

اور سودا نے بھی اپنے شاگرد کو آخرکار معاف کر ھی دیا ۔ انھوں نے قائم کی کم از کم ایک غزل پر تضمین کی ھے[1]۔ اس کے علاوہ نواب احمد علی خاں سیف الدولہ کی مدح میں قصیدے کی تشبیب میں قائم کو بزم شعرا کے صدر نشینوں میں شمار کرتے ھیں :

داغ ھوں ان سے اب زمانے میں
بزم شعرا کے ھیں جو صدر نشیں
یعنی سودا و میر و قائم و درد
لے ھدایت سے تا کلیم و حزیں
کیا غرور و دماغ ، کیا نخوت
کون سا کبر ھے جو ان میں نہیں[2]

راقم کی نظر سے کلیات سودا کا ایک ایسا مخطوطہ[3] بھی گزرا ھے جس میں یہ ھجو اپنی اصل شکل میں موجود ھے ۔ اس میں

۱- کلیات سودا ، جلد ول ص ۳۳۳-۳۳۴ -

۲- ایضاً ۔ ص ۳۱۱ -

۳- برٹش میوزیم ، کٹیلاگ نمبر Egerton 1039 ؛ یـا
بلوم ھارٹ ، فہرست مخطوطات ھندوستانی وغیرہ ، ص ۲۸ -

کہیں 'فوق' کی بجائے 'قائم' درج ہے اور کہیں متن میں 'فوق' ہے اور حاشیے پر 'قائم' ۔ اس سے قاسم کی روایت کی مزید تصدیق ہو جاتی ہے اور یہ کہنے کا بظاہر کوئی منطقی جواز نظر نہیں آتا کہ یہ روایت غلط ہے یا "اس روایت میں کوئی جان ہے ہی نہیں ۔"[1]

میر صاحب بھی قائم سے کچھ خوش نظر نہیں آتے ۔ ان کا قائم کے بارے میں "خرہ وطیرہ ، حسن پرست" کہنا —— خواہ درست بھی ہو——یا "اکنوں با مرزا رفیع 'مشور' است" کے پردے میں کوئی خلش ضرور کارفرما ہے ۔ ان کی آزردگی کا سبب در اصل خود قائم ہیں جو اپنے اُستاد کی تقلید و حمایت میں میر کی 'میریت' کو ہدف بناتے ہیں اور انہیں 'میر خمیر' کہنے سے بھی نہیں چوکتے[2]۔

قائم اور سودا کا کلام مشترک

یہ بات اب تسلیم کی جا چکی ہے کہ قائم کا خاصا کلام (جو بیشتر حکایات و مثنویات پر مشتمل ہے) کلام سودا کے ساتھ شائع

۱- یہ رائے عابد رضا بیدار، مرتب انتخاب قائم (رام‌پور ۱۹۶۳ع ، ص ۱۵) کی ہے ۔ ان سے پہلے مسعودہ حیات (نقوش ، جولائی ۱۹۶۲ع) بھی اس روایت سے اختلاف کا اظہار کر چکی ہیں ۔

۲- ملاحظہ ہو کلیات قائم ، جلد دوم ، رباعی ۶۵ - اس رباعی سے قطع نظر قائم ، میر کی شاعرانہ عظمت کے قائل ہیں ۔ جیسا کہ منقولہ بالا شعر (قائم یہ فیض—الخ) سے واضح ہے ۔ نیز اپنے تذکرے میں بھی وہ میر کی تعریف میں رطب‌اللسان ہیں ۔

ہو گیا ہے[1]۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ کلام ہے جو قائم نے اصلاح کے لیے سودا کے پاس بھیجا تھا ۔ بعد میں کلیات سودا مرتب کرنے والوں نے ان مسودات کو بھی ساتھ ہی شامل کر لیا ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان میں تصرف کیا گیا اور جہاں جہاں 'قائم' تھا وہاں بدل کر 'سودا' کر دیا گیا ہے ۔ اس نوعیت کے کلام کی تفصیل یہ ہے :

(الف) مثنوی در ہجو شدت سرما :

'سردی اب کے برس ہے اتنی شدید' — الخ ۔

کلیات سودا (نول کشور ۱۹۳۲ ع) جلد دوم ، ص ۴۶ تا ۴۹ (۵۴ شعر) ؛

کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۱۸۴ تا ۱۹۰ (۵۸ شعر) ۔

(ب) مثنوی در ہجو طفل پتنگ باز :

'ایک لڑکا پتنگ کا ہے کھلاڑ' — الخ ۔

کلیات سودا کے محولہ بالا ایڈیشن میں یہ مثنوی شامل نہیں ہے ۔

کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۱۵۸ تا ۱۶۴ (۵۵ شعر) ۔

۱۔ ملاحظہ ہو : 'انتخاب قائم' مرتبہ عمادالملک بلگرامی ، حاشیہ ص ۵۸ ؛ 'مخزن نکات' ، مقدمۂ مولوی عبدالحق ، ص ۹-۱۰ ؛ 'سودا' از شیخ چاند ، ص ۱۰۸ تا ۱۱۱ ؛ 'ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں' از گوپی چند نارنگ ، ص ۳۱۹ تا ۳۲۳ ؛ 'قائم چاند پوری' از پدم سنگھ شرما ، نقوش شمارہ ۹۴ ، ص ۵۳ ؛ 'مثنویات قائم چاند پوری' از نثار احمد فاروقی ، نقوش شمارہ ۹۱ ، ص ۲۵۳ تا ۲۵۷ ؛ 'کلیات سودا کا پہلا مطبوعہ نسخہ' از قاضی عبدالودود ، سویرا ، شمارہ ۲۹-۳۰ ، ص ۵۱ ۔

(ج) حکایت مرد اہل طریق :
'سنا ہے کہ اک مرد اہل طریق' — الخ ۔
کلیات سودا کے محولہ بالا ایڈیشن میں یہ مثنوی بھی شامل نہیں ہے ۔
کلیات قائم ، جلد دوم (مشمولہ مثنوی رمزالصلوٰات) ص ۲۴۲ تا ۲۴۳ (۱۴ شعر) ۔

(د) حکایت شاہ عجم :
'سلف کے زمانے کا تاریخ داں' — الخ ۔
کلیات سودا ، جلد دوم ، ص ۸۳ - ۸۴ (۲۳ شعر) ۔
کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۱۳۸ تا ۱۴۰ (۲۲ شعر) ۔

(ر) حکایت مرد آزادہ طور :
'سنا ہے کہ اک مرد آزادہ طور' — الخ ۔
کلیات سودا ، جلد دوم ، ص ۸۴ (۱۶ شعر) ۔
کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۱۴۰ - ۱۴۱ (۱۶ شعر) ۔

(س) حکایت مہوس :
'سنا جائے ہے اک مہوس کا حال' — الخ ۔
کلیات سودا ، جلد دوم ، ص ۸۴ - ۸۵ (۱۲ شعر) ۔
کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۱۴۳ - ۱۴۴ (۱۲ شعر) ۔

(ص) مثنوی عشق درویش :
'الٰہی شعلہ زن کر آتش دل' — الخ ۔
کلیات سودا ، جلد دوم ، ص ۸۵ تا ۱۰۰ (۳۵۹ شعر) ۔

کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۲۹۵ تا ۳۳۶ (۳۷۳ شعر) ۔

(ط) ایک شعر : کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ[1]
کچھ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا
کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۱۳ ؛ کلیات قائم ، جلد اول ، ص ۹ ۔

(ع) پانچ بند کا ایک مخمس (تضمین بر غزل امیر خسرو[2]) :
'شیخ تو نابود ہووے یا ترا پندار نیست'۔ الخ ۔
کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۲۲۳ ؛ کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۵۱ تا ۵۳ ۔

(ف) ۹ شعر کی ایک غزل :
'نخل آمید کیوں کہ ہمارا ہو آہ سبز'۔ الخ ۔
کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۱۷ ؛ کلیات قائم ، جلد اول ، ص ۸۲ و ۸۳ ۔

مندرجہ بالا کلام سے متعلق صحیح کیفیت کا پتا چلانے کے لیے راقم نے کلیات سودا کے آٹھ (۸) قدیم نسخوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے ۔ اس تجزیے کا خلاصہ ذیل کے خاکے میں پیش کیا جاتا ہے (قائم کے نسخوں کے کوائف متعلقہ حواشی میں ملاحظہ ہوں) ۔

نسخہ ہائے کلیات ، مخزونہ برٹش میوزیم (لندن)

۱۔ کٹیلاگ نمبر Add. 8922 (نسخہ مکتوبہ ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ع) اس نسخے میں صرف (ع) اور (ف) شامل ہیں ۔

۱۔ قائم کے نسخوں میں یہ مصرع اس طرح درج ہے :
ٹوٹا جو کعبہ کون سی یہ جائے غم ہے شیخ
اس شعر سے متعلق مزید کوائف متعلقہ حواشی میں ملاحظہ ہوں ۔

۲- کٹیلاگ نمبر Or. 12117 (انیسویں صدی کے پہلے عشرے میں کتابت ہوا) اس نسخے میں صرف (الف) (ع) اور (ف) شامل ہیں -

۳- کٹیلاگ نمبر Eg. 1039 (انیسویں صدی کے آغاز میں کتابت ہوا) اس نسخے میں (ط) (ع) اور (ف) شامل ہیں -

۴- کٹیلاگ نمبر Add. 16879 (انیسویں صدی کے آغاز میں کتابت ہوا) اس نسخے میں صرف (ف) شامل ہے -

نسخہ ہائے کلیات سودا ، مخزونہ انڈیا آفس لائبریری (لندن)

۱- کٹیلاگ نمبر U. 63 (یہ نسخہ ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹ع میں راجہ بہادر سنگھ کے لیے کتابت ہوا - کاتب میر مقبول نبی خلف انعام اللہ خاں یقین ہیں) اس نسخے میں (ص) اور (ط) کے علاوہ باقی سب شامل ہیں -

۲- کٹیلاگ نمبر P. 2119 (۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۷ع میں کتابت ہوا) اس نسخے میں (الف) (ص) (ع) اور (ف) شامل ہیں -

۳- کٹیلاگ نمبر P. 2405 (۱۲۱۹ھ مطابق ۱۸۰۴ع میں کتابت ہوا) اس نسخے میں صرف (ف) شامل ہے -

۴- کٹیلاگ نمبر P. 353 (سودا کی زندگی میں کتابت ہوا) اس نسخے میں متنازعہ فیہ کلام کا کوئی جزو شامل نہیں ہے -

واضح رہے کہ کلیات سودا کا یہ وہی نسخہ ہے جو سودا کی زندگی میں مرتب ہوا اور رچرڈ جانسن کی نذر کیا گیا - انگلستان میں کلیات سودا کے جتنے نسخے راقم کی نظر سے گزرے ہیں ان میں یہ نسخہ قدیم تر اور مستند ترین ہے -

دھلی سے مراجعت

قائم جب تک دھلی میں رھے نسبتاً خوش و خرم رھے ۔ یہاں کے قیام کا زمانہ ان کی زندگی کا سنہرا دور سمجھنا چاھیے ۔ شعرا کے حلقوں میں انھیں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا اور اساتذہ کی صف میں ان کا شمار ھونے لگا تھا ۔ سرکردہ اُمرا تک رسائی تھی ۔ ملازمت کی طرف سے بھی اطمینان تھا ۔[1] غرض یہ کہ عزت ، وقار اور شہرت ، سب ھی کچھ حاصل تھا ۔ سیاسی افراتفری کے ماحول میں اتنا کچھ میسر ھو جانا کچھ کم غنیمت نہ تھا ۔ لیکن فلک کج رفتار کو ان کا یہ عارضی سکون بھی نہ بھایا ۔ قائم لکھتے ھیں :

> ''در این ایام کہ رشتۂ سلک انتظام مردم بادشاھے بہ صدمۂ انقلاب سلطنت کسیخت و ھر یکے چون چون لآلیِ آبدار بر خاک مذلت افتادہ ، رو بہ ھر سو نہادہ ، چارو ناچار بلکہ بےاختیار ارادۂ سفر بر رائے اقامت غالب آمد'' (مخزن نکات ، ص ۷۷) ۔

پھر 'مخزن نکات' کی تالیف کا ذکر کرتے ھیں کہ اس طرح جو فرصت میسر آئی اسے غنیمت جان کر ارادہ کیا کہ ھر ایک کا کچھ نہ کچھ روزنامچۂ اعمال اور کچھ احوال قلم بند کرتا رھوں ، جو دوستوں اور عزیزوں کی جدائی میں مونس تنہائی ھو ۔

---

۱ ۔ مصحفی لکھتے ھیں : ''بہ سبب توسل نوکری بادشاھی اکثر در شاہ جہان آباد می بود ، و دران روزھا در توپخانہ ھم آسامی داشت'' (تذکرۂ ھندی ، ص ۱۷۹) قائم نے بھی میر سوز کے ترجمے میں یہی لکھا ھے ''با فقیر قدم آشنای دارد و ازانجا کہ داخل توپ خانہ بادشاھی است ، بہ سبب ھم قربگی اکثر بہ دربارِ معلی ملاقات می شود'' (مخزن ، ص ۴۸) ۔ بعد کے لکھنے والوں (دتاسی ، کریم الدین وغیرہ) نے یہ بھی لکھا ھے کہ وہ توپخانے میں داروغہ کے عھدے پر فائز تھے ۔

'در این ایام' سے قائم کی مراد ۱۱۶۸ھ یا اس کے قریب کا زمانہ ہے اور جس صدمۂ انقلاب کی طرف انھوں نے اشارہ کیا ہے وہ صفدر جنگ کی بغاوت اور خانہ جنگی (۲۶ مارچ تا ۷ نومبر ۱۷۵۳ء[1] مطابق جمادی الآخر ۱۱۶۶ھ تا صفر ۱۱۶۷ھ) سے شروع ہوا اور جون ۱۷۵۴ء (رمضان ۱۱۶۷ھ) میں نقطۂ عروج پر پہنچ گیا، جب عمادالملک نے مرہٹوں کی مدد سے قلم دان وزارت پر قبضہ کر کے بے بس مغل تاجدار احمد شاہ کو تخت سے آتار[1]، آسے اور اس کی والدہ دونوں کو بینائی سے محروم کیا اور شہزادہ عزیزالدین کو عالم گیر ثانی کے لقب سے تخت پر بٹھا کر 'سید بھائیوں' کی یاد کو دوبارہ تازہ کر دیا۔[2]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قائم نے دہلی کو کب خیرباد کہا؟ ان کا ایک قطعہ ہے:

اے گردش زمانہ تری کج روی کے بیچ
یک سر نواح ہند سے شعر و سخن گیا
سودا تو اپنے حال میں مدت سے مست ہے
قائم رہا تھا ایک، سو اپنے وطن گیا

اس قطعے سے یہ بالکل واضح ہے کہ قائم نے سودا سے پہلے دہلی کا قیام ترک کیا اور عازم وطن ہوئے۔ اس ضمن میں یہ

۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو Fall of the Mughal Empire از سرکار (اشاعت ثانی) جلد اول، باب یازدہم۔

۲- یہ بات قابل فہم نہیں کہ عمادالملک، جو سودا اور قائم دونوں کے ممدوح تھے، ان کا اقتدار قائم کو گوارا یا سازگار نہ ہوا ہو۔ بلکہ مرہٹوں کا عمل دخل (جن کو عماد نے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا مگر ان کی دست درازیوں کی روک تھام سے وہ خود عاجز تھے) اور اس کے نتیجے میں پھیلنے والی بے چینی، ابتری اور داخلی خلفشار اس مراجعت کا باعث ہوا ہوگا۔

بحث بھی آ جاتی ہے کہ سودا نے دہلی سے کب مراجعت کی ؟[1]

اپنے تذکرے میں سودا کا ذکر قائم نے ایسے انداز میں کیا ہے جس سے یہ مترشح نہیں ہوتا کہ سودا دہلی میں نہیں ہیں ۔ لیکن نواب مہربان خاں رند کے ترجمے میں—اور بلا شبہ یہ ۱۱۶۸ھ کے بعد کا اضافہ ہے—وہ لکھتے ہیں :

> ''چنانچہ میر سوز وغیرہ دو سہ شاعر ریختہ از قدیم بخدمت او می بودند ۔ دریں اثنا یگانۂ جہاں ، اشرف زباں حضرتم مرزا محمد رفیع سودا سلمہ اللہ تعالیٰ بہ رفاقت وزیرالممالک نواب غازی‌الدین خاں بہادر در بلدۂ فرخ آباد رسیدند ، خان موصوف از نواب وزیر درخواستہ ، مرزاے موصوف را بہ رفاقت خودگرفت ۔'' (مخزن نکات ، ص ۵۵) ۔

یعنی عماد الملک فرخ آباد پہنچے (جون ۱۷۵۷ع) تو ان سے کہہ کر رند نے سودا کو اپنی رفاقت میں لے لیا اور سودا فرخ آباد میں رہ گئے ۔ رند کے دورۂ دیوانی میں عمادالملک دو بار فرخ آباد گئے۔ ایک مرتبہ ۱۱۷۰ھ (۱۷۵۷ع) میں ، جب وہ احمد شاہ ابدالی سے موعودہ زر تاوان کی رقم شجاع‌الدولہ سے وصول کرنے کی غرض سے دو تیموری شہزادوں (شہزادہ ہدایت بخش اور مرزا بابر) کی معیت میں وہاں وارد ہوئے ؛ یہ قیام بہت مختصر تھا ۔ دوسری بار وہ فرخ آباد اس وقت گئے جب دہلی کے دروازے ان پر بند ہو چکے تھے ۔ اس مرتبہ ۱۱۷۶ھ سے ۱۱۸۵ھ تک نواب احمد خاں

۱- دہلی کے قیام کے دوران میں قائم ، سودا سے اتنے قریب رہے ہیں کہ مؤخرالذکر سے بار بار رہنمائی لیے بغیر سوانح قائم سے متعلق بعض گتھیوں کو سلجھانا ممکن نہیں ہوگا ۔

بنگش (متوفی ۲۸ ربیع الاول ۱۱۸۵ھ مطابق جولائی ۱۷۷۱ع) کے مہمان کی حیثیت سے وہاں مقیم رہے ۔

قائم کا یہ کہنا کہ رند نے عمادالملک سے درخواست کر کے سودا کو اپنی رفاقت میں لے لیا ، اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ عماد کے جس سفر فرخ آباد میں سودا ان کے ساتھ تھے وہ قطعی سفر تھا ، قیام نہ تھا ۔ ورنہ بہ صورت دیگرے اگر خود عماد کا قیام بھی فرخ آباد میں ہوتا تو رند کو بہ اصرار یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ سودا کو ان کی رفاقت میں دے دیا جائے ؛ سودا کی صحبت سے عماد اور رند دونوں ہی مستفید ہو سکتے تھے ۔ چنانچہ گمان یہی ہے کہ سودا نے عمادالملک کے ہمراہ مارچ ۱۷۵۷ع (رجب ۱۱۷۰ھ) میں دہلی کو خیرباد کہا ، نہ کہ ۱۱۷۶ھ میں ، جیسا کہ عرشی صاحب کا خیال ہے ۔[1]

اس بحث سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ سودا ۱۱۷۰ھ میں دہلی سے گئے اور قائم اپنے قطعہ (اے گردش زمانہ ۔ الخ) کے مطابق اس سے پہلے چلے گئے ہوں گے ۔ ان ہی کے بیان کے مطابق یہ مراجعت ۱۱۶۸ھ میں ہونی چاہیے جب کہ قائم نے 'مخزن نکات' میں اپنا مختصر احوال قلم بند کیا ہوگا ۔

لیکن بعض دیگر امور ایسے ہیں جن کی وضاحت کیے بغیر اس رائے کو تسلیم کرنے میں تأمل ہوگا ۔

اول یہ کہ نواب نعمت اللہ خاں کے صاحب زادے کی شادی کے موقع پر قائم کا کہا ہوا قطعۂ تاریخ ہے[2] جس سے ۱۱۶۹ھ برآمد ہوتے ہیں ۔

۱۔ مقدمۂ دستورالفصاحت ، ص ۵۶ و ۵۷ ۔

۲۔ ملاحظہ ہو کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۲۰۴ ۔

دوم یہ کہ انھوں نے احمد شاہ ابدالی کے دھلی میں داخلے کی تاریخ کہی ھے[1] ، جو ۱۱۷۰ھ کا واقعہ ھے ۔

سوم یہ کہ میر قمرالدین منت نے عنفوان شباب میں (ریختہ میں) قائم سے استفادہ سخن کیا ۔ اس کا اظہار قائم[2] کے علاوہ مصحفی (ھندی ، ص ۲۳۰) قاسم (نغز ، جلد دوم ، ص ۲۱۵) خوب چند ذکا (عیارالشعرا ، ورق ۳۶۴ ب) اور بینی نرائن جہاں (دیوان جہاں ، ورق ۱۰۶ الف) نے بھی کیا ھے ۔ منت اگر ۱۱۵۶ھ میں پیدا ھوئے[3] تو قائم سے تلمذ کے وقت ان کی عمر پندرہ سال تو ضرور ھوگی ۔ گویا یہ بھی ۱۱۷۱ھ کے قریب کی بات ھوئی ۔

ان شواھد کی موجودگی میں اس بارے میں شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رھتی کہ قائم ۱۱۶۹ھ ، ۱۱۷۰ھ اور اس بعد بھی دھلی میں موجود تھے ۔

آدھر 'مخزن نکات' کی عبارت اور قطعۂ مذکورہ کو بھی

۱- کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۴۰ و ۴۱ ۔

۲- ''قمرالدین متخلص بہ منت ، نوجوانے است از نجیب زادھائے بلدۂ سونی پت ۔ ۔ ۔ ۔ از بدو شباب بہ قافیہ سنجی مشغول است و مشق سخن پیش فقیر مؤلف می نماید'' (مخزن نکات ، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری ، ص ۱۶۶ و ۱۶۷) ۔

''اشعارے چند بخدمت میر نورالدین دھلوی نوید تخلص می گذرانید و چوں در سن سیزدہ سالگی فی الجملہ دستگاھے دریں فن بہم رسانید حلقۂ شاگردی میر شمس‌الدین فقیر بگوش ارادت انداختہ'' (تذکرۂ عشقی ، ورق ۸۳) ۔

منت کو ریختہ میں قائم سے اور فارسی میں میر شمس‌الدین فقیر سے تلمذ تھا (مصحفی ، ذکا ، قاسم ، بے جگر وغیرہ) ۔

۳- 'نظام‌الدین ممنون' از کاب علی خاں فائق رام پوری (بہ حوالۂ علی ابراھیم خاں) 'صحیفہ' جولائی ۱۹۶۴ء ، ص ۶۱ ۔

محض شاعر کا تخیل کہہ کر مسترد نہیں کیا جا سکتا ـ چنانچہ ان کوائف کی روشنی میں واقعات کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ ۱۱۶۸ھ میں قائم دھلی سے چلے گئے لیکن اگلے سال پھر آئے ، نواب نعمت اللہ خاں کے صاحبزادے کی شادی میں شرکت کی ، اس کے بعد یا تو ابدالی کے دھلی میں داخلے تک وہیں مقیم رہے یا دوبارہ واپس آئے اور سودا کو اپنے سامنے ھی رخصت کیا ـ اس کے بعد بھی وہ (بقول قاسم) دو ایک بار دھلی گئے ـ دھلی اور دھلی والوں سے ان کے قدیم روابط کے پیش نظر یہ فطری بات بھی تھی ـ قیام بھی کئی کئی ماہ رہتا ہوگا ـ منت نے بھی کسی موقع پر اصلاح سخن کے لیے ان سے رجوع کیا ہوگا ـ بہرکیف بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ قائم کا دھلی سے رابطہ کمزور پڑتا گیا اور قیاس یہ ھے کہ ۱۱۷۲ھ کے بعد وہ ایک یا دو بار سے زیادہ وہاں نہ گئے ہوں گے ـ

قائم کے متعلق دو غلط فہمیوں کا ازالہ ضروری معلوم ہوتا ھے : ایک یہ کہ قائم ، شاہ عالم کے توپ خانے میں داروغہ تھے ـ دوسری یہ کہ ان کی زندگی کا زیادہ حصہ دھلی میں بسر ہوا ـ

شاہ عالم ثانی کے توپ خانے سے قائم کے تعلق کی روایت بھی حقیقت سے اتنی ھی بعید ھے جتنا کہ شاہ موصوف کا سودا سے تلمذ ـ شہزادہ عالی گوھر ، مئی ۱۷۵۸ع میں عمادالملک کے خوف سے دھلی سے بھاگ کر مشرق اضلاع میں پناہ لیتا ھے اور تیرہ (۱۳) سال سے زیادہ کی جلاوطنی کے بعد ۲۵ دسمبر ۱۷۷۱ء (۱۱۸۵ھ) کو شاہ عالم ثانی کی حیثیت سے دھلی میں پہلی بار داخل ہوتا ھے ـ قائم اور سودا دونوں اس تاریخ سے بہت پہلے دھلی سے مراجعت کر چکے تھے ـ بادشاہ سلامت الہ آباد سے دھلی آتے ہوئے فرخ آباد بھی آترے تھے ـ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ھے کہ سودا

نے اس موقع پر ۹۲ شعر کا ایک قصیدۂ تہنیت[1] (اور ایک رباعی[2]) لکھ کر مغل تاجدار سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہوگا ۔ لیکن جس عالم میں شاہ عالم ثانی سفر کر رہے تھے اس سے یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ انھیں سودا کو اپنا استاد بنانے یا شعر و شاعری کرنے کا خیال آیا ہو ۔ قائم کو تو شاید بادشاہ کی زیارت کرنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا ، چہ جائے کہ ان کی ملازمت کا شرف حاصل ہوا ہو ۔

رہی دوسری غلط فہمی ، تو اگر ہم یہ مان لیں کہ قائم پندرہ (۱۵) سال کی عمر میں دھلی آئے اور وھاں ان کا قیام ۱۱۷۲ھ تک بھی تسلیم کر لیں تو بھی دھلی میں ان کی عمر کا ایک حصہ—تقریباً بیس (۲۰) سال—بسر ہوا جو خاصی بڑی مدت ہے، پھر بھی اسے 'زندگی کا بیشتر حصہ' سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا ۔

قائم اپنے وطن میں

قائم کا بیان ہے کہ دھلی سے وہ اپنے وطن چلے گئے اور وطن سے ان کی مراد چاند پور ھی ھو سکتی ہے ۔ جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں ، وہ چاند پور جانے کے بعد بھی کئی سال تک برابر دھلی جاتے اور مہینوں قیام کرتے رہے - ۱۱۶۸ھ سے ۱۱۷۲ھ تک یہ کیفیت رھی ، اس کے بعد دھلی سے ان کا تعلق برائے نام رہ گیا جس کی وجہ وھی دگر گوں سیاسی حالات تھے اور سودا کے فرخ آباد چلے جانے سے یہ رشتہ اور بھی کمزور ہو گیا تھا ۔

اسی ضمن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ قائم اپنے استاد سودا کے ساتھ کیوں نہ چلے گئے ؟ گمان یہ ہے کہ سودا

۱- کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۲۶۷ تا ص ۲۶۹ -
۲- ایضاً - ص ۳۵۴ -

کے سامنے چونکہ کوئی واضح منزل نہ تھی اس لیے اس غریب‌الوطنی کے عالم میں نہ تو انھوں نے قائم سے چلنے کے لیے اصرار کیا ہوگا اور نہ ھی قائم نے ۔ نیز قائم دھلی سے آ کھڑے تو انھوں نے اپنے وطن کا رخ کیا ۔ سودا کے لیے تو جو کچھ تھا دھلی ھی تھا ۔ دونوں کی مراجعت میں فرق تھا ۔ ایک کے لیے یہ ھجرت تھی ، دوسرے کے لیے وطن کو واپسی اور ھجرت کے مقابلے میں قائم کا اپنے وطن کی واپسی کو ترجیح دینا ایک فطری بات تھی ۔

۱۱۷۲ھ[1] سے لے کر ۱۱۸۵ھ تک تیرہ (۱۳) سال کا عرصہ ایسا ھے جس کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ قائم کہاں رھے ؟ کتنے عرصے تک رھے ؟ اور کس حال میں رھے ؟ اس دوران میں روزگار کی تلاش میں سرگرداں و پریشان وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتے رھے ۔ چاند پور کے علاوہ بسولی اور بریلی کا قیام خود ان کے کلام سے ثابت ھے ۔ امروھہ ، سنبھل ، مرادآباد اور آنولہ بھی گئے ھوں گے ۔ لیکن جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ھوں ، وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان مقامات پر ان کا قیام کس وقت رھا ، اور کتنے دن تک رھا ۔ قیاس کے سہارے اتنا کہا جا سکتا ھے کہ اس مدت کا زیادہ حصہ چاند پور میں بسر ھوا ھوگا ۔ 'مثنوی در توصیف ھولی' (جلد دوم ، ص ۱۹۷ تا ۲۰۲) قیام چاند پور کے زمانے میں ھی لکھی گئی ۔ 'کنور' کے بارے میں معلوم نہیں کہ یہ کون تھے ، البتہ مثنوی کے پر بہار ماحول اور طرب سے بھر پور لب و لہجے سے یہ خیال

۱۔ راجہ رام پرشاد کے 'دولت خانہ' کی تعمیر پر قائم کا کہا ھوا قطعۂ تاریخ (جلد دوم ، ص ۴۲ - ۴۳) ھے جس سے ۱۱۷۲ھ برآمد ھوتے ھیں ۔ راجۂ موصوف کے بارے میں کچھ معلوم نہ ھو سکا ورنہ اس وسیلے سے یہ پتا چل جاتا کہ قائم اس وقت کہاں مقیم تھے ۔

ہوتا ہے کہ یہ قائم کی جوانی کی تخلیق ہوگی جب کہ ان کے اندر رنگ و آہنگ اور بہار سے محظوظ ہونے کا جذبہ ہنوز موجود تھا۔

بقول مصحفی، قائم اپنے ضبط شدہ 'دیہات قدیم ملک و یومیہ' بحال کروانے کے لیے لکھنؤ گئے۔ یہ آصف الدولہ کے عہد وزارت کی بات ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ کیا قائم کو ورثے میں ملا تھا؟ ان میں سے کچھ نہ کچھ، بلکہ بیشتر، خود ان کا پیدا کردہ ہوگا۔ دہلی میں انھوں نے اگر کچھ پس انداز کیا بھی ہو تو وہ اتنا نہ ہوگا کہ اس سے املاک و دیہات خریدے جا سکتے اور پھر روزینہ تو خریدا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اس کا جواب یہی ہوگا کہ ان املاک کا بڑا حصہ دہلی سے آنے کے بعد حاصل کیا گیا جس کے لیے وہ یقیناً امیرالامراء نواب نجیب الدولہ کے ممنون احسان ہوں گے۔ نجیب الدولہ اپنے زمانے میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے اور ان سے قائم کی وابستگی کوئی غیر متوقع بات نہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ چاند پور کی محال بھی نجیب کی جاگیر میں شامل تھی۔ نجیب کی وفات پر فارسی میں ان کا کہا ہوا قطعۂ تاریخ (آہ نماند بخشی الملک) بھی ہے۔ نجیب الدولہ کے علاوہ ان کے دیوان راجہ گلاب رائے (جنھیں قائم نے اپنے شہر آشوب میں حاکم ضلع کی حیثیت سے متعارف کروایا ہے) ان کے بھتیجے اور قائم کے شاگرد، لالہ نول رائے وفا[1] نیز 'مثنوی در توصیف ہولی' والے 'کنور' بھی قائم کے ساتھ سلوک کرتے رہے ہوں گے۔ غرض یہ کہ ان جیسے قدر دانوں اور سخن پروروں کے طفیل قائم نے اپنے

۱۔ یہ راجہ نول رائے نہیں ہے جو صفدر جنگ کے نائب کی حیثیت سے احمد خاں بنگش سے لڑتا ہوا 'خدا گنج' کے معرکے میں کام آیا (۱۰ رمضان ۱۱۶۳ھ، مطابق ۲ اگست ۱۷۵۰ء)۔

وطن میں چند سال فراغت اور آسائش سے بسر کیے جس کی یاد آنے والے پر آشوب زمانے میں انھیں بار بار ستاتی رہی :

ہو جے غریب یک دو جہاں بیش تر کہ آہ
جاتی نہیں ہے دل سے ہوائے وطن ہنوز

غربت میں مرا حال جو دیکھے ہے تو قاصد
زنہار نہ کہیو اسے یاران وطن میں

مانند نگیں چاہے اگر نام کو قائم
باہر نہ قدم رکھیو مری جان تو گھر سے

نجیب‌الدولہ کی گرتی ہوئی صحت اور ان کے علاقے پر جاٹوں و سکھوں کی روز افزوں تاخت و تاراج نے قائم کا سکون بھی درہم برہم کر دیا ۔ نجیب کی وفات (۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ع) کے بعد تو حالات اور بھی ابتر ہو گئے ۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قائم اپنی املاک کے بدستور مالک رہے (روہیل کھنڈ پر ۱۱۸۸ھ میں اودھ کا تسلط ہونے کے بعد آصف‌الدولہ کے زمانے میں بہت سے دوسرے لوگوں کے ساتھ قائم کی جائداد بھی ضبط ہوئی ہوگی) لیکن حالات کی ابتری کا ان کی جملہ آمدنی پر اثر انداز ہونا ناگزیر تھا ۔ چنانچہ قائم وطن سے دوسری بار مراجعت کرنے پر مجبور ہو گئے ۔[1]

۱- ایک قطعۂ تہنیت (کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۳۷) میں قائم نے اپنے ممدوح کو شاہ عالم کی جانب سے خلعت ملنے پر مبارک باد دی ہے ۔ نجیب‌الدولہ کی وفات پر شاہ عالم ثانی نے ان کے جانشین نواب ضابطہ خاں کو بھی خطاب امیرالامرائی اور خلعت سے مفتخر فرمایا تھا جسے نواب موصوف نے ۲۹ دسمبر ۱۷۷۰ع (۱۱۸۴ھ) کو زیب تن کیا ۔ یہ قطعہ اگر اس موقع پر لکھا گیا ہے تو اس تاریخ تک قائم کی اپنے 'وطن' میں موجودگی بھی ثابت ہے ۔ بصورت دیگر نجیب کی زندگی کے آخری چار سالوں میں (۱۱۸۰ھ - ۱۱۸۴ھ) حالات کی ابتری کے پیش نظر ، کسی وقت بھی وطن سے ان کی مراجعت ممکن ہے ۔

وطن سے دوسری بار مراجعت اور قیام امروهه و بسولی وغیرہ

قائم کی آئندہ منزل کون سی تھی ؟ قدرت اللہ قاسم رقم طراز هیں :

''مدتے در حضرت دهلی اقامت گذیدہ ۔ در آخرها قاضیِ قصبۂ امروهه شدہ ۔ بعد نصبش بدیں منصب شریف یک دو مرتبہ بہ شاہ جہاں آباد ۔۔۔۔۔ بہ ملاقات اصدقا و اکابر شہر فائز گشتہ مراجعت نمود و از همانجا بجوار رحمت حق جا فرمود'' (نغز ، جلد دوم ، ص ۸۲)

قاسم ایک هی سانس میں کئی باتیں کہه گئے هیں جس میں انهوں نے بُعدِ زمانی کو ملحوظ نہیں رکھا ۔ قائم کا آخر عمر میں امروهه کا قاضی مقرر هونا ، پھر دهلی جانا اور امروهه هی میں انتقال هونا ، محل نظر ہے ۔[1] قائم اگر امروهه کے قاضی مقرر هوئے تھے تو بھی یہ آخر عمر کی بات نہیں هو سکتی ؛ اس کے بعد وہ بیس سال سے کم زندہ نہ رہے هوں گے ۔ دوسرے ان کا انتقال امروهه میں نہیں هوا ۔

البتہ امروهه میں ان کا قیام دلچسپی سے خالی نہیں ۔ داخلی شواهد سے اس بات کی تصدیق هو جاتی ہے کہ قائم کو کسی 'چھوٹی سی بستی' کا قاضی مقرر کیا گیا تھا لیکن ان سے پہلے جو شخص اس منصب پر فائز تھا اس نے ان کے حق میں دست بردار هونے سے انکار کر دیا اور ایسا معلوم هوتا ہے کہ قائم نے عاجز آ کر خود هی پسپائی اختیار کی ، جیسا کہ قطعہ ۲۴ (جلد دوم ، ص ۳۸ - ۳۹) سے ظاهر هوتا ہے ۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قائم کے 'قبلہ گاها' کی طرف سے 'صاف جواب' هی ملا یا کچھ اور

۱۔ ذکا بھی یہی لکھتے هیں کہ قائم امروهه کی قضات پر فائز هو گئے تھے اور وهیں ان کا انتقال هوا ۔ (عیارالشعرا ، ورق ۳۰۰ ب)

بھی ھاتھ آیا ؛ البتہ یہ حقیقت ھے کہ 'قاضی' اور قائم کے تعلقات نے خاصی ناخوش گوار صورت اختیار کر لی تھی کیونکہ قائم نے شکایت پر ھی اکتفا نہیں کیا بلکہ اور بھی کئی جگہ[1] قاضی موصوف کے خلاف اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا ھے ۔

مجموعۂ نغز میں 'قاضی' کی شخصیت سے متعلق اشارہ بھی ملتا ھے ۔ قاضی عبدالفتاح سنبھلی متخلص بہ قاضی کے ترجمے میں قاسم لکھتے ھیں :

''شاید قیام‌الدین علی در ھجو ملیح ھمیں قاضی رباعی[2] گفتہ باشد کہ بود و باش ھر دو بہ یک ضلع واقع شدہ'' (نغز ، جلد دوم ، ص ۸۹) ۔

قائم اگر امروھہ کی قضات پر فائز ھو گئے تھے[3] تو پھر یہ واقعہ کہاں پیش آیا ھوگا ؟ ھو سکتا ھے یہ سنبھل ھو ، جو قاضی عبدالفتاح کا اپنا وطن تھا اور جہاں پر ان کے اتنے اثرات تھے کہ ان کے مقابلے میں قائم کا پروانۂ تقرری بےمعنی ھو کر رہ گیا ۔ میر حسن کے بیان سے اس قیاس کی تائید ھوتی ھے ۔ قائم کے ترجمے میں وہ لکھتے ھیں :

''فقیر او را نہ دیدہ ۔ ۔ ۔ الحال در سنبھل مراد آباد است'' (شعرائے اردو ، طبع ثانی ، ص ۱۲۸-۱۲۹) ۔

۱۔ ملاحظہ ھو : کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۶۵ - ۶۸ و رباعیات نمبر ۷۸ ، ۷۹ ، ۸۰ اور متعلقہ حواشی ۔

۲۔ قاضی کی ھجو میں ایک رباعی نہیں بلکہ تین رباعیات اور ایک مخمس ھے ۔

۳۔ 'تاریخ امروھہ' از محمود احمد عباسی ، جلد اول (امروھہ ۱۹۳۰ع) میں امروھہ کے قاضیوں کا جو خاکہ دیا گیا ھے (ص ۳۸۷ - ۳۸۸) اس میں قائم کا نام شامل نہیں ھے ۔ یہ بہرحال حرف آخر نہیں ھے اور اس بات کا امکان پھر بھی موجود ھے کہ قائم امروھہ کے قاضی مقرر ھوئے ھوں ۔ قائم کے ایک شاگرد بہاری لعل طرز بھی امروھہ کے باشندے تھے ۔

'الحال' سے اگر ۱۱۸۸ھ تا ۱۱۹۲ھ مراد لیا جائے تو یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ سقوط روھیل کھنڈ کے بعد، لکھنؤ جانے سے قبل، سنبھل میں ان کا قیام رہا۔ بہ صورت دیگر یہ ترجمہ ۱۱۸۸ھ سے پہلے کا ہونا چاہیے، جو زیادہ قرین قیاس ہے۔ میر حسن، مرزا مظہر جان جاناں کے بارے میں بھی تقریباً یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں:

''الحال بہ طرف سنبھل، مراد آباد استقامت دارد۔''
(ص ۱۴۷)۔

اور مولانا عرشی نے 'دستورالفصاحت' کے مقدمے (ص ۶۵-۶۷) میں اس کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ ترجمہ ۱۱۸۴ھ یعنی (۱۷۷۰ع) میں لکھا گیا ہوگا۔ اس کا اطلاق قائم کے احوال پر بھی ہو سکتا ہے۔[1]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حالات سے مجبور ہو کر قائم دوسری بار اپنے وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوئے اور نجیب‌الدولہ کے خسر نواب دوندے خاں (متوفی ۱۷ اپریل ۱۷۷۱ع، مطابق ۲ محرم ۱۱۸۵ھ) کے علاقے میں پناہ لی۔ امروھہ اور سنبھل، دونوں دوندے خاں کی جاگیر میں تھے اور بسولی ان کا صدر مقام تھا۔ ممکن ہے کہ امروھہ کے بعد سنبھل کی قضات پر قائم کو منتقل کر دیا گیا ہو جہاں انھیں بعض ناخوش‌گوار حالات سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ پھر مایوس ہوکر انھوں نے بسولی کا رخ کیا جہاں لالہ ھلاس رائے

۱- امیر کے ترجمے میں میر حسن لکھتے ہیں: ''خان عالی شان محمد یار خان المتخلص بہ امیر - - - از محمد قائم مشورہ شعر دارد۔ خدا قائم دارد'' (ص ۱۳)۔ امیر ۱۱۸۴ھ میں قائم کے شاگرد ہوئے اور ۱۱۸۸ھ میں ان کا انتقال ہوا؛ چنانچہ یہ ترجمہ بھی ۱۱۸۸ھ سے پہلے لکھا گیا ہے۔

متخلص به رنگین[1] نے ضرور سہارا دیا ہوگا۔ بسولی کی کیچڑ کی ہجو[2] لکھنے کے بعد وہ ان کا ذکر اچھے الفاظ میں کرتے ہیں :

قائم نہ سخن کو دے بس اب طول
ٹک سوچ کے کر تو فکر معقول
اس جا کا گلہ ہے تجھ سے زیبا
رہتا ہو ہلاس رائے جس جا ؟

اس ہجو سے ضمنی طور پر یہ بھی پتا چلتا ہے کہ قائم نے کم از کم ایک برسات بسولی میں ضرور بسر کی ۔ نیز اس میں دربار جانے کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قائم کا یہ قیام نواب دوندے خاں کے زمانۂ حیات کی بات ہے ۔ (یعنی قبل از محرم ۱۱۸۵ھ) ۔

۱۱۸۷ھ (۱۷۷۳ع) سے پہلے قائم کم از کم ایک مرتبہ بریلی بھی گئے ۔ نواب عنایت خاں (متوفی ۱۱۸۷ھ) خلف اکبر حافظ الملک حافظ رحمت خاں کی مدح میں ان کا قصیدہ اسی سفر کی یادگار ہے ۔ بظاہر وہاں بھی مایوسی ہی کا سامنا کرنا پڑا ہوگا ورنہ راجہ بلاس رائے مہاراج[3] اور بریلی[4] ، دونوں کی ہجو کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی ۔

۱- لالہ ہلاس رائے پر بحث 'مثنوی در ہجو کیچڑ بسولی' سے متعلقہ حواشی میں ملاحظہ ہو ۔

۲- ملاحظہ ہو کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۱۸۰ تا ۱۸۳ اور متعلقہ حواشی ۔

۳- ایضاً ۔ قطعہ نمبر ۵ (ص ۳۱) و متعلقہ حواشی ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ہجو بسولی میں کہی گئی ہو (ہجو کیچڑ بسولی کے حواشی ملاحظہ ہوں)

۴- ایضاً ۔ رباعی نمبر ۵۷ (ص ۲۰) ۔

قیام ٹانڈا

مصحفی سے یہ بھی روایت ہے (تذکرۂ ہندی ، ص ۱۳) کہ نواب محمد یار خاں متخلص بہ امیر نے سودا اور سوز کو ٹانڈا آنے کی دعوت دی تھی ۔ جب ان دونوں میں سے کوئی فرخ آباد کی اقامت ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو قائم سے رجوع کیا گیا جو ان دنوں بسولی میں تھے ۔ یہ ٹانڈا چلے گئے (۱۷۷۱ع کے اواخر میں) سو روپیہ ماہوار مشاہرہ مقرر ہوا اور نواب نے ان کے آگے زانوے تلمذ تہہ کیا ۔ نواب محمد یار خاں رئیس ٹانڈا ، موسیقی اور شعر و سخن کے رسیا تھے اور وسائل آمدنی محدود ہونے کے باوجود ان کی سرپرستی اور سخن پروری کے طفیل شاعروں اور فن کاروں کی خاصی تعداد اس چھوٹے سے قصبے میں سمٹ آئی تھی ۔ اس کا اعتراف قائم نے بھی کیا ہے :

تجھ کو قائم رکھے اللہ بہت سا اے امیر
مجتمع سائے میں ہیں جس کے سخن داں اتنے

قائم کے علاوہ فدوی لاہوری ، میر محمد نعیم ، پروانہ علی شاہ مراد آبادی ، میاں عشرت ہزال اور حکیم کبیر سنبھلی اس محفل کے روح رواں تھے ۔ مصحفی کی ملاقات قائم سے اسی زمانے میں ہوئی ۔ یہ شعر و سخن کے میدان میں ابھی نو وارد ہی تھے اور گو ان دونوں میں استادی شاگردی کا رسمی رشتہ قائم نہ ہو سکا ہو، پھر بھی اس میں شبہ نہیں کہ مصحفی نے قائم سے اکتساب فن کیا ۔ قائم کا سلوک ان کے ساتھ سرپرستانہ تھا اور مصحفی اس کے معترف ہیں ۔ تقریباً ۲۳ سال بعد وہ ان صحبتوں کو یاد کرتے ہیں اور کف افسوس ملتے ہیں :

”با فقیر در عرصۂ قلیل بہ سبب سلیم مزاجی و نسبت تام شاعری رابطۂ شدید بہم رسانیدہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

واللہ کہ یاد آں صحبت گذشتہ داغ ناکامی بر دل دردمند می گذارد'' (ہندی ، ص ۱۷۹) -

لیکن سخن دانوں کا یہ مجمع اور شعر و شاعری کی یہ صحبتیں زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکیں اور ٹانڈے کا گوشہ عافیت بھی سکرتال کی آفت ناگہانی (فروری ۱۷۷۲ع) کی نذر ہو گیا ۔ قائم کا 'شہر آشوب'[1] ان ہی دل خراش واقعات سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے ۔ یہ ایک طرف روہیل کھنڈ کی تباہی کا نوحہ ہے اور دوسری طرف مغل بادشاہ کی ہجو ۔

داخلی شواہد سے یہ بات واضح ہے کہ یہ 'شہر آشوب' جس جگہ لکھا گیا وہاں کے حاکم ضلع کا نام راجہ گلاب رائے تھا ۔ نیز یہ کہ قائم اس 'ضلع' سے بھاگ کر کسی 'نواب' کے سائے میں پناہ لینا چاہتے تھے ۔ راجہ گلاب رائے[2] ، امیرالامراء نجیب‌الدولہ کے دیوان تھے (نواب ضابطہ خاں نے انھیں منصب دیوانی سے تبدیل کر کے کسی ضلع کا حاکم مقرر کر دیا ہوگا ۔ نجیب الدولہ ــ اور ضابطہ خاں ــ کی جاگیر اضلاعِ بجنور ، مظفر نگر ، سہارنپور وغیرہ پر مشتمل تھی) اس تعلق کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قائم ، ٹانڈا سے چل کر اپنے وطن میں پناہ گزین ہوئے ہوں گے اور حالات کے معمول پر آنے تک[3] وہیں مقیم رہے ہوں گے ۔

۱- ملاحظہ ہو : کلیات قائم ، جلد دوم ، ص ۵۶ تا ص ۶۵ اور متعلقہ حواشی ۔

۲- ایضاً ۔ قاسم (نغز ، جلد اول ، ص ۱۷۷ - ۱۷۸) نے جھمن لال کا ایک قطعہ بھی نقل کیا ہے جو راجہ گلاب رائے کی مدح میں ہے ۔

۳- آخری بند سے یہ واضح ہے کہ 'شہر آشوب' کی تصنیف کے وقت موسم برسات اپنے شباب پر تھا اور کثرت باراں کے سبب راستے بند ہوگئے تھے ۔ گویا ستمبر ۱۷۷۲ء تک قائم کا متوقع سفر ممکن نہیں ۔

پھر ابتری و بدحالی کے ہاتھوں بے بس ہو کر 'نواب' کے در دولت کا رخ کرنے پر مجبور ہوئے ہوں گے ۔ قائم کے اشارے سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ 'نواب' کون تھے لیکن قرائن سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کی مراد نواب محمد یار خاں[1] سے ہے ۔

دوسری مرتبہ ٹانڈے میں قائم کا قیام ۱۷۷۴ع (۱۱۸۸ھ) تک رہا ،[2] تا آں کہ ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ع کو میران کٹرہ کے معرکے میں حافظ رحمت خاں کام آئے اور نتیجے میں روہیلوں کی بساط سیاست الٹ گئی اور روہیل کھنڈ پر اودھ کا تسلط ہو گیا ۔

قیام لکھنؤ

اوائل ۱۱۸۸ھ (مارچ ، اپریل ۱۷۷۴ع) میں قائم نے ٹانڈا کی اقامت ترک کر دی ہوگی ، کیوں کہ اس کے بعد جو افراتفری پھیلی ہے اس میں ان کے مزید قیام کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا ۔ بعد ازاں ایک دو سال تک وہ کہاں رہے ؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ فرخ آباد کا سوال اس لیے پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں کا سکون بھی اختلال کی نذر ہو چکا تھا ؛ سودا کے فیض آباد جانے کا یہی سبب تھا ۔ ممکن ہے کہ سنبھل یا مراد آباد چلے گئے ہوں ، ممکن ہے چاند پور کی جانب کا رخ کیا ہو ؛ یہ

۱- ان کی مدح میں قائم کے دو قصائد (دہم و یازدہم) ہیں ۔ چند رباعیات و قطعات (جن میں 'نواب' سے خطاب کیا گیا ہے) بھی ان سے متعلق ہوں گے ۔ مزید حالات کے لیے دسویں قصیدے سے متعلق حواشی ملاحظہ ہوں ۔ دیگر تفاصیل 'شہر آشوب' کے تحت حواشی میں درج ہیں ۔

۲- قائم کے ترجمے میں قدرت اللہ شوق رقم طراز ہیں " برحال ایں ہیچ مداں اکثر شفقت می فرماید ، اتفاق صحبت داشتن وگپ زدن بسیار می افتد ، از چند مدت در رفاقت نواب محمد یار خاں امیر - - - - - بود" (طبقات الشعرا ، ورق ۷۷ - الف) گمان غالب ہے کہ یہ ترجمہ ۱۱۸۸ھ میں لکھا گیا ہے ۔

بھی ممکن ہے کہ یہ مدت رام پور میں بسر کی ہو۔ لکھنؤ جانے کا امکان بھی موجود ہے۔ بہر حال وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس دوران میں ان کا قیام کہاں رہا۔

شاہ کمال، تذکرۂ مجمع الانتخاب (نسخۂ رائل ایشیاٹک سوسائٹی، لندن) کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ وہ (کمال) آصف الدولہ کی وزارت کے ابتدائی ایام میں وارد فیض آباد ہوئے اور:

''بعد انقضاے سہ سال وارد لکھنؤ شدہ۔ چوں دلِ تودد منزل مائل شعر و سخن بود و در فیض آباد مذکور ہم ہمیں صحبت باعث قیام مرزا رفیع السودا مرحوم و مغفور کہ از فرخ آباد تازہ بموجب طلب نواب معزالیہ (شجاع الدولہ) حاضر شدہ بود و میاں حسرت صاحب و شاہ واقف صاحب نیز قیام داشتند و اکثر اہل سخن و مرثیہ گو میاں سکندر و گدا وغیرہ مجتمع بودند، بازار شعر و سخن ہندی بسیار گرم بود، گاہ گاہ شعر و غزل فقیر ہم می گفت، لیکن بہ نظر کسے نمی گذرانید۔ چونکہ فقیر در بلدۂ لکھنؤ رسیدہ بہ شاگردی میاں محمد قائم صاحب کہ شاعر بسیار مسلم الثبوت و شاگرد رشید مرزا صاحب مرحوم و مغفور بودند، در آمدہ مشق سخن می نمود''
(مجمع الانتخاب، ورق ۲ ب)۔

مجمع الانتخاب کے اس اقتباس کی روشنی میں شاہ کمال ۱۱۸۹ھ (۱۷۷۵ع) میں فیض آباد پہنچے ہوں گے جہاں سودا کو آئے ہوئے بھی زیادہ دن نہ گذرے تھے (کمال کے اس فقرے سے سودا کی فیض آباد میں آمد کی تاریخ سے متعلق غلط فہمی پیدا نہ ہونی چاہیے) نیز یہ کہ قائم فیض آباد نہیں گئے (ورنہ کمال نے اس امر کی بھی

صراحت کی ہوتی) بلکہ براہ راست لکھنؤ آئے اور جب ۱۱۹۲ھ میں کمال لکھنؤ آئے تو قائم وہاں پہلے سے مقیم تھے ۔

لکھنؤ میں قائم کی آمد کی صحیح تاریخ کا تعین نہیں ہو سکتا البتہ یہ واضح ہے کہ وہ ۱۱۹۰ھ کے لگ بھگ آئے ہوں گے ۔ یہاں ان کا قیام تین سال سے کم نہ رہا ہوگا[1] ۔ کمال رقم طراز ہیں :

"چوں فلک شعبدہ باز ہر جا کہ پیوستگی می بیند ، سنگ تفرقہ می اندازد و در مقامے کہ دو ہمدم را قریب ملاحظہ می نماید ، دور می سازد ۔ دریں اثنا بعد یک دو سال حسب الطلب فیض اللہ خاں افغان[2] ، جانب رام پور رہ گرا گردیدہ" (ورق ۳ ، ب) ۔

پھر لکھتے ہیں کہ جب قائم جانے لگے تو میں نے سوال کیا کہ اب مشق سخن کس سے کروں گا ؟ انھوں نے کہا میاں قلندر بخش جرأت موجود ہیں ، اپنا کلام انہیں دکھلا لیا کرنا ۔[3]

کمال ۱۱۹۲ھ میں لکھنؤ آئے ، جس کے ایک دو سال بعد قائم نواب احمد یار خاں کی دعوت پر رام پور چلے گئے ۔ اس

۱- لکھنؤ کے دوران قیام میں قائم نے والی اودھ کی مدح میں دو قصیدے لکھے (ملاحظہ ہو : کلیات قائم جلد دوم ، قصیدۂ سوم و دوازدہم ، اور متعلقہ حواشی) ۔

۲- نواب فیض اللہ خاں ، نواب علی محمد خاں (متوفی ۱۱۶۲ھ) کے دوسرے بیٹے اور محمد یار خاں امیر کے بڑے بھائی تھے ۔ معاہدہ لال ڈانگ مؤرخہ ۷ اکتوبر ۱۷۷۴ء کی رو سے انہیں ریاست رام پور کا والی تسلیم کر لیا گیا ۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۷۹۴ء کو وفات پائی ۔ لیکن قائم ، نواب احمد یار خاں افسر کی دعوت پر رام پور گئے تھے ، جیسا کہ آگے چل کر قائم کے ترجمے میں کمال نے صراحت کی ہے (ورق ۱۵۴ - الف و ۱۵۲ - ب) نیز مصحفی کا بیان بھی یہی ہے (ہندی ، ص ۱۷۹) ۔

۳- سودا اور حسرت وغیرہ اساتذہ کی موجودگی میں قائم کا جرأت کی شاگردی اختیار کرنے کا مشورہ دینا توجہ طلب ہے ۔

حساب سے یہ ۱۱۹۳ھ یا ۱۱۹۴ھ کا واقعہ ہونا چاہیے ۔ نواب علی ابراہیم خاں کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے ۔ قائم کے ترجمے میں وہ لکھتے ہیں :

''الحال کہ سال ۱۱۹۴ ہجریست ، در ناحیۂ موطن خویش بسر می برد'' (گلزار ابراہیم ، مخطوطۂ برٹش میوزیم ، ورق ۱۹۳ الف)

اس سے اس بات کی صراحت تو نہیں ہوتی کہ قائم لکھنؤ سے کب گئے اور یہ کہ رام پور ہی گئے ، البتہ ان دونوں بیانات سے یہ واضح ہے کہ قائم ۱۱۹۳ھ کے اواخر میں یا شروع ۱۱۹۴ھ میں لکھنؤ سے مراجعت کر چکے تھے ۔

ان کی آئندہ منزل رام پور تھی ۔

رام پور کے دوران قیام میں قائم نے ایک بار[1] لکھنؤ کا سفر اور بھی کیا ۔ یہ ۱۷۸۹ع (۱۲۰۳ھ) کے بعد کی بات ہے جب کہ شہزادہ سلیمان شکوہ دھلی سے پر اسرار طور پر فرار ہو کر لکھنؤ مین اپنا دربار جما چکے تھے ۔ قائم نے ان کی مدح میں قصیدہ کہا ۔[2] اس میں 'حسن طلب' کے دو شعر توجہ طلب ہیں :

پر ان دنوں میں ہے بس اضطرار سے دل کا
بسان زورق گرداب دیدہ ، حال تباہ

۱۔ تذکرۂ ھندی کے مخطوطۂ برٹش میوزیم میں ''در لکھنؤ مکرر گذر افگندہ'' ہے (مطبوعہ نسخے میں 'مکرر' درج نہیں ہے) ۔ یہ بات تو وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ قائم دو مرتبہ لکھنؤ گئے ، لیکن سیاق و سباق کی روشنی میں اس 'مکرر' کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ انھوں نے صرف 'دیہات قدیم و یومیہ وغیرہ' وا گذاشت کروانے کی غرض سے (اپنے تین چار سالہ قیام کے علاوہ) دوبار لکھنؤ کی مسافرت کی ۔

۲۔ ملاحظہ ہو : کلیات قائم ، جلد دوم قصیدہ چہارم و متعلقہ حواشی ۔

یقیں ہے منزل مقصود کو پہنچتا ہوں
جو چند گام ہو ہمت تری مرے ہمراہ

مصحفی کا بیان ہے کہ اپنے ضبط شدہ املاک و دیہات کو واگذاشت کروانے کی غرض سے قائم نے لکھنؤ کا سفر کیا اور اپنے قصبے کے عامل کے نام ضروری احکامات لے کر لوٹے ۔ اس کامیابی کا سہرا راجہ ٹکیت رائے[1] کے سر ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انہیں 'منزل مقصود' تک پہنچانے میں شہزادۂ موصوف کی کوشش اور رسوخ کو بھی ضرور دخل ہوگا ، ورنہ یہ حقیقت ہے کہ اس سے پہلے اپنے کئی سال کے قیام کے بعد بھی قائم کو لکھنؤ سے ناکام ہی واپس جانا پڑا تھا ۔

قیام رام پور

۱۱۹۴ھ (۱۷۸۰ء) سے وفات تک قائم کا قیام رام پور ہی میں رہا ۔ تقریباً چودہ (۱۴) سال کے عرصے میں وہ ضرورتاً ہی باہر گئے ۔ ایک بار لکھنؤ کا سفر بھی کیا ، لیکن اب وہ رام پور کو اپنا وطن بنانے پر مجبور ہو گئے تھے ۔ زمانے کے حوادث سہتے سہتے قنوطیت اور بیزاری کا غلبہ ہو رہا تھا ۔ صحت بھی جواب دینے لگی تھی ۔ رام پور کے علاوہ اب کوئی اور ٹھکانا بھی نہ رہا تھا ۔ اگر لکھنؤ میں خاطر خواہ پذیرائی ہوئی ہوتی تو وہاں سے آنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا ، اس لیے انہوں نے یہی طے کر لیا کہ زندگی کے باقی ایام رام پور ہی میں گزار دیں ۔

۱۔ آصف الدولہ کے برسر اقتدار آنے پر عہدوں کی نئی تقسیم ہوئی تو ٹکیت رائے کو عہدۂ دیوانی تفویض ہوا (تاریخ اودھ از حکیم نجم الغنی ، طبع ثانی ، جلد سوم ص ۱۳۳) خطاب راجگی سے بھی نوازے گئے ۔ ۱۲۱۴ھ میں بہ عہد نواب سعادت علی خان ان کا انتقال ہوا ، کوئی اولاد نہ چھوڑی (تاریخ اودھ ، جلد چہارم ، ص ۱۵) شعر و سخن اور علم و فضل کے قدر دان تھے ۔ قمرالدین منت اور شاہ کمال بھی ان کے در دولت سے منسلک رہے ہیں ۔

کچھ عرصہ پہلے جو قائم ، نواب آصف‌الدولہ والیِ اودھ کے دربار میں ببانگ اپنی عظمت کا اعلان کر سکتے تھے وھی قائم رام پور آنے کے بعد ایک رئیس زادے (نصراللہ خاں متخلص بہ سلطان) کے حضور میں مجسم عاجزی و بے چارگی نظر آتے ھیں ۔ یہ بھی اسی زمانے کی بات ھے کہ مولوی عنبر شاہ خاں آشفتہ رام پوری نے ان سے مشورۂ سخن کرنے کی خواھش ظاھر کی تو قائم نے انھیں اس 'شغل لا یعنی' سے باز رھنے کا مشورہ دیا :

"ھم نے مشق چھل سالۂ (۴۰) بلند پروازی طائر تفکر میں کیا آسماں کے تارے توڑے کہ آپ توڑیں گے اور ---- اس شغل لایعنی میں کون سے ذخیرے زر و سیم کے جوڑے کہ آپ جوڑیں گے"
(دستورالفصاحت ، حاشیۂ متن ص ۴۴) ۔

زمانے کی قدر ناشناسی کے قائم ھمیشہ شاکی رھے ۔ اس میں ھماری شاعری کی روایت کا بھی دخل ھے لیکن مندرجہ بالا اقتباس کی صداقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کے ایک ایک لفظ سے کہنے والے—اور راوی—کی ذھنی کیفیت پوری طرح عیاں ھے ۔

رؤسائے رام پور میں سے نواب نصراللہ خاں متخلص بہ سلطان[1] نواب احمد یار خاں متخلص بہ افسر[2] اور نواب غلام محمد خاں[3] قائم کے ممدوحین میں سر فہرست ھیں لیکن صلے میں انھیں وہ سکون اور فراغت نصیب نہ ھو سکی جس کی تلاش انھیں کشاں کشاں وھاں کھینچ لائی تھی ۔ ناچار وطن مالوف کی کشش نے

۱- ملاحظہ ھو : کلیات قائم ، جلد دوم ، قصیدۂ سیزدھم (ص ۱۳۲—۱۳۷) اور متعلقہ حواشی ۔
۲- ایضاً ۔ قطعہ نمبر ۱۲ (ص ۳۴) اور متعلقہ حواشی ۔
۳- ایضاً ۔ قطعہ نمبر ۲۹ (ص ۴۱ - ۴۲) اور متعلقہ حواشی ۔

پھر زور مارا - لیکن وطن واپس جانے کا انحصار اس بات پر تھا کہ ان کے ضبط شدہ املاک اور دیہات واگذاشت ہو جاتے، جس کی بحالی کے لیے وہ پہلے بھی سعی ناکام کر چکے تھے - اسی توقع پر انھوں نے دوسری بار لکھنؤ کا سفر کیا جس کا ذکر اس سے قبل کیا جا چکا ھے - اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (٦٥) سال زیادہ ہو چکی تھی -

وفات

وقت کے ساتھ ساتھ قائم کی صحت گرتی گئی - معاش کی طرف سے انھیں شاذ ھی اطمینان نصیب ھوا ھو، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ھوگا کہ ان کی مشکلات میں برابر اضافہ ھوتا گیا - قائم کے آخری زمانے کی یادگار ایک قطعہ ھے جس کا ایک ایک لفظ درد و اثر کی انتہائی کیفیت کا حامل ھے:

قادرا! جب تلک قویٰ تھے درست
صاحبا! جب تلک سہی تھا مزاج
نہ کسو در پہ لے گیا تو مجھے
اھل دنیا کا جس طرح ھے رواج
نہ لوایا کسی سے باج مجھے
نہ دلایا کسی کو مجھ سے خراج
گھر ھی بیٹھے دیا تو بے منت
تھا مرا جس قدر کہ مایحتاج
اب کہ ھیں جگ سے آسماں کے حواس
منتشر مثل پنبۂ حلاّج
ضعف سے گھر کے آستانے کو
پار ھونا ھے اک بڑی معراج
ایسے احوال میں کرے ھے مجھے
کس در و دربان کا محتاج

لکھنؤ کے سفر اور دیہات و املاک کی بحالی کے بعد قائم کی معاشی حالت سنبھل گئی ہوگی اور مسلسل کشمکش کے بعد آخری ایام میں انھیں یہ سکون ضرور ہوگا کہ اپنے اہل و عیال کو وہ دوسروں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ رہے ہیں ، لیکن مضمحل قویٰ کا بحال ہونا آسان نہ تھا ۔ آخری وقت آن پہنچا تھا ۔ مرنے سے پہلے انھوں نے آخری بار وطن کا سفر کیا اور اپنے قصبے کے عامل کے نام ، جائداد کی بحالی سے متعلق ، لکھنؤ سے حاصل کردہ احکامات پر عمل در آمد کروانے کے بعد وہ رام پور واپس لوٹ آئے ۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ جائداد کی آمدنی بدستور ناکافی تھی اور رام پور سے انھیں جو کچھ سہارا تھا ، اس کی ضرورت ہنوز باقی رہی ۔ پھر جہاں دس سال سے زیادہ گزارے ہوں وہاں سے جذباتی لگاؤ ہو جانا بھی فطری بات تھی یا بہ صورت دیگر اگر قائم نے چاند پور میں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہوگا تو رام پور میں ان کی آمد دوستوں کو الوداع کہنے اور اپنا ساز و سامان درست کرنے کی غرض سے بھی ہو سکتی ہے ۔ بہرحال یہیں ان کا انتقال ہوا[1] اور نواب محمد یار خاں کے مقبرے میں دفن ہوئے ۔[2] جرأت نے تاریخ وفات

۱۔ مصحفی نے سب سے پہلے اس بات کی صراحت کی ہے کہ رام پور میں ان کا انتقال ہوا ۔ قاسم اور ذکا کا بیان کہ امروھہ میں وفات پائی ، یا عشقی کا یہ کہنا کہ ''در سنبھل ، مراد آباد بجوار رحمت ایزدی پیوست'' درست نہیں ہے ۔

۲۔ 'تکملۃ الشعراء' از شوق ۔ اقتباس مشمولہ 'انتخاب قائم' مرتبہ عابد رضا بیدار ، ص ۱۱ ۔ نیز 'انتخاب یادگار' حصہ دوم ، ص ۳۰۱ ۔

کہی :[1]

جب سیل فنا ملک حوادث میں بھی آ کر نسا گاہ
قائم کے جو تن کی تھی عمارت سو ڈھی لی زیست نے راہ
جرأت نے کہی رو کے یہ تاریخ وفات ''یکتائی'' کے ساتھ
''قائم بنیاد شعر ہندی نہ رہی کیا کہیے اب آہ''

آخری مصرع کے اعداد (۱۲۰۷) میں ''یکتائی'' کا ایک اضافہ کرنے سے اس مادہ سے ۱۲۰۸ھ برآمد ہوتے ہیں ۔

قائم کی وفات کے سات سال بعد علی لطف (۱۲۱۵ھ) نے سب سے پہلے ان کی تاریخ وفات کا ذکر چھیڑا ہے :

''شاید بارہ سو دس ہجری (۱۲۱۰ھ) میں آدھر ہی نواح وطن میں اپنے اس دار فانی سے سیر عالم باقی کی کی''۔ (گلشن ہند ، ص ۱۹۲) ۔

اس غلط فہمی کا اعادہ رام بابو سکسینہ[2](۱۹۲۷ع) تک بالعموم ، اور کہیں کہیں بعد میں بھی ، ہوتا رہا ۔ درمیان میں پروفیسر

۱- راقم کی نظر سے کلیات جرأت کے تین نسخے گزرے ہیں ، جو مجلس ترقی ادب (لاہور) ، کتب خانۂ انجمن ترقی اردو (کراچی) اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) کی زینت ہیں ۔ ان سب میں ، نیز 'تذکرۂ مجمع الانتخاب' اور 'دیوان قائم' مخزونہ انڈیا آفس لائبریری (حاشیہ ورق ۱۲۷ ۔ الف) میں یہ رباعی مستزاد شامل ہے ۔

۲- سکسینہ کی History of Urdu Literature (الہ آباد ۱۹۲۷ع) میں قائم کے ترجمے میں (ص ۹۷) ایک جگہ ۱۲۱۰ھ اور دوسری جگہ ۱۲۰۸ھ سن وفات دیا گیا ہے لیکن اردو ترجمے میں، ۱۲۱۰ھ ہی برقرار رکھا گیا ہے ۔

گارساں دتاسی[1] نے جرأت کی مندرجہ بالا رباعی کی نشان دھی کر کے اس سے ۱۲۰۷ھ اخذ کیے ھیں جس میں ظاھر ھے کہ تعمیہ کا عدد شامل نہیں کیا گیا ھے ۔ موصوف نے از راہ احتیاط ۱۲۰۷ھ اور ۱۲۱۰ھ کے درمیان وفات ھونا قرار دیا ھے ۔ اسی مادۂ تاریخ سے پروفیسر بلوم ھارٹ نے ۱۲۰۲ھ اخذ کیا ھے[2] جو یقیناً درست نہیں ھے ۔

صحیح تاریخ کی دریافت کا سہرا (غالباً) مولوی عبدالحق مرحوم کے سر ھے جنھوں نے 'مخزن نکات' کے مقدمے میں (۱۹۲۹ع) اس مادۂ تاریخ کی اساس پر ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳-۹۴ع) کو قائم کا سن وفات قرار دیا ھے ۔

سیرت

قائم کی سیرت کا مطالعہ کرنے کے لیے دو ماخذ ھمارے پیش نظر ھیں ۔ ایک ، معاصر تذکرہ نگاروں کی آراء ؛ دوسرے ، شاعر کا اپنا کلام ۔

تذکرہ نگاروں نے قائم کی سیرت پر تبصرہ کرتے ھوئے لکھا ھے کہ وہ متواضع ، خلیق اور 'آدم بامزہ' ھونے کے ساتھ ساتھ فقر و قناعت میں بسر کرتے اور اھل اللہ کی صحبت کے دل دادہ تھے۔ مثلاً قدرت اللہ شوق لکھتے ھیں :

> "بسیار آدم بامزہ و اھل درد ، متواضع ، خلیق ، مہذب صورت ، پاکیزہ سیرت ، نہایت پرگو و خوش مقال و در فنون سخن‌وری باکمال . . . . ."۔ (طبقات الشعراء ، ورق ۷۷ الف)

۱- Histoire de la Litterature Hindouie et Hindoustanie پیرس ۱۸۷۰ع ، جلد اول ص ۳۶۲ -

۲- Catalogue of the Hindustani Mss. in the Library of the India Office لندن ۱۹۲۶ع ، ص ۷۵ -

شاہ کمال رقم طراز ہیں :

''بسیار مرد بزرگ و اہل کمال و پشت پا ما سواللہ زدہ ، مکتوب فقر و قناعت نیز درینولا بیش بودند . . .''
(مجمع الانتخاب ، ورق ۱۵۳ ب) ۔

عشق و مبتلا میرٹھی کی رائے ہے :

''طبع سلیم و مزاج مستقیم داشت . . . جامے از خمخانۂ عرفان تیز بے پیمود و علی الدوام طالب صحبت اہل اللہ بود . . . .''
(طبقات سخن ، ص ۳۸۲) ۔

مصحفی نے 'سلیم مزاجی' کے ساتھ ان کی 'کم دماغی' کا بھی ذکر کیا ہے ۔ (ہندی ، ص ۱۷۹) ۔

مطالعۂ سیرت کے لیے ہمارا دوسرا ماخذ شاعر کا اپنا کلام ہے جس کی وساطت سے قائم کی زندگی کے کچھ اور پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں ۔ کلام کی روشنی میں ان کی زندگی کے دو مختلف ادوار قرار پاتے ہیں ۔ ان ادوار کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں ۔ پہلا دور سن بلوغت سے لے کر تیس پینتیس سال کی عمر تک ہے ۔ یہی وہ زمانہ ہے جس کے بارے میں میر نے ان پر خیرہ وطیرگی اور حسن پرستی[1] کا فقرہ چست کیا ہے ۔ اس میں شبہ نہیں کہ اٹھارویں صدی عیسوی کے ہمارے معاشرے میں جذبۂ حسن پرستی ، اپنے جملہ لوازم کے ساتھ ، کوئی معیوب فعل نہیں سمجھا جاتا تھا اور یقیناً اس جذبے کے بعض مستحسن پہلو بھی ہو سکتے ہیں ، لیکن قائم کے ہاں کہیں کہیں اس کا جو روپ پایا جاتا ہے اس

۱۔ ''مردیست حسن پرست و نوکری پیشہ ، نیک اندیشہ'' قائم سے متعلق شورش کا یہ تبصرہ بھی میر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے ۔

کی خواہ کوئی بھی تاویل پیش کی جائے[1] مگر یہ حقیقت ہے کہ ایسی باتوں کا کھلے بندوں اظہار ہمارے آج کے معاشرے میں پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا جائے گا۔

سیاسی خلفشار اور معاشی انتشار کے باوجود دھلی میں گزارا ہوا وقت قائم کی زندگی کا بہترین دور کہا جا سکتا ہے۔ دھلی سے مراجعت کے بعد پے در پے جن حوادث سے انھیں دو چار ہونا پڑا، قائم کی حساس طبیعت نے ان کا شدید رد عمل قبول کیا اور رفتہ رفتہ اس نوجوان شاعر پر خدا پرستی، فقر و قناعت اور درویشی کا رنگ چڑھتا گیا۔ قائم کی سیرت کا یہ دوسرا رخ یا دور ہے۔ اس زمانے میں انھوں نے سعدی کے طرز پر متعدد سبق آموز اخلاقی حکایات لکھیں اور 'رمزالصلوات' جیسی مثنوی تصنیف کی جس میں نماز کے رموز و نکات دلچسپ پیرائے میں نظم کیے گئے ہیں۔ مصحفی، شوق اور شاہ کمال نے قائم کو اسی روپ میں دیکھا ہے۔

۱۔ قدیم تذکروں میں کلام کے جو نمونے شامل کیے گئے ہیں ان کی وساطت سے انتخاب کنندہ کی ذاتی پسند کے علاوہ عصری رجحان اور قبول عام کے معیار کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شوق نے قائم کی جن مثنویات کا انتخاب شاملِ تذکرہ کیا ہے ان میں 'ہجو طفل پتنگ باز' اور 'ہجو در مذمت گوزی' کے اقتباسات بھی شامل ہیں۔ تذکرہ شاہ کمال میں بھی یہ دونوں مثنویات درج ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان مؤلفین میں سے ایک اپنے زمانے کا مستند عالم ہے اور دوسرا ایک صوفیٔ باعمل اور درویش صفت انسان ہے۔ اس قسم کی دوسری مثالوں اور توجیہات سے قطع نظر قائم کی موافقت میں بھی یہی دلیل پیش کی جائے گی کہ بلاشبہ اس قسم کے ہجویہ کلام سے عصری رجحان کی تشفی اور ترجمانی ان کا مقصود رہی ہوگی۔

سیاسی خلفشار اور معاشی حالات کی عدم استواری کے ساتھ ساتھ فن کی کساد بازاری اور زمانے کی قدر ناشناسی نے قائم کے مزاج میں تلخی، جھنجھلاہٹ اورکم دماغی کی وہ کیفیت پیدا کر دی جس کی طرف مصحفی نے اشارہ کیا ہے۔[1] اس قسم کے جذبات کا اظہار قائم کے ہاں بار بار ملتا ہے:

طلب کمال کی کوئی نہ کیجیو زنہار
کہ میں یہ کر کے فضولی بہت زیاں دیکھا

گر چہ بلبل ہوں میں قائم ولے اس باغ کے بیچ
فرق کوئی نہ کرے گل کو جہاں خار کے ساتھ

قائم میں عندلیب خوش آہنگ تھا، پہ حیف
زاغ و زغن کے ساتھ کیا ہم قفس مجھے

قائم سا عزیز خوار ہو حیف
ہند میں کوئی قدر داں نہیں ہے

میں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ قائم امرا کی صحبت کے دل دادہ تھے۔ اس رائے کا اطلاق بھی در اصل ان کی زندگی کے دور اول پر ہوتا ہے کیونکہ بعد میں وہ درباری ماحول سے گریز کرنے لگے تھے اور امرا کا قرب بھی معاش کی خاطر مجبوراً گوارا کرنا پڑتا تھا۔[2]

قائم کے کردار کا ایک دلچسپ پہلو یہ بھی ہے کہ اپنی

---

۱ و ۲۔ قیام ٹانڈا کے دوران میں قائم کی بیزاری اور دل برداشتگی کا یہ عالم تھا کہ بقول مصحفی ''کاغذ ہائے مسودۂ اشعار نواب (محمد یار خاں) برائے اصلاح پیش او (قائم) می آید، از کم دماغی بدست مشورۂ فقیر می داد'' (ہندی، ص ۱۷۹)۔

تنک مزاجی کے باوجود 'مخزن نکات' میں کسی معاصر یا دوسرے شاعر کے لیے کلمۂ خیر کے سوا انھوں نے شاذ ھی کوئی نامناسب لفظ استعمال کیا ھوگا۔ شاہ ھدایت اور میر سے ان کے تعلقات تالیف تذکرہ کے وقت کچھ زیادہ خوش گوار نہ ھوں گے[1]، پھر بھی ان دونوں کا ذکر کرتے ھوئے انھوں نے کسی قسم کی تلخی کا مظاھرہ نہیں کیا ھے۔

کلام قائم (اور تذکرہ مخزن نکات) کے مطالعے سے یہ بھی پتا چلتا ھے کہ انھوں نے متداول درسیات کی تکمیل کر لی تھی، عربی زبان و ادب کی دست گاہ معقول تھی اور فارسی پر عالمانہ قدرت رکھتے تھے۔

قائم بہ حیثیت شاعر

ھمارے تذکرہ نگار اس بارے میں متفق ھیں کہ قائم استاد فن اور صف اول کے شاعر تھے۔ اختلاف رائے ھے تو اس پر ھے کہ ان کا مرتبہ اپنے دو عظیم معاصروں، میر و سودا کے مساوی ھے، آن سے بڑھا ھوا ھے یا فروتر ھے۔ اس سلسلے میں چند تبصرے نقل کیے جاتے ھیں۔

قدرت‌اللہ شوق رام پوری (طبقات الشعرا، ورق ۷۷ ب الف):

"نہایت پُر گو و خوش مقال و در فنون سخن وری باکمال۔ از خوش خیالان زمان و بلند فطرتان جہان، فکر صائب دارد و در نازک خیالی و معنی یابی داد سخن وری می دھد۔ اکثر یاران سخن را از

۱۔ ملاحظہ ھو: کلیات قائم، جلد اول، ص ۱۷۱ - ۱۷۲ ؛ جلد دوم، ص ۱۷۔

فیض صحبت او به مرتبۂ عالی رسانیده ۔ فضائل او از حیز تحریر بیرون است ۔''

غلام همدانی مصحفی (تذکرہ هندی ، ص ۱۷۹) :

''در پختگیِ کلام و چستیِ مصراع غزل و رویۂ قصیده و مثنوی وغیره موافقِ رواجِ زمانه دوش بدوشِ استاد راه می رود بلکه در بعض مقام غلبه می جوید ۔''

میرزا علی لطف (گلشن هند ، ص ۱۹۱-۱۹۲) :

''سچ تو یہ ہے کہ بعد سودا اور میر کے کسی ریختہ گو کی نظم کا نہیں یہ اسلوب ہے ۔ راقم آثم کو تو طور گویائی کا اس سخن آفریں کے نہایت مرغوب ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اگرچہ اقسام نظم میں کوئی قسم اس شیریں کلام سے نہیں رہی ہے لیکن رغبت طبیعت کے ساتھ غزل اور مثنوی بیش‌تر کہی ہے ۔''

شاه کمال‌الدین حسین کمال کڑا مانک پوری (مجمع الانتخاب ، ورق ۱۵۱ ب - ۱۵۲ الف) :

''در میان اهل سخن استاد عصر خویش و به فصاحت و بلاغت مانند مرزا رفیع السودا مرحوم و مغفور نظیرے نداشت و نیز شاگرد رشید مرزائے مرحوم و مغفور بودند و حین شاگردی که همسری از استاد داشت ، کسے نه دیده و نه شنیده ؛ و قبول اکثر استادان آن زمان برین هم بود که در فضل و هنر و روانیِ طبیعت بهتر از مرزائے موصوف بود ۔''

خلیفه غلام محی‌الدین قریشی عشق و مبتلا میرٹھی (طبقات سخن ، ص ۳۸۲ - ۳۸۳) :

"با مرزا رفیع السودا وغیرہ مدتے در شاہ جہان آباد هم مشقی ساخت و به خوش گوئی معروف و مشهور مانده ۔ تا حین حیات اوقات بخوبی گزرانیده از دفتر طبع رقم هاے تازه به دیوان روزگار رسانیده و به هدایت ازلی در علم سخن گوئی استاد وقت گردیده . . . . رباعیاتش چون ترکیب عناصر از چهار مصرعه باهم مختلط و مثنویاتِ دلآویز او مانند زلف و گیسوے خوبان با یک دگر مرتبط ۔ قصائدش در چمنستانِ فکر گل و ریحانِ بوستان دل پذیرے و غزلیات او را نظیرے با نظیرے ۔ شاهدان معانی در زیر نقاب الفاظش چهرهٔ وقت بر افروخته اند و آئینه رویان الفاظ بخال و خطِ دل نشینِ خود را با یار یوسفی فروخته ، پیچ و تاب مضامین چون طرهٔ دلآویز سلسله مویان رویش سنبلستان بهار و رنگینئی کلام عندلیبان چمن استعداد را سرمشق به گفتار کرسی نشینی ، استعارات او عرصهٔ فصاحت را کنگره ایست بلند و سجع گزینی کلماتش در عرض جوهر مدعا دل پسند آئینه داری یوسف طلعتانِ معنی از کلامش پیدا و شامه چینی عنبرین مویانِ سخن به زنجیرهٔ الفاظ هویدا ۔"

حکیم سید احمد علی خان یکتا لکهنوی (دستور الفصاحت ، ص ۴۳ - ۴۵) :

"شاعرے گزشته با قوت و تمکین ، کلامش پر مزه و نهایت متین ؛ دیوانش سراسر انتخاب و اشعار دلپذیرش مثلِ لآلی آب دار همه با آب و تاب ۔ تالیف کلمات و بندش الفاظ او ، اگر نگاه کنند ، قدم به قدم مرزا است ؛

و از برشتگی و شکستگیِ آن ، اگر گفته آید ، بے شبہ با میرؔ ہم ادا ست ۔ حق این ست کہ پایۂ کلام لطافت انجام این سخن طراز بہ ہیچ وجہ از کسے فروتر نیست ۔ عجب طرز لطیف و وضع نظیف اختیار کردہ کہ لطف و کیفیت ہر دو اوستاد را شامل ، بلکہ بہ بعض مقام ترجیح طلب است ۔ و فرق ہمین قدر است کہ آن بزرگ شاگرد مرزا است و بس ؛ لہذا مانند اوستاد خود جمیع اقسام را گفتہ و دادِ شاعری در ہر قسم ، نوعے کہ حق آن بودہ ، دادہ ۔ کلام این محقق نیز مثل اوستادانِ مسطور الصدر در موزونان بے تامل سند است و خود ہم نزد ہمہ سخن سنجان مسلم الثبوت و مستند ۔ فرق بندش قصیدہ از غزل ، و غزل از رباعی ، و رباعی از دیگر اقسام ، در کلیات ہمین صاحب انداز از ہم متمیز ؛ چہ ہر قسمے کہ گفتہ ، آن را از حدش ہرگز متجاوز شدن ندادہ ؛ بر ہمان انداز کہ وے را می بایست ، نگاہداشتہ است ؛ بہ خلافِ کلام دیگر اوستادان کہ غزل بعضے ازان ترقی نمودہ ، بہ منزلت قصیدہ رسیدہ و قصیدۂ بعضے فروتر شدہ مساویِ غزل گردیدہ ؛ و برین قیاس است حال دیگر اقسامِ در دواوین آنہا ۔“

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ (گلشن بے خار ، ص ۱۵۳) :

”شاعریست خوش گفتار بلند پایہ ، موزونیست عالی مقدار گران مایہ ، و آن چہ بعض ناشناسان سخن بہ مکانت سودا می شمارندش حرف در دیوانگی شان از جنون است ۔ از بہرہ اندوزان دانش نباید پستی زمین را با فراز

فلک یکے دانستن ، و اربابِ بصیرت چشم از حق نتوانند بست ، چگونه ذره را آفتاب می توان گفتن۔ بہر حال قائم در سخن دست گاہے دل پسند دارد گو به پایۂ سودا مباش ۔ احاطه بر اصناف او را میسر است لا سیّما در قطعات و رباعیات مضامینے که دلالت بر شوخیِ فکرش کند از طبعش تراویده ۔''

مولوی کریم الدین و فیلن (طبقات الشعراے ہند ، ص ۱۶۰ - ۱۶۱) :

'' عجب طرح کا شاعر خوش گفتار ، بلند مرتبه ، موزوں طبع ، عالی مقدار ہے که اس کی برابری اچھے اچھے شاعر نہیں کر سکتے کیوں که وہ شخص اس رتبے کا ہے که دیوان دیکھنے سے اس کی قدر کھلتی ہے ۔ بعض بعض آدمی جو که اس کو سودا سے بہتر کہتے ہیں ، حق یه ہے که سچے ہیں : اور بعضے کم مایه اور بے استعداد جو اس کو برابر سودا کے کہنے میں خیال سودا اور دیوانگی کا کرتے ہیں ، حقیقت یه ہے که وہ لوگ آگِ رشک میں جلتے ہیں ، کیوں که مثل اس کے شعر کہه نہیں سکتے ؛ خصوصاً قطعات اور رباعیات اس کی ایسی ہیں که باریک بین آدمیوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں جب اس کو مطالعه کرتے ہیں ۔''

مولوی محمد حسین آزاد (آبِ حیات ، حاشیۂ متن ص ۱۵۵-۱۵۶) :

'' یه صاحب کہال چاند پور کے رہنے والے تھے ، مگر فنِ شعر میں کامل تھے ۔ ان کا دیوان ہرگز میر و مرزا کے دیوان سے نیچے نہیں رکھ سکتے مگر کیا کیجیے

که قبول عام کچھ اور شے ہے ، شہرت نہ پائی ۔''

ان آرا کے تجزیے اور ہر بڑے شاعر کی طرح کلام قائم کے محاسن پر سیر حاصل تبصرے کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے ۔ مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے کہ مصحفی اور شاہ کمال جیسے وقیع معاصر تذکرہ نگاروں کی رائے میں پختگیِ کلام ، فنی مہارت ، روانیِ طبیعت اور فضل و ہنر میں کہیں کہیں قائم سودا پر سبقت لے جاتے ہیں ۔ یکتا کے خیال میں قائم تالیف کلمات اور بندش الفاظ میں سودا کے ، اور شکستگی و برشتگی میں میر کے دوش بدوش نظر آتے ہیں ۔ ان کے اپنے رنگ میں ان دونوں اساتذہ کا آہنگ جھلکتا ہے اور کبھی کبھی یہ حسین امتزاج زیادہ لطیف و پُرکیف بن جاتا ہے ۔ یکتا نے کلامِ قائم پر اس پہلو سے بھی بحث کی ہے کہ قائم کے ہاں اصناف شعری کی تشکیل میں مخصوص فنی تقاضوں کی پاسداری کی گئی ہے ؛ ان کے ہاں غزل بہ اعتبار ہیئت نہ اتنی طویل ہے اور نہ لفظی و معنوی اعتبار سے اتنی بھاری بھرکم کہ قصیدہ معلوم ہونے لگے[1]، وغیرہ وغیرہ ، اور یہی کیفیت دوسری اصناف کی بھی ہے ۔

مصطفیٰ خاں شیفتہ نے یہ کہہ کر کہ قائم کو سودا کا ہم پایہ سمجھنا فاترالعقلی کی دلیل ہے ، ایک 'مسلمہ' روایت سے بغاوت کی تھی لیکن ان کے فوراً ہی بعد مولوی کریم الدین جب یہ کہتے ہیں کہ ''بعضے کم مایہ اور بے استعداد جو اس کو برابر سودا کے کہنے میں خیال سودا اور دیوانگی کا کرتے ہیں ، حقیقت یہ

۱۔ یہ اشارہ میر و مرزا کی طرف ہے ۔ اول الذکر پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بعض اوقات ان کے قصائد نرمی و حلاوت میں غزل معلوم ہوتے ہیں اور آخرالذکر کی غزل اتنی بھاری بھرکم ہے کہ اس پر قصیدے کا گمان ہوتا ہے ۔

ہے کہ وہ لوگ آگ رشک میں جلتے ہیں''۔ تو ان کا خطاب دراصل شیفتہ ہی سے ہے۔

قائم دبستانِ دہلی کے ایک اہم شاعر ہیں۔ ان کا کلام کم و بیش اُن تمام خصوصیات کا حامل ہے جو اس دبستان شاعری کے متعلقہ دور سے مخصوص ہیں۔ ان کے کلام میں ''ایک طرح کا جوش، ایک طرح کا جذباتی انہماک، ایک طرح کی بےساختگی اور بےتکلفی، ایک طرح کی سادگیِ اظہار اور ایک طرح کا تیکھا پن'' پایا جاتا ہے۔ انھوں نے تقریباً تمام مروجہ اصناف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ کسی ایک صنف شعری میں انھیں اوّلیت کا مرتبہ حاصل نہ ہو سکا۔ ان کے معاصرین میں قصیدے اور مرثیے میں سودا کو برتری حاصل ہے؛ غزل اور مثنوی میں میر کو تفوق حاصل ہے، لیکن دوسری طرف قائم کی مثنویات، غزلیات، رباعیات اور قطعات سودا سے بہتر ہیں اور قصائد و رباعیات و قطعات میں وہ میر سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ قائم کا مرتبہ میر و سودا سے بلند نہ سہی لیکن من حیث المجموع وہ اس بات کے مستحق ضرور ہیں کہ انھیں اُردو کے صفِ اول کے شعرا میں شمار کیا جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ایسا شاعر جس کا مرتبہ میر و مرزا سے کم نہیں، وہ مولانا آزاد کے الفاظ میں ''قبول عام'' اور ''شہرت'' سے کیوں محروم رہا؟

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ سودا کے حین حیات قائم کو، ہمیشہ ان کے شاگرد کی حیثیت سے دیکھا گیا۔ اُستادی اور شاگردی کا روایتی رشتہ ہی کچھ ایسا ہے کہ اس کے پردے میں کبھی کبھی کسی ہونہار شاگرد کی حق تلفی بھی ہو جاتی ہے۔ شاگرد ہمیشہ شاگرد رہتا ہے اور اُستاد بہرحال اُستاد۔ نتیجہ یہ کہ شاگرد کا اپنا مقام خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، اسے اُستاد کے 'ضمیمے' کی

حیثیت ہی سے دیکھا جاتا ہے اور ایک مدت تک اس کے صحیح مرتبے کا تعین اور اعتراف نہیں ہو پاتا ۔ قائم کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے ۔ اس کا احساس انہیں ہو گیا تھا ، چناں چہ کسی موقع پر قائم نے سودا کو للکارا بھی جس کی یادگار وہ مشہور 'مناقشہ' ہے جس پر صفحات ماقبل میں بحث کی جا چکی ہے ؛ لیکن پھر وہی شاگردی کا جذبۂ عقیدت غالب آیا اور یہ سپر انداز ہو گئے ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قائم کی زندگی کا نصف آخر علم و ادب کے مراکز سے باہر چاند پور ، ٹانڈا اور رام پور جیسے قصبات میں بسر ہوا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ممتاز ادبی محفلوں اور مراختہ کی مجلسوں سے ان کا براہ راست رابطہ منقطع ہو گیا اور وہ شہرت و مقبولیت کے نہایت کارگر وسیلے سے محروم ہو گئے ۔ علاوہ ازیں سیاسی انتشار اور حوادث زمانہ کا ایسا شدید رد عمل قائم نے قبول کیا کہ ان کی زندگی کا رخ ہی یکسر بدل گیا اور وہ علائق دنیاوی سے کنارہ کش ہو کر تصوف کی آغوش میں چلے گئے ۔ تیس بتیس سال کی عمر میں وہ اپنی 'بے دماغی'[1] کا اعتراف کرتے ہیں ؛ مصحفی نے بھی ان کی 'کم دماغی' کا ذکر کیا ہے ۔ دراصل دہلی سے مراجعت کے بعد جب شعر و شاعری کی وہ محفلیں ہی نہ رہیں اور ذہنی سکون بھی منتشر ہو گیا تو شعری تخلیق کا جذبہ بھی کیوں نہ سرد ہو جاتا ۔ ناجنسوں کی صحبت (جنہیں قائم نے ایک جگہ 'زاغ و زغن' سے تعبیر کیا ہے) اور قدر ناشناسی کا انہوں نے بار بار شکوہ کیا ہے ۔ فن کی کساد بازاری کا یہ احساس آخر عمر میں اتنا شدید ہو گیا تھا کہ انہوں نے عنبر شاہ خاں آشفتہ

۱۔ ملاحظہ ہو ترجمہ رائے سنگھ عاقل 'مخزن نکات' مخطوطۂ انڈیا آفس لائبریری ، صفحہ ۱۴۴ ؛ نیز 'مقدمہ' ص ۶۵ ۔

کو شاعری کے 'شغل لایعنی' میں عمر ضائع کرنے کی بجائے طب یا انشاء میں دست گاہ حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ ویسے بھی قائم پیشہ‌ور شاعر نہ تھے، سپاہی تھے اور ''کچھ شاعری ھی ذریعۂ عزت نہیں مجھے'' کا دعوی٘ غالب سے زیادہ قائم پر صادق آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سودا کی طرح انہیں کسی شاعر سے پیشہ ورانہ رقابت نہیں ہوئی (میر کی ھجو میں ان کی رباعی دراصل سودا کی حمایت و ھمدردی میں ہے؛ خود انہیں میر سے کوئی عناد نہ تھا) البتہ قاضی کی ھجو میں رقابت کا یہی عنصر کارفرما ہے۔ قائم درویشی کا لبادہ اوڑھ کر ایک طرح سے دنیا ھی سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔ وہ اس بات سے بےنیاز ہو چکے تھے کہ ان کی شاعری مقبول ہوتی ہے یا نہیں، یا شہرت حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔ سودا کا کلام ان کی اپنی کوششوں اور قدر دانوں کی سخن شناسی اور تموّل کی وجہ سے قریہ قریہ منتشر و مشتہر ہوا۔ قائم نے اپنا کلام منضبط و مشتہر کرنے کی طرف نہ خود ھی توجہ کی اور نہ ھی انہیں ایسے قدردان میسر آئے جو ان کی شہرت کا باعث بنتے۔ انتہا یہ ہے کہ ان کی قبر پر کتبہ تک نصب نہ ہو سکا اور اب کوئی یہ نہ بتا سکے گا کہ اس عظیم شاعر کا دائمی مسکن کون سا ہے۔

زبان کے سلسلے میں اس مشہور شعر کا تجزیہ کرنا بھی ضروری ہے جس میں قائم نے دعوی٘ کیا ہے کہ دراصل یہ ان کی کوششوں کا ثمرہ ہے کہ دکھنی جیسی لچر سی زبان اس قابل ہوئی کہ وہ غزل کی نفاست، لطافت اور معنویت کی متحمل ہو سکے۔ یا یہ شعر:

قائم میں ریختہ کو دیا خلعت قبول
ورنہ یہ پیش اھل ھنر کیا کمال تھا

سوال یہ ہے کہ 'لچر پن' سے قائم کی مراد کیا ہے ؟ واقعہ یہ ہے کہ شمالی ہند والوں کا ذہن فارسی زبان و ادب کے معائیر سے مانوس اور ہم آہنگ تھا ، اس کے برعکس چوں کہ دکھنی زبان میں (فکری اور لسانی اعتبار سے) مقامی اور اَپ بھرنشیہ دور کے عناصر کا غلبہ تھا اس لیے شمالی ہند کے سخن وروں کے نزدیک وہاں کا شعری سرمایہ قابل اعتنا نہ تھا ۔ 'لچر پن' سے قائم کی یہی مراد ہے ورنہ ولی دکھنی کا دیوان شمالی ہند آ چکا تھا اور مرزا ابوطالب کی وساطت سے کچھ دکھنی شاعروں کا کلام قائم تک پہنچ چکا تھا ۔ اس لیے ان کی یہ رائے کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہیں بلکہ فکری ، شعری اور لسانی معائیر میں اختلاف کی بنا پر ہے ۔ شاہ سعداللہ گلشن نے بھی ولی کی توجہ خاص طور پر اسی پہلو پر مبذول کروائی تھی ۔

تجزیے کا دوسرا پہلو قائم کا یہ ادّعا ہے کہ انھی کی مساعی کے طفیل ریختہ اس قابل ہوئی کہ اس میں غزل کہی جا سکے ؛ یا یہ کہ انھوں نے ریختہ کو خلعت قبول سے سرفراز کیا ۔ بعض دوسرے سخن دانوں کی طرح قائم کا بھی یہ دعویٰ شاعرانہ تعلی سے تعبیر کیا جائے گا ۔ حقیقت یہ ہے کہ جب فارسی کے مقابلے میں اپنی زبان کی سرپرستی کرنے کا رجحان[1] شمالی ہند میں پیدا ہوا تو اس 'زبانِ کج مج' کو سنوارنے اور اس میں رنگ آمیزی کی ضرورت محسوس کی گئی ۔ اصلاح زبان کی اس تحریک کے اصول

۱۔ قائم کے اس قسم کے اشعار سے اس رجحان کی ترجمانی ہوتی ہے :

قائم جو کہیں ہیں فارسی یار
اس سے تو یہ ریختہ ہے بہتر

یا

فارسی کہنے پر افتاد ہی ہوگی قائم
رفتہ رفتہ جو ترے شعر صفاہاں کو گئے

منضبط کرنے اور چلانے والوں میں خان آرزو ، مرزا مظہر اور شاہ حاتم کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ اس تحریک کی اساس مثبت بنیادوں پر تھی اس لیے مقبول ہوئی اور سودا ، میر ، درد ، قائم ، سوز ، فغاں ، یقیں اور اثر جیسے سخن وروں کے تعاون سے پروان چڑھی ۔ چناں چہ کہا یہ جائے گا کہ قائم بھی اس مجلس کے ایک رکن تھے جس نے ریختہ کو ترقی دے کر اس قابل بنایا کہ یہ صرف غزل ہی نہیں بلکہ تمام اصناف شعری کا احاطہ کر سکے ۔

تصانیف

زیر نظر کلیات کے علاوہ قائم کا دوسرا علمی کارنامہ تذکرۂ 'مخزن نکات' ہے جو مولوی عبدالحق مرحوم کے مقدمے کے ساتھ ۱۹۲۹ع میں شائع ہو چکا ہے ۔

مولانا امتیاز علی عرشی کی تحقیق کے مطابق (مقدمۂ دستورالفصاحت ، صفحہ ۵۰-۵۹) 'مخزن نکات' کی داغ بیل تقریباً ۱۱۵۷ھ-۴۴-۱۷۴۳ع میں پڑی ۔ اس وقت یہ تذکرہ بیاض کی صورت میں تھا اور اس وقت تک آردو گو شعرا کا کوئی تذکرہ مرتب نہ ہوا تھا ۔ کم و بیش دس برس کے اضافوں کے بعد اس بیاض نے تذکرے کی شکل اختیار کر لی اور مؤلف نے اس کا تاریخی نام 'مخزن نکات' تجویز کیا ، جس سے ۱۱۶۸ھ برآمد ہوتے ہیں (خواجہ اکرم کا کہا ہوا قطعۂ تاریخ قائم نے نقل کیا ہے) بعض تراجم سے یہ واضح ہے کہ تذکرے میں اس تاریخ کے بعد بھی اضافے ہوتے رہے ہیں ۔

'مخزن نکات' کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں بھی محفوظ ہے اور قرائن سے پتا چلتا ہے کہ یہ وہی نسخہ ہے جو 'کتب خانۂ شاہان اودھ کی فہرست' کی تیاری میں اسپرینگر کے پیش نظر رہا ہے ۔ مطبوعہ تذکرے میں نسخۂ لندن کے مقابلے میں

میر حسن علی شوق (صفحہ ۴۸) محمد فقیہ درد مند (صفحہ ۴۹) انعام اللہ خان یقین (صفحہ ۴۹) اور مہربان خان رند (صفحہ ۵۵) کے تراجم زائد ہیں ۔ اس کے برعکس مندرجہ ذیل شعرا کا احوال مخطوطے میں تو شامل ہے لیکن مطبوعہ میں نہیں ہے ۔

۱- ''علیم تخلص، شاعر دکھنی است ۔ بہ تفصیل معلوم نیست'' (ایک شعر) ۔

۲- ''شاہ محمد اعظم ، از شرفاے قصبہ سندیلہ بود ۔ در عالم جوانی بہ سپاہی پیشگی بسر می برد ، آخر حال ترک روزگار کردہ در بلدۂ مراد آباد از کمال استقامت بہ فقر و قناعت گذرانید ۔ اکثرے از رؤساے شہر بخدمت شریفش اعتقاد و ارادت داشتند ۔ گاہے بہ مناسبت مردم این فن یک دو بیت ریختہ و فارسی موزون می کرد ۔ گویند کہ از نہایت آزادی و آزاد وضعی در قید استکتاب اشعار خود نبود'' (دو شعر) ۔

۳- ''میر علی تقی ، پیش ازیں جنون تخلص می کرد ، از چندے لفظ کافر را تخلص خود قرار دادہ ، برسبیل‌التزام در ہر شعر درج می نماید و اشعار خود را کافر ٹپک گفتہ ، در مجالس و محافل می خواند'' (دو شعر) ۔

۴- ''قمرالدین متخلص بہ منت ، نوجوانے است از نجیب زادہاے بلدۂ سونی پت ۔ آثار فراست و شواہد کیاست از جبین نور آگیں ہویدا و استعداد ذات مجمع مراتب کمال از سودا بر مزاجش پیدا (اصلاح قیاسی) ۔ از بدوِ شباب بہ قافیہ سنجی مشغول است و مشق سخن از فقیر مؤلف می نماید ۔ حسن قافیہ اش دال است بران کہ بعد مشق رشدِ کافی و حظِ وافی از سخندانی بہم خواہند رسانید'' (ایک شعر) ۔

۵- ''مراد علی حیرت ، متوطن بلدہ مراد آباد است ۔ طبعش با شعر و شاعری مناسبتے درست دارد ۔ اگر زمانه او را بطورش خواهد گذاشت ، کلامش رنگے و لطفے پیدا خواهد کرد'' (ایک شعر) ۔

۶- ''محمد شاکر ، شاکر تخلص ۔ از یاران محمد علی حشمت است ۔ در علم نجوم بصارتے تمام دارد و به مقتضاے موزونی طبیعت گاه گاه یک دو مصرعۀ ریخته و فارسی نیز موزوں کند ۔ و از آنجا که وطن او قصبه اعظم پور باسینه است بنا بر نسبت قرب وطن و دیگر مناسبتے که دارد ، اکثر برائے دیدن فقیر آید'' (دو شعر) ۔

اسی مخطوطے سے ماخوذ بعض شعرا کے ترجم سے ایسے فقرے نقل کیے جاتے ہیں جن سے قائم اور ان کے معاصرین کے مابین ذاتی روابط اور ان کی نوعیت پر روشنی پڑتی ہے (یہ اقتباسات بھی مطبوعہ تذکرے میں شامل نہیں ہیں) ۔

مرزا علی قلی ندیم و محمد حسین کلیم : ''براحوال فقیر شفقت ها کنند ۔''

محمد حاتم ، میر مرتضیٰ قلی فراق ، میاں مہدی بیدار : ''بافقیر آشناست ۔''

حافظ فضل علی ممتاز : ''بافقیر نسبتے خاص دارد ۔''

شرف الدین مضمون : ''زینت المساجد که بر کنار دریاے جمن از تعمیر زیب النسا بیگم است ، مسکنے خود قرار داده به توکل می گذرانید ۔ بسکه خلیق و خوش صحبت بود اکثرے از مردم نجبا آخر روز بطریق سیر در حلقۀ مجلس او وارد می شدند ۔ بنده نیز دو سه مرتبه بخدمت شریفش حاضر شده ام ۔''

کرم الله خاں درد : ''بنده به خدمتش در مجلس مراخته که به پانزدهم هر ماه به خانۀ میاں خواجه میر صاحب (درد) مقرر بود ، دو سه بار ملاقات کرده‌ام ۔ بسیار خوش صحبت بود ۔''

میر سجاد : ''و از آن جا که فرمان نویسیِ بادشاهی در عہدۂ اوست گاہ گاہ بہ دربار معلیٰ می آید۔''

میر تقی میر : ''چوں قریب بندہ خانہ تشریف دارند ، اکثر اتفاق ملاقات می افتد۔''

شاہ ہدایت : ''چوں ہمسایہ فقیر سکونت دارد ، بہ سبب مناسبت مزاج اکثر اتفاق ملاقات می شود۔''

دلاور خاں ہمرنگ برادر حقیقی میاں یک رنگ : ''چوں قریب بندہ خانہ تشریف دارد ، گاہ گاہ اتفاق ملاقات می شود۔''

رائے سنتوکھ رائے بیتاب : ''بافقیر قدم دوستی دارد و شعر خود نیز از نظر ایں ہیچ مداں می گذراند۔''

لالہ نول رائے وفا : ''مشق سخن پیش فقیر می کنند۔''

رائے سنگھ عاقل کے ترجمے میں یہ عبارت زائد ہے جس میں تالیف تذکرہ کے سلسلے میں قائم نے ان کی اعانت کا اعتراف کیا ہے : ''چوں فقیر قصد نوشتن ایں بیاض کرد ، در فراہم آوردن اشعار مردم کوشش بلیغ بکار برد ، شاید کہ اگر اعانت ایں بزرگ نمی بود سرانجام ایں کار از ہمچو من بے دماغ صورت نمی بست۔''

اور بھی بعض تراجم کی عبارت میں نمایاں اضافے ہیں جس کے لیے بہرحال علیحدہ مطالعہ درکار ہے ۔

'مخزن نکات' کے کچھ اور بھی نسخے ہوں گے جن کا پتا لگا کر اس تذکرے کو دوبارہ ترتیب دینا ضروری ہے ۔ بعض دیگر تذکروں میں اس قسم کے اشارے ملتے ہیں مثلاً سعادت خاں ناصر لکھتے ہیں کہ قائم سے روایت ہے جب سودا شیخ علی حزیں سے ملنے گئے تو وہ بھی اُستاد کے ہمراہ تھے ۔ اس روایت کا ماخذ درج نہیں ہے مگر ممکن ہے کہ یہ واقعہ 'مخزن' کے کسی تیسرے نسخے

سے نقل کیا گیا ہو ۔ اسی طرح عشق و مبتلا میرٹھی ، قائم کے ترجمے میں رقم‌طراز ہیں : ''مؤلف در خدمت ایں قائم‌الصرات[1] یکتائی ربط آشنائی داشت ، چناں چہ اکثر از اشعار ہندی من ہیچمداں بقید احوال در تذکرہ اش مثبت است'' (طبقات سخن ، ص ۳۸۳) اور صاحب 'طبقات سخن' کا احوال و انتخاب کلام ان دونوں نسخوں میں بہرحال شامل نہیں ہے ۔

رضا لائبریری رام پور میں بھی تذکرۂ قائم کے پہلے دو طبقوں کا اردو ترجمہ قلمی شکل میں موجود ہے ۔ مولانا عرشی کے خیال میں (مقدمۂ دستور الفصاحت ، ص ۵۹) محسن علی محسن' مؤلف 'سراپا سخن' اس کے مترجم ہیں جنھوں نے ترجمے میں ممتاز طور پر کچھ اضافے بھی کیے ہیں ۔

تلامذۂ قائم

مندرجہ ذیل شعرا کو اس زمرے میں شامل کیا جا سکتا ہے :

۱۔ اخلاص تخلص ، مولانا جلال‌الدین نام ، مولد قصبہ بجنور ۔ ''در معلومات موسیقی دستگاہے بلیغ دارد ۔ کسب سخن وعلوم درسیہ در رام پور بہ حضرت مولانا اخوند جہاں گیر خاں رحمۃاللہ علیہ کردہ و از تلامذۂ مولانا باب اللہ سوکھر پوری است و در شعر نسبت تلمذ بہ شیخ قائم چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ دارد ۔ مردے بذلہ سنج است معمر ، بالفعل بہ سرکار مفتی محمد عبداللہ کیرت پوری بہ سبب قدر دانی ، آں بزرگ اوقات خود را بسر می برد ۔ با نیاز مند سرے دارد ، چند بار بہ او برخوردہ‌ام ۔ بہ ہر دو زبان نکات می سنجد ۔ موزوں طبع و فہم رسا دارد و ہر دو طراز لطفے دارد۔''

۱۔ قائم الصراط ؟

(گلشن همیشه بہار ، مؤلفه نصر اللہ خاں خورجوی ، ص ١٥)

٢- آشفته تخلص ، عنبر شاہ خاں نام ، رام پوری - یه بھی قائم کے رام پوری دور کے شاگرد ھیں - صفا بدایونی (شمیم سخن ، ص ٨٩) نے ان کا سال وفات ١٢٣٩ھ قرار دیا ہے -

٣- افسر تخلص ، نواب احمد یار خاں نام ، خلف نواب محمد یار خاں امیر - رام پور میں قائم سے رشتۂ تلمذ استوار ھوا - ان کے بعد حافظ شیراتی طالب سے اصلاح لینے لگے - ٢٨- جمادی الاول ١٢٦٢ھ کو وفات پائی (مزید احوال کے لیے 'حواشی' جلد دوم ، ص ٣٧٩-٣٨٠ ملاحظه ھوں) -

٤- امیر تخلص ، نواب محمد یار خاں نام ، رئیس ٹانڈا (ضلع بدایوں) پہلے انھوں نے سودا اور میر سوز کو فرخ آباد سے بلانا چاھا - جب وہ نه آئے تو قائم کو ٹانڈا آنے کی دعوت دی اور ١١٨٤ھ میں ان کے شاگرد ھوئے - ١١٨٨ھ میں نواب موصوف اپنے بڑے بھائی نواب فیض اللہ خاں کے ھمراہ رام پور چلے گئے اور چند ماہ بعد وھیں انتقال ھوا - (مزید احوال کے لیے 'مقدمه' ص ٣٧-٣٩ اور 'حواشی' جلد دوم ، ص ٤٠١-٤٠٢ ملاحظه ھوں) -

٥- بہاری مل نام ، قوم کایتھ ، متوطن شاہ جہاں آباد ــــــ ''از مدتے در بلدۂ امروھه وطن اقامت گرفته - طبع رسا و فکر بجا دارد - از شاگردان محمد قائم موصوف است -'' (طبقات الشعرا ، مؤلفه شوق رام پوری ، ورق ١٤٥) -

٦- بیتاب تخلص ، رائے سنتوکھ رائے نام ــــــ ''جوانے است خلوت دوست که به سبب عزلت نشینی جز گوشت و پوست در

اعضایش باقی نمانده ۔ قوم کھتری ، از یاران محمد قائم موصوف ، متوطن شاہ جہان آباد ، از چندے در قصبۂ چاند پور گوشہ نشین است ۔ اگرچہ کم گو ست فامّا بسیار خوش گفتگو ۔ دیوان مختصر ریختہ ترتیب دادہ ۔'' ('طبقات الشعرا' ورق ۱۳۵ ب) قائم نے صراحت کی ہے کہ بیتاب ان کے دوست اور شاگرد تھے ۔ ''با فقیر قدم دوستی دارد و شعر خود نیز از نظر ایں ہیچمداں می گذراند ۔'' ('مخزن نکات' مخطوطۂ انڈیا آفس لائبریری ص ۱٦۳) شوق نے اپنے تذکرے میں ان کے تقریباً ساٹھ شعر نقل کیے ہیں جن میں یہ قطعہ بھی شامل ہے :

میں کیا جفائیں نہ اٹھائیں فلک کے کینے سے
کسی کو کام نہ ڈالے خدا کمینے سے
جو جذب حضرت قائم نہ کھینچتا بیتاب
تو کام تھا ہمیں کیا چاند پور ندینے سے

۷- پروانہ تخلص ، پروانہ علی شاہ نام ، مراد آبادی ــــــ ''مردے ست دیوانہ ، جوانے ست مردانہ ، مزاج آزادانہ ، مشرب رندانہ ، ذہنش مناسب و موزوں شاعرانہ ۔ شعر را بآواز بلند می خواند ، شاگرد مراد علی حیرت ۔ حالا از محمد قائم مرقوم اصلاح می گرفت ۔ دریں ایام جوش جنوں بر خاطرش طاری ست ۔'' (طبقات الشعرا) ذکا و سرور وغیرہ نے ان کے دو شعر درج کیے ہیں :

آج ثابت نہ رہے دل نہ کوئی جان درست
اس کی مژگاں نے کیے پھر پر و پیکان درست
ہمت حضرت قائم سے اگر ہو امداد
چند ایّام میں کر لیجیے دیوان درست

۸- شاداب تخلص ، لاله خوش وقت رائے نام ، چاند پوری -
قائم لکھتے ھیں کہ کبھی کبھی میرے ایما سے ریختہ کہہ
لیتے ھیں - سرور اور ذکا وغیرہ نے بھی انھیں قائم کا
شاگرد بتایا ھے -

۹- طرز تخلص ، گردھاری لعل نام ، قوم کایتھ - شوق نے
انھیں متوطن شاہ جھاں آباد اور عشقی ، علی ابراھیم اور
محسن وغیرہ نے متوطن امروھہ لکھا ھے - قائم سے
رشتۂ تلمذ کے بارے میں البتہ یہ سب متفق ھیں -

۱۰- عباس تخلص ، عباس خاں نام---" برادر خورد اخونزادہ
ارادت خاں کہ از مصاحبان نواب عنایت اللہ خاں بود -
جوانے ست عالی حوصلہ ، خوب سیرت ، پاکیزہ سیرت ،
باتمکنت و وقار ، بسیار وجیہ و بردبار و حسین و نہایت
خوش تلاش و خوش فکر و ذھین است - اگرچہ نو مشق
است فامّا ذھن رسا و فکر بجا دارد - از شاگردان محمد قائم
موصوف است -" (طبقات‌الشعرا ، ورق ۲۱۹ب-۲۲۰ الف) -

۱۱- کمال تخلص ، شاہ کمال‌الدین حسین نام ، کڑا مانک پوری -
تذکرہ مجمع‌الانتخاب کے دیباچے میں شاہ کمال لکھتے ھیں
کہ چودہ سال کی عمر میں سیر و سیاحت کے لیے گھر
سے نکل پڑا - فیض آباد کے قیام میں شعر و شاعری سے
شغف پیدا ھوا اور لکھنؤ میں قائم کا شاگرد ھوا - جب
قائم رام پور جانے لگے تو ان ھی کے مشورے سے جرأت
سے مشورۂ سخن لینا شروع کر دیا - تالیف تذکرہ کے وقت
(۱۲۱۸-۱۲۱۹ھ) شاہ صاحب موصوف حیدر آباد میں مقیم
تھے - (ملاحظہ ھو 'مقدمہ' ص ۴۰-۴۲) - مولوی
سخاوت مرزا ('شاہ کمال کڑا مانک پوری کا سن وفات؟'

مطبوعہ رسالہ 'اردو نامہ' شمارہ بستم ، ص ۴۳-۴۸)
کی تحقیق کے مطابق شاہ کمال تیرھویں صدی ھجری کے
اواسط تک بہرحال بقید حیات تھے اور کرنول میں قیام
پزیر تھے ۔

۱۲- مائل تخلص ، شاہ مہدی نام ، دھلوی ۔ قائم نے انھیں
شاہ قدرت اللہ قدرت دھلوی کا شاگرد بیان کیا ہے لیکن
قدرت اللہ قاسم اور خوب چند ذکا نے تلامذۂ قائم میں
شمار کیا ہے جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ قدرت دھلوی
کے دھلی سے چلے جانے کے بعد (۱۱۷۰ھ کے لگ بھگ)
موصوف نے قائم سے مشورۂ سخن کرنا شروع کر دیا ہوگا ۔

۱۳- منت تخلص ، میر قمرالدین نام (متوفی ۱۲۰۸ھ) ۔ قائم کے
اپنے قول کے مطابق منت نے شروع میں ان سے بھی
مشورۂ سخن کیا اور مصحفی ، قاسم ، ذکا ، بینی نرائن جہاں
بے جگر وغیرہ کا بیان بھی یہی ہے (ملاحظہ ہو 'مقدمہ'
ص ۲۷-۲۸) ۔

۱۴- وفا تخلص ، لالہ نول رائے نام ، قوم کایتھ ، مراد آبادی
''برادر زادۂ راجہ گلاب رائے کہ در دورۂ بخشی‌الملک
نواب نجیب‌الدولہ مرحوم راجۂ مذکور خدمتِ دیوانیِ
سرکارِ نواب داشت و او ھم صاحب ثروت بود ۔ از مؤلف
ملاقات می نمود ۔ مشق سخن از محمد قائم چاند پوری صاحب
کردہ ۔'' (طبقات سخن ، مؤلفہ عشق و مبتلا میرٹھی ، ص
۳۶۲-۳۶۳) ۔ 'مخزن نکات' (نسخۂ انڈیا آفس لائبریری ،
ص ۱۵۹) میں قائم نے بھی صراحت کی ہے کہ وفا ان
کے شاگرد تھے ۔

۱۵- هادی تخلص ، عبدالہادی نام ، شاہ جہاں آبادی ـــــ
''از مصاحبان وزیرالمالک نواب غازی‌الدین خان کہ احوالش خواہد آمد ، شاگرد میرزا رفیع‌السودا موصوف و چندے بسبب بعضے موانعات از محمد قائم مسطور نیز اصلاح می گرفت ۔'' (طبقات‌الشعرا ، ورق ۱۰۱ب - ۱۰۲الف) ۔

دتاسی (تاریخ ہندوستانی) صفابدایونی (شمیم سخن) سعادت خان ناصر (خوش معرکۂ زیبا) مصطفیٰ خان شیفتہ (گلشن بے خار) اور آخرالذکر دو تذکرہ نگاروں کے حوالے سے امیر مینائی نے 'انتخاب یادگار' میں مولوی قدرت‌اللہ شوق و قدرت رام پوری مؤلف تذکرۂ 'طبقات‌الشعرا' (متوفی ۱۲۲۴ھ) کو بھی قائم کے شاگردوں میں شمار کیا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ خود شوق اس بارے میں قطعی خاموش ہیں اور کسی دوسرے معاصر تذکرے سے بھی اس کی تصدیق نہیں ہوتی ۔ مصحفی نے 'تذکرۂ ہندی' میں صرف اتنا لکھا ہے کہ میں جب نواب محمد یار خان امیر کے پاس ٹانڈہ میں تھا تو انہیں ایک دن قائم کے ساتھ دیکھا تھا ـــــ جس سے بہ ہر حال یہ مطلب نہیں نکالا جا سکتا کہ ان دونوں میں شاگردی و استادی کا رشتہ بھی تھا ۔

سعادت خان ناصر نے شوق رام پوری کے علاوہ محمد حسین کلیم، ستنوکھ رائے بیتاب ، حکیم کبیر سنبھلی اور پروانہ علی شاہ پروانہ کو قائم کا شاگرد قرار دیا ہے ۔ ان میں سے بیتاب اور پروانہ کے تلمّذ کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ پروانہ اور امیر کے ساتھ کبیر بھی ٹانڈا کے دوران قیام میں قائم سے اصلاح لیتے ہوں لیکن محمد حسین کلیم کے قائم سے تلمذ کی روایت صحیح نہیں ہے ۔ حجام بھی سودا کے شاگرد تھے اور شاہ کمال نے غلطی سے انہیں قائم سے وابستہ کر دیا ہے ۔

ماخذات (کتابیات قائم)

۱- **دیوان قائم :** (نسخۂ خطی) مخزونہ انڈیا آفس لائبریری ، لندن - کٹیلاگ نمبر یو - ٦٢ ؛ مسطر ١٣ ؛ $9\frac{1}{2}$ × ٦ انچ ، نستعلیق ؛ ورق ٢٠٠ -

اس نسخے میں مختلف اصناف کی ترتیب یہ ھے : غزلیات - مخمسات - مسدسات - ترجیع بند - رباعیات - قصائد - مثنویات -

مخطوطے کے آخر میں تعداد اجزا ، اوراق و ابیات اور اجرت کتابت تو درج ھے لیکن کاتب کا نام ، مقام اور سنہ کتابت نہیں دیا گیا ھے - البتہ متن میں 'ھیاں' بجائے 'یہاں' وغیرہ الفاظ کے استعمال سے یہ واضح ھے کہ کاتب روھیل کھنڈ کا رھنے والا تھا - پہلے صفحے کے اوپر ایک مہر بھی ثبت ھے جس کے نقوش واضح نہیں ھیں اور جو کچھ پڑھنے میں آتا ھے اس سے اس کی قدامت کا تعین نہیں ھوتا -

حواشی میں جا بہ جا متن پر اصلاحات اور اضافے کیے گئے ھیں - بیش تر اضافے کسی کم سواد کے قلم سے ھیں جس میں املا اور وزن کی اکثر غلطیاں پائی جاتی ھیں -

مثنوی 'حیرت افزا'-اور دیوان-کے خاتمے پر ''میاں قائم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ'' لکھا ھونے کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ھے کہ دیوان کا یہ نسخہ قائم کی حیات میں مرتب ھوا - 'مثنوی رمزالصلوات' کے خاتمے کی عبارت—''تمام شد مثنوی مسمیٰ بہ رمزالصلوات من تصنیف فقیر محمد قائم ''—میں لفظ 'فقیر' کے استعمال سے یہ گمان ھوتا ھے کہ یہ نسخہ ، یا اس کا ماخذ ، قائم کی نگرانی میں مرتب ھوا تھا - یہ بھی ممکن ھے کہ حواشی پر خود مصنف نے تصحیحات

کی ہوں۔

اس نسخے کی کتابت ۱۲۰۳ھ اور ۱۲۰۸ھ کے درمیان ہوئی، جس پر 'کلیات' کی دوسری جلد میں 'قصیدہ در مدح شہزادہ سلیمان شکوہ' سے متعلقہ حواشی میں بحث کی گئی ہے۔

کلیات قائم کے موجودہ ایڈیشن کا متن اسی نسخے کے مطابق ہے۔ دوسرے نسخوں سے جتنا زائد کلام دستیاب ہوا ہے اسے ماخذ کے حوالے کے ساتھ متن میں شامل کر لیا گیا ہے۔

اس مخطوطے کا مائیکرو فلم حاصل کیا گیا جس کے لیے مرتب، کارکنان انڈیا آفس لائبریری کا شکرگزار ہے۔

۲- دیوان قائم : (نسخۂ خطی) مخزونہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ، کٹیلاگ نمبر یو ۶۱ : مسطر ۱۵ : نستعلیق : ورق ۱۸۱ -

اس نسخے میں مختلف اصناف کی ترتیب بالکل نسخۂ انڈیا آفس لائبریری کے مطابق ہے، باقی فرق بھی صرف اشعار کی کمی بیشی یا لفظی اختلاف تک محدود ہے۔ ایک غزل (۴۰۴) زائد ہے اور وہ کلام شامل نہیں ہے جو نسخۂ لندن میں بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ طویل مثنویات میں 'مثنوی عشق درویش' اس میں بھی نہیں ہے اور مثنوی 'رمزالصلوات' میں شامل حکایات کے علاوہ صرف ایک حکایت—"حکایت شاہ عجم"—ہے جو مثنوی 'رمزالصلوات' اور مثنوی 'حیرت افزا' کے مابین درج ہے—جیسا کہ لندن کے نسخے میں بھی ہے۔ 'رمزالصلوات' کے خاتمے کی عبارت اس نسخے میں بھی ہے۔

قیاس یہ ہے کہ یہ مخطوطہ یا تو نسخۂ لندن کی نقل ہے یا ان دونوں نسخ کا ماخذ ایک ہی ہے۔

کاتب خوش خط اور محتاط ہے جس سے اس نسخے کی افادیت

بڑھ جاتی ہے ۔ اس کے بارے میں خورشید الاسلام صاحب کی یہ رائے (مقدمۂ دیوان قائم) کہ ''یہ بہت مختصر ہے اور ۱۸۱ صفحات پر مشتمل ہے'' یقیناً غلط فہمی پر مبنی ہے ۔

نسخے کے آخر میں یہ ترقیمہ (Colophon) درج ہے :

''تمام شد کتابت دیوان و مثنوی محمد قائم ، بتاریخ دهم شهرمحرم الحرام ۱۲۲۸ هجری ، به خط ناقص جهبن لال ، مطابق چهاردهم ماه جنوری ۱۸۱۳ع روز پنج شنبه ، مقام لکھنؤ ۔''

اس مخطوطے کا بھی مائیکرو فلم حاصل کیا گیا جس کے لیے مرتب ، کارکنان سوسائٹی اور پروفیسر سنیتی کمار چٹرجی کا شکر گزار ہے ۔

۳۔ دیوان قائم : (نسخۂ خطی) مخزونہ رضا لائبریری ، رام پور ، کٹیلاگ نمبر ۹۰۷ ؛ مسطر ۱۳ ؛ شکست آمیز نستعلیق ؛ ورق ۲۰۱ ۔

ترتیب کلام : غزلیات ۔ رباعیات ۔ مخمسات ۔ مسدسات ۔ ترجیع بند ۔ مثنویات ۔ حکایات ۔ قصیدۂ نعتیہ اور دوسرے قصائد ۔ قطعات ۔ مثنوی طفل پتنگ باز ۔ قصیدہ نعمت اللہ خاں ۔ مخمس شہر آشوب ۔ قصیدۂ محمد یار خاں و نصراللہ خاں ۔ آخرالذکر عنوان کے تحت صرف ۲۹ شعر ہیں اور اس نا مکمل قصیدے پر دیوان ختم ہو جاتا ہے ۔

کاتب نہایت غیر محتاط ہے اور کتابت کی غلطیاں بے شمار ہیں ۔ مخطوطے کے شروع میں ''دیوان قائم قلمی'' جلی حروف میں ہے جس کے نیچے ''راقم محمد ازیم اللہ بن نجیب اللہ'' درج ہے اور اگر یہی ''ازیم اللہ'' (عظیم اللہ) کاتب دیوان ہیں تو ان کی کتابت الا ما شاء اللہ ! کتابت کی غلطیوں سے قطع نظر اس کی اہمیت اس

اعتبار سے مسلم ہے کہ اس نسخے میں قائم کا بہت سا ایسا کلام محفوظ ہے جو مذکورہ بالا دونوں مخطوطات میں شامل نہیں ہے ۔

کلام کی ترتیب میں کوئی نظم نہیں ہے جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ قائم کے کسی قدردان کو جیسے جیسے اور جس مقدار میں ان کا کلام دست یاب ہوا ، ترتیب کا اہتمام کیے بغیر ایک جگہ جمع کرتا گیا ۔ کوئی ایسی داخلی شہادت نہیں ہے جس سے اس کی قدامت پر روشنی پڑتی ہو ۔ کچھ ایسے اشعار اس میں ضرور شامل ہیں جنھیں دوسرے نسخوں سے غالباً خارج کر دیا گیا تھا (مثلاً قصیدۂ نعتیہ کے وہ اشعار جو مکرر درج ہیں یا قصیدہ در مدح سلیمان شکوہ میں ممدوح کے نام والے شعر) پھر بھی محض اس بنا پر اس نسخے کی قدامت کا تعین نہیں کیا جا سکتا ۔

اس مخطوطے کا بھی مائیکرو فلم حاصل کیا گیا جس کے لیے مرتب ، کارکنان رضا لائبریری ، انڈین آرکائیوز (دہلی) اور مولانا امتیاز علی صاحب عرشی کا شکر گزار ہے ۔

۴۔ **کلیات قائم :** (نسخۂ خطی) مخزونہ کتب خانۂ انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی ۔ کٹیلاگ نمبر قا ۳/۱۱۹ ؛ مسطر ۱۵ ؛ ۱۰ × ۷½ انچ ؛ نستعلیق شکست آمیز ؛ صفحات ۴۳۶ ۔

ترتیب : غزلیات ۔ قطعات و رباعیات ۔ مخمسات ، مسدسات و ترجیع بند ۔ مثنویات ۔ کلام فارسی ۔ قصائد ۔ مراثی ۔

کلام فارسی کے اختتام پر یہ تاریخ ہے :

''تمت تمام شد بہ تاریخ شب نہم جمادی الاول ۱۲۳۶ھ ۔''

کلیات کے خاتمے پر فروختگی کی ایک رسید بھی درج ہے جس کے مطابق 'پیرزن' مالکۂ کتب کی ہدایت پر دیوان قائم کے کئی نسخے اسدالدین خاں و رحمان صاحبان کی معرفت مدرسۂ اسلامیہ کو فروخت کیے گئے (جن میں یہ نسخہ بھی شامل تھا) مالکۂ کتب

کی جانب سے بدرالدین نے دستخط کیے اور رقم وصول پائی - رسید چہارم ماہ رجب المرجب ۱۳۰۵ھ روز یک شنبہ کو لکھی گئی (دستاویز پر ۱۲۰۵ھ لکھا ہے لیکن تقویم اور درایت کی رو سے ۱۳۰۵ھ ہی درست ہے) - رسید کی فارسی عبارت میں کسی قدر ابہام ہے لیکن مفہوم واضح ہے :

"بہ تاریخ چہارم ماہ رجب المرجب ۱۲۰۵ ہجری (کذا) روز یک شنبہ - کتب دیوان قائم بہ معرفت اسدالدین خان و رحمان صاحب بہ مدرسۂ اسلامیہ بہ ہدیہ حسب الہدایتی و درخواست مالک کتب پیرزنی بدرالدین از ہدیہ گرفتہ یاد دہی آں نوشتہ داشت - فقط

بدرالدین غفرالحق لہ -"

کاتب اس نسخے کا بھی غیر محتاط ہے اور کتابت کی بہت سی غلطیاں ہیں - بہ ایں ہمہ کلیات قائم کے جتنے نسخے مرتب کے پیش نظر رہے ہیں ان میں یہ نسخہ جامع ترین ہے - اس میں کچھ کلام نسخۂ رام پور سے بھی زائد ہے اور قائم کا فارسی کلام و مراثی بھی صرف اسی مخطوطے میں ملے ہیں -

قیام کراچی کے دوران میں (نومبر ۱۹٦۲ع) مرتب نے اس نسخے سے خاطر خواہ استفادہ کیا جس کے لیے وہ کارکنان انجمن اور بالخصوص عزیزی مشفق خواجہ کا مشکور ہے -

۵- انتخاب دیوان : مرتبہ نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی ، مطبوعہ مدراس ۱۹۰۳ع -

٦۸ صفحے میں قائم کا یہ انتخاب جو غزلیات ، قصائد ، رباعیات ، مسدس واسوخت ، مثنویات مع حکایات اور مراثی پر مشتمل ہے "سلسلۂ مختار اشعار ، حصہ دوم" میں مدراس اسکول بکز اینڈ لٹریچر سوسائٹی کی طرف سے نسخ ٹائپ میں شائع ہوا -

متن کے ساتھ ساتھ فاضل مرتب نے مفید حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔ قرائن سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس انتخاب کا بیش تر کلام اُس نسخے سے ماخوذ ہے جو اب انجمن ترقی اردو پاکستان کی ملکیت ہے۔ کلام قائم کے جتنے بھی انتخاب کیے گئے ہیں اُن میں یہ تلخیص سر فہرست ہے۔

اس کا مائیکرو فلم برٹش میوزیم ، لندن ، سے حاصل کیا گیا۔

۶۔ **انتخاب دیوان** : مرتبہ حسرت موہانی ، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۰۵ع -

۴۴ صفحے کا یہ انتخاب ضمیمۂ اردوے معلٰی کے طور پر "سلسلۂ اردوے معلٰی نمبر ۳" میں شائع ہوا۔ پہلے ۳۲ صفحے میں انتخاب غزلیات ہے۔ ص ۳۴ پر 'قصیدہ در مدح امیر الامراء' کے ۲۳ شعر ہیں اور آخر میں ایک صفحے کا ضمیمہ ہے جس میں 'دیوان قائم' عطیہ جناب شفیع الدین خاں صاحب مراد آبادی' سے ماخوذ غزلوں کے مزید اشعار ہیں۔

انتخاب حسرت کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس میں بہت سے ایسے اشعار بھی شامل ہیں جو قائم کے کسی اور مخطوطے میں نہیں ملتے۔ حسرت کی مسلمہ ثقاہت اور تبحّر علمی کے پیش نظر ان اشعار کی صداقت و اصلیت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا ؛ البتہ یہ واضح ہے کہ حسرت کے ماخذ نسخے میں کچھ کلام ایسا ضرور ہوگا جو اس (کلیات) میں شامل نہیں ہے۔ مرتب کو تا حال یہ علم نہیں ہو سکا کہ قائم کے محوّلہ بالا دونوں نسخے اب کس کی ملکیت ہیں۔

برٹش میوزیم سے اس کا بھی مائیکرو فلم حاصل کیا گیا۔

۷۔ **انتخاب دیوان** : مرتبہ عابد رضا بیدار۔ مطبوعہ رام پور ، جون ۱۹۶۳ع -

انتخاب حسرت کے اٹھاون سال بعد کتابی صورت میں شائع ہونے والا قائم کا یہ پہلا انتخاب ہے۔ اس میں مجموعی طور پر ۵۶ صفحے ہیں ، انتخاب کلام چالیس صفحات میں ہے ۔ فارسی کے بھی سولہ شعر ہیں جن میں سے پہلے تین شعر نسخۂ انجمن میں شامل نہیں ہیں ۔ فاضل مرتب نے پڑھنے والے کو 'کم سے کم بوجھ مارنے' کے خیال سے ایڈٹنگ کے بعض بنیادی اصولوں کو قربان کر دیا ہے ۔ چناں چہ ماخذات کا تعارف بھی اسی جذبے کی نذر ہو گیا ہے ۔

۸- **دیوان قائم** : مرتبہ ڈاکٹر خورشید الاسلام ۔ دہلی ، ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ع - ۲۶۸ + ۴ صفحات ۔

خورشید الاسلام صاحب نے قائم کی غزلیات کو نہایت محنت سے مرتب کیا ہے - ۲۰۸ صفحے میں غزلیات ہیں ، اس کے بعد دو ضمیمے ہیں ۔ پہلے میں اختلاف نسخ ہے اور دوسرے میں ایسے اشعار ہیں ''جو انڈیا آفس کے نسخے میں نہیں ہیں اور دوسرے نسخوں ، تذکروں یا انتخابات میں ملتے ہیں ۔'' مخطوطہ کلیات قائم مملوکہ سید مسعود حسن رضوی سے چوں کہ راقم کو براہ راست استفادہ کرنے کا موقع نہیں ملا اس لیے اختلاف نسخ کی تیاری میں کہیں کہیں اس ضمیمے سے مدد لی گئی ہے ۔ اس میں چھ ایسے شعر بھی ملے جو دوسرے نسخوں میں نہیں ہیں ۔ یہ اشعار غزلیات نمبر ۱۷ ، ۲۷ ، ۸۷ سے متعلقہ حواشی میں اور حواشی ہی میں ردیف الف کے اختتام پر (ص ۲۹۵) درج ہیں ۔

فاضل مرتب گو 'باریک تحقیق' کے قائل نہیں ہیں ، پھر بھی دیوان کی ترتیب میں ایڈٹنگ کے اصولوں کی بڑی حد تک پابندی کی گئی ہے اور اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔

۹۔ انتخاب قائم کے ضمن میں تذکرۂ شاہ کمال کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جس میں قائم کا خاصا کلام شامل ہے۔ شاہ صاحب موصوف قائم کے شاگرد رہ چکے تھے اس لیے ان کا کیا ہوا انتخاب سند کا درجہ رکھتا ہے۔ نسخۂ مجمع الانتخاب مخزونہ رائل ایشیاٹک سرسائٹی، لندن (مکتوبہ ۱۸۲۰ء) میں قائم کا انتخاب کلام ستر (۷۰) صفحات (ورق ۴۵۱ ب + ۴۵۲ الف تا ۴۸۷ ب) میں ہے جو غزلوں، رباعیات و قطعات، مثنویات اور قصائد پر مشتمل ہے۔ (اس ضخیم مخطوطے کا مائیکرو فلم بھی مرتب کی ملکیت ہے)۔

۱۰۔ کلیات قائم کا ایک نسخہ ظفر الملک علوی مرحوم کے پاس بھی تھا جسے شائع کروانے کی حسرت ہی لیے وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ کلیات کے بعض حصے موصوف نے رسالہ 'الناظر' لکھنؤ میں شائع بھی کیے تھے۔ ان میں سے 'مثنوی در تعریف ہولی' (شمارہ فروری ۱۹۲۸ء، ص ۵۵-۵۶) ترجیع بند (شمارہ مارچ ۱۹۲۹ء، ص ۷۰) اور 'مثنوی جذب الفت یا مثنوی مسمیٰ بہ عشق درویش'، (شمارہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۳۷ء، ص ۱—۲۰) کے تراشے جناب خلیل الرحمان داؤدی صاحب کی عنایت سے حاصل ہو گئے۔

مطالعۂ قائم کے سلسلے میں مندرجہ ذیل تذکروں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔ ('کتابیات' سے اس فہرست کا مقابلہ کر کے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کن تذکروں میں قائم کا ترجمہ شامل نہیں ہے)۔

(۱) آب حیات، آزاد (طبع ہفت دہم) حاشیہ متن ص ۱۵۵ - ۱۵۶؛ (۲) اردو شاعری کا انتخاب، ڈاکٹر زور، ص ۶۱-۶۲؛ (۳) انتخاب یادگار، امیر مینائی (حصہ دوم) ص ۳۰۱—۳۰۳؛ (۴) بزم سخن، علی حسن خاں، ص ۹۴ - ۹۵؛ (۵) بیاض سخن،

عبدالشکور شیدا ، ص ۲۴ ؛ (۶) جلوۂ خضر ، صفیر بلگرامی ، حاشیہ متن ص ۱۱۵ ؛ (۷) جواہر سخن ، کیفی چریا کوٹی (جلد دوم) ص ۳۰۷-۲۳ ؛ (۸) چمنستان شعرا ، لچھمی نرائن شفیق، ص ۵۰۱-۵۰۶ ؛ (۹) خندۂ گل ، عبدالباری آسی ، ص ۳۴۴-۳۴۵ ؛ (۱۰) خوش معرکۂ زیبا ، سعادت خان ناصر (مخطوطۂ کراچی) ص ۱۵—۱۷ ؛ (۱۱) دستورالفصاحت ، احد علی یکتا ، ص ۴۳—۵۰ ؛ (۱۲) ریختہ گویان ، گردیزی ، ص ۱۲۳—۱۲۶ ؛ (۱۳) سخن شعراء ، نساخ ، ص ۳۸۱-۳۸۲ ؛ (۱۴) سراپا سخن ، محسن ، ص ۱۰۴ و ص ۲۷۱ ؛ (۱۵) شعرالہند ، عبدالسلام ندوی (طبع چہارم ، جلد اول) ص ۱۳۸—۱۴۰ ؛ (۱۶) شعرائے اردو ، میر حسن (طبع ثانی) ص ۱۲۸—۱۳۳ ؛ (۱۷) شعرائے اردو ، خیراتی لعل بے جگر (مخطوطۂ لندن) ورق ۱۴۱ ب—۱۴۵ الف ؛ (۱۸) شعرائے متغزلین ، اسماعیل پانی پتی ، ص ۶۰۸-۶۰۹ ؛ (۱۹) شمع انجمن ، صدیق حسن خان ، ص ۳۸۶ ؛ (۲۰) شمیم سخن ، صفا بدایونی (جلد دوم) ص ۲۸ ؛ (۲۱) تذکرۂ شورش (مخطوطۂ آکسفورڈ) ورق ۱۹۳ ب - ۲۹۴ ب ؛ (۲۲) طبقات سخن ، عشق و مبتلا میرٹھی (نسخۂ برلن) طبقۂ اول ، ص ۲۸۲—۲۹۱ ؛ (۲۳) طبقات الشعرا ، قدرت اللہ شوق (مخطوطۂ حیدر آباد ، دکن) ورق ۷۷ الف تا ۸۶ ب ؛ (۲۴) طبقات الشعرائے ہند ، کریم الدین و فیلن ، ص ۱۶۰—۱۶۲ ؛ (۲۵) طور کلیم ، نورالحسن خان ، ص ۷۹-۸۰ ؛ (۲۶) تذکرۂ عشقی (نسخۂ آکسفورڈ) ورق ۶۳ ب—۶۴ الف ؛ (۲۷) عطر سخن ، یوسف حسین ، ص ۵۵۱ ؛ (۲۸) عقد ثریا ، مصحفی ، ص ۶۴ ؛ (۲۹) عمدۂ منتخبہ ، سرور ، ص ۴۹۷—۵۱۱ ؛ (۳۰) عیار الشعرا ، خوب چند ذکا[1] (نسخۂ لندن) ورق ۳۰۰ ب—۳۰۶ ب ؛ (۳۱)

۱- ذکا کے تذکرے میں قائم کے دو ایسے شعر بھی شامل ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتے - یہ الحاق بھی ہو سکتے ہیں - دونوں شعر علی الترتیب غزل ۲۶۲ اور غزل ۳۴۴ سے متعلقہ حواشی میں درج ہیں -

کاملان رام پور، احمد علی شوق، ص ۳۲۶ ؛ (۳۲) گل رعنا، عبدالحئی (طبع چہارم) ص ۱۸۶—۱۹۱ ؛ (۳۳) گلزار ابراهیم، علی ابراهیم خلیل (نسخهٔ لندن) ورق ۱۹۳ الف - ۱۹۶ الف ؛ (۳۴) گلستان بے خزاں، قطب الدین باطن، ص ۱۹۰-۱۹۱ ؛ (۳۵) گلشن بے خار، شیفته (مطبوعه ۱۸۷۴ع) ص ۱۵۳—۱۵۶ ؛ (۳۶) گلشن همیشه بہار، نصراللہ خاں قمر خورجوی، ص ۸۸ - ۸۹ ؛ (۳۷) گلشن هند، حیدر بخش حیدری (مشموله گلدسته حیدری، مخطوطهٔ آکسفورڈ) ورق ۳۵۱ ؛ (۳۸) گلشن هند، علی لطف، ص ۱۹۱—۱۹۶ ؛ (۳۹) مخزن نکات، قائم، ص ۷۷-۷۹ (نیز مقدمهٔ عبدالحق) ؛ (۴۰) مرأة الشعرا، یحیٰی تنہا (جلد اول) ص ۱۸۳—۱۹۲ ؛ (۴۱) مسرت افزا، ابوالحسن (نسخهٔ آکسفورڈ) ورق ۱۳۵ الف - ۱۳۶ الف ؛ (۴۲) مجموعهٔ نغز، قاسم (جلد دوم) ص ۸۲ - ۸۹ ؛ (۴۳) نتائجُ الافکار، قدرت اللہ خاں قدرت گوپاموی، ص ۳۵۱ ؛ (۴۴) نسخهٔ دل کشا، جنم جی متر (جلد اول) ص ۱۹۴—۱۹۵ ؛ (۴۵) نکات الشعرا، میر (طبع دوم) ص ۱۲۲—۱۲۸ ؛ (۴۶) تذکرهٔ هندی، مصحفی، ص ۱۷۹—۱۸۷ -

چند دیگر ماخذات یہ هیں :

(۴۷) اردو رباعیات، ڈاکٹر سلام سندیلوی، ص ۲۶۸—۲۷۳؛ (۴۸) اردو غزل، ڈاکٹر یوسف حسین (طبع سوم) ص ۴۵۶—۴۵۹ ؛ (۴۹) تاریخ ادب اردو، سکسینه (انگریزی) ص ۹۷ ؛ (۵۰) تاریخ ادب اردو، گراهم بیلی (انگریزی) ص ۵۰ ؛ (۵۱) تاریخ ادب اردو، ڈاکٹر زور، ص ۹۳ ؛ (۵۲) تاریخ ادبیات هندوستانی، دتاسی (فرانسیسی) جلد اول ص ۳۶۰—۳۷۱ ؛ (۵۳) دلی کا دبستان شاعری، ڈاکٹر هاشمی، ص ۱۸۶—۱۸۸ ؛ (۵۴) سودا، شیخ چاند، ص ۱۰۸—۱۱۱ ؛ (۵۵) فارسی ادب کا سوانحی جائزه (انگریزی)

سی - اے - اسٹوری ، ص ۸۵۲-۸۵۳ ؛ (۵۶) قاموس المشاہیر ،[1] نظامی بدایونی (جلد دوم) ص ۱۳۸ ؛ (۵۷) ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں ، ڈاکٹر نارنگ ، ص ۳۱۹—۳۲۳ -

(۵۸) قائم چاند پوری ، پنڈت پدم سنگھ شرما[2] (ترجمہ 'نقوش' شمارہ نمبر ۹۴ ، ص ۵۰—۷۲ ؛ (۵۹) قائم چاند پوری ، ابو منعم سعیدی ، 'نگار' اگست ۱۹۲۸ع ، ص ۵—۱۸ ؛ ستمبر ۱۹۲۸ع ، ص ۹—۲۸ ؛ (۶۰) قائم چاند پوری ، مجنوں گورکھ پوری مشمولہ 'تنقیدی حاشیے' ص ۶۲—۹۲ ؛ (۶۱) قائم چاند پوری ، ڈاکٹر صابر علی خاں ، 'ادبی دنیا' (دورۂ پنجم ، شمارہ دوم) ص ۲۷ — ۳۲ ؛ (۶۲) قائم چاند پوری اور ان کا کلام ، اثر رام پوری ، 'معارف' اپریل ۱۹۵۲ع ص ۲۸۴—۲۹۷؛ مئی ۱۹۵۲ع ص ۳۷۵—۳۸۸ ؛ جون ۱۹۵۲ع ، ص ۴۵۶—۴۶۶ ؛ (۶۳) قائم چاند پوری ، نثار احمد فاروقی ، مشمولہ 'دید و دریافت' ص ۹۳—۱۱۳ ؛ (۶۴) قائم چاند پوری—سوانح و شاعری (انگریزی) اقتدا حسن ، 'اوریئنٹل کالج میگزین' (قسط اول) فروری ۱۹۶۵ع ، ۳—۳۰ ؛ (۶۵) قائم چاند پوری کا شہر آشوب ، اقتدا حسن ، 'ادبی دنیا' شمارہ (غالبآ) نومبر ۱۹۶۲ع ، ص ۶۵—۷۸ ؛ (۶۶) مثنویات قائم چاند پوری ، نثار احمد فاروقی ، 'نقوش' شمارہ نمبر ۹۱ ، ص ۲۵۳—۲۶۱ ؛ (۶۷) قائم چاند پوری اور مرزا رفیع سودا کا

۱- بیل کی 'بائیو گرافیکل ڈکشنری' میں قائم کا ترجمہ شامل نہیں ہے - مترجم نے اضافہ کیا ہے -

۲- شرما صاحب نے مولانا آزاد کے حوالے سے ایک شعر قائم کے نام منسوب کیا ہے جو قائم کے کسی نسخے میں نہیں ملتا - شعر یہ ہے :

مجلس وعظ تو تا دیر رہے گی قائم
یہ ہے میخانہ ابھی پی کے چلے جاتے ہیں

تقابلی مطالعہ ، ڈاکٹر محمد فرمان ، 'معارف' اکتوبر ۱۹۶۴ع ، ص ۲۷۵—۲۹۴ ؛ (۶۸) رام پور کا ماحول شعر و سخن ، راز یزدانی ، 'نگار' اگست ۱۹۵۸ع ، ص ۳۱ -

(۶۹) انڈیا آفس لائبریری ، فہرست مخطوطات فارسی (جلد اول) ۳۵۹-۳۶۰ ؛ (۷۰) انڈیا آفس لائبریری ، فہرست مخطوطات ہندوستانی ، ص ۲۸ و ص ۷۴-۷۵ -

قائم سے متعلق 'کتابیات' کی اس فہرست کو بہرحال مکمل نہیں کہا جا سکتا لیکن اس میں صرف ان ماخذات کو شامل کیا گیا ہے جن سے مرتب کو براہ راست استفادہ کرنے کا موقع ملا ۔ اگر یہ پابندی نہ کی گئی ہوتی تو اس میں کچھ اور بھی اضافے ہو سکتے تھے -

کلیات قائم

جلد اول

(مشتمل بر غزلیات)

مرتبه

اقتدا حسن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

غزلیات

ردیف (الف)

۱

ہرگز نہیں مقدور تری حمد زباں کا
برہان ہے دعوے کی مرے عجز بیاں کا[1]

جب تک کہ ہے تو ہم ہیں ترے ساتھ ہمیشہ
جوں موج کہ نت لازمہ ہے آبِ رواں کا

اے عشق مرے دوش پہ تو بوجھ رکھ اپنا
ہر سر متحمل نہیں اس بارِ گراں کا

دل پردے میں کہہ رمز حقیقت کہ مبادا
محرم ہو کوئی غیر ترے رازِ نہاں کا

ٹک فہمِ ارادت سے برہمن کی سمجھ شیخ
کیا کم ہے خدا سے ترے ہنگامہ بتاں کا

اے غافلِ فرصت! یہ چمن مفت نظر ہے
پھر فصلِ بہار آئے نہ موسم ہو خزاں کا

پوشیدہ ہے جوں بو وہ ہر اک رنگ میں قائم
دیکھے تو اگر غور سے گل زار جہاں کا

۱۔ نسخۂ انجمن میں مطلع یہ ہے ؂

مقدور نہیں قدرت خالق کے بیاں کا
گو تن پہ ہر اک بال کو ہو حکم زباں کا

۲

مقدور کسے نعت پیمبرؐ کی رقم کا
ہر دم ہے دمِ تیغ پہ یاں راہ قلم کا

گل گشتِ دو عالم سے ہو کیوں کر وہ تسلی
زائر ہو جو کوئی ترے کوچے کے اِرم کا

گو خضرؑ تھا منزل کو نہ مقصود کی پہنچا
جویا نہ ہوا یاں جو ترے نقشِ قدم کا

امکاں نہ تھا ممکن و واجب کو سمجھنا
مظہر جو نہ ہوتا تو حدوث اور قِدَم کا

ہے جرم نہ کردہ کی مرے عفو خریدار
تا گرم ہے بازارِ تری بیعِ سلم کا

کیا دُور جو بخشش پہ کریں ناز جرائم
جس روز کہ شافع ہو تو اعمال اُمم کا

یا ختمِ رسلؐ ! گرچہ گنہ گار ہے قائم
پر اُس کو بھروسا ہے ترے فضل و کرم کا

۳

اُٹھ جائے گر یہ بیچ سے پردا حجاب کا
دریا ہی پھر تو نام ہے ہر اک حباب کا[1]

کیوں چھوڑتے ہو دُردِ تہِ جام مے کشو
ذرّہ ہے یہ بھی آخر اُسی آفتاب کا

۱- نسخۂ رام پور میں اس مطلع کے بعد یہ شعر ہے ؎
افتادگاں کی پستئ ہمت نہ پوچھنا
ہے سائبانِ عرش پہ ہاتھ اِس طناب کا

ایسی ہوا میں پاس نہ ساقی نہ جامِ مے
رونا بجا ہے حال پہ میرے سحاب کا

ہونا تھا زندگی ہی میں منہ شیخ کا سیاہ
اس عمر میں ہے ورنہ مزا کیا خضاب کا

اس دشتِ پُر سراب میں بھٹکے بہت پہ حیف!
دیکھا تو دو قدم پہ ٹھکانا تھا آب کا

زاہد، مریض عشق پہ ہو شربِ مے حرام!
بارے یہ مسئلہ ہے تری کس کتاب کا؟

جوں سرمہ کیوں نہ چشم میں قائم کی ہو جگہ
آخر وہ خاکِ پا ہے شہِ بُو تراب رض کا

۴

وہی معنی ہیں گو دھوکا ہے صورت کے ازالے کا
اگر ژالہ ہو پانی سے دِگر، پانی ہو ژالے کا

خط آیا اس کے دیکھیں گریہ کیا طوفان لاوے گا
ہے یہ آثار سے بارش کے ہونا مہ پہ ہالے کا

فلک کی قید میں پھستے[1] ہیں کب شہ باز ہمت کے
طرح مکڑی کی گو پورا ہے اِن نے دام جالے کا

بدن سے گریہ جذب خوں طرف آنکھوں کی کرتا ہے
ہے اُلٹا ضابطہ یاں کے طبیبوں کے امالے کا

بہت سا غور کو مت دخل دے نسخے میں عالم کے
کہ حاصل دُور ہے نظروں سے تیری اس رسالے کا

اگر چرچا یوہیں شیون کا ہے یاروں میں تو اب کے
ذخیرہ ہووے گا ہر گھر کے اندر آہ و نالے کا

۱- پھنستے -

نہ رکھ قائم ، مُعَرّا داغ سے صفحے کو سینے کے
کہ مُہریں جس قدر ہوں حسن ہے اتنا قبالے کا

۵

دل پا کے اُس کی زلف میں آرام رہ گیا
درویش جس جگہ کہ ہوئی شام رہ گیا

جھگڑے میں ہم مبادی کے یاں تک پھنسے کہ آہ !
مقصود تھا جو اپنے تئیں کام رہ گیا

ناپختگی کا اپنی سبب اُس ثمر سے پوچھ
جلدی سے باغباں کی جو وہ خام رہ گیا

صیّاد تو تو جا ہے پر اُس کی بھی کچھ خبر
جو مرغ ناتواں کہ تہِ دام رہ گیا

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند
کچھ دُور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا

ماریں ہیں ہم نگینِ سلیماں[۴] کو پشتِ دست
جب مٹ گیا نشاں تو گو نام رہ گیا

نے تجھ پہ وہ بہار رہی اور نہ یاں وہ دل
کہنے کو نیک و بد کے اک الزام رہ گیا

موقوف کچھ کمال پہ یاں کامِ دل نہیں
مجھ کو ہی دیکھ لے نا کہ ناکام رہ گیا

قائم گئے سب اُس کی زباں سے جو تھے رفیق
اِک بے حیا میں کھانے کو دشنام رہ گیا

۶

نہ جوں حُباب تُو دم کھا حیاتِ فانی کا
کہ بیٹھ جا ہے یہ اب بُلبلا سا پانی کا

نہ چھوڑ ساتھ سے اے مرغ تیز پر مجھ کو
که تازہ ربط کیا ہے میں پر فشانی کا[1]

نہالِ قامتِ نوخیز ہوئے گا اک چیز
په یاں دماغ کسے اتنی باغبانی کا

ہے ایک تارِ گریباں کی اوٹ میں تنِ زار
ز بس ہجوم ہے جامے په ناتوانی کا

نہ ایک پند ہے واعظ کی مورثِ غفلت
خواص بھی تو سنا ہے یہی کہانی کا

کہے ہے کل کے تو آنے کو آج یاں شب تک
کب اعتماد کسی کو ہے زندگانی کا

سوالِ بوسہ تو قائم کیا کر اس سے یوہیں
کبھو تو ہوگا کوئی وقت مہربانی کا

۷

پڑھ کے قاصد خط مرا اس بد زباں نے کیا کہا ؟
کیا کہا ؟ پھر کہہ ، بتِ نا مہرباں نے کیا کہا ؟

غیر سے ملنا تمھارا سن کے گو ہم چپ رہے
پر سنا ہوگا که تم کو یک جہاں نے کیا کہا ؟

۱- ایک شعر سے

نہیں ہے مرگ چھٹ اس دردِ لا دوا کا علاج
خدا کسی کو مرض دے نه زندگانی کا

نسخۂ انڈیا آفس کی ترتیب کے وقت قافیے کی تکرار سے بچنے کے لیے یا تو دانسته اس غزل سے خارج کر دیا گیا یا پھر بعد کی تصنیف ہے جو نسخۂ انجمن اور ایشیاٹک سوسائٹی میں شامل کر لیا گیا ۔

گالیوں کی جھاڑ باندھی ، قصدِ سرگوشی میں رات
کیا کہا چاہے تھا ٹمیں ، اس بد گماں نے کیا کہا

سب خراج مصر دے کر تھا زلیخا کو یہ سوچ
مول یوسف[ع] سے پسر کا ، کارواں نے کیا کہا ؟

پھر لہو ٹپکے ہے پیارے ، آج کچھ باتوں کے بیچ
سچ کہو لب سے تمھارے رنگِ پاں نے کیا کہا

قائم اس کوچے سے شب غم گیں نہ آنا تھا یوہیں
کیا کہوں تجھ سے کہ اس کو پاسباں نے کیا کہا

٨

پھر کے جو وہ شوخ ، نظر کر گیا
تیر سا کچھ دل سے گزر کر گیا

خاک کا سا ڈھیر ، سر رہ ہوں میں
قافلۂ عمر سفر کر گیا

خُلد بریں اُس کی ہے واں بود و باش
یاں کسی دل بیچ جو گھر کر گیا

چھپ کے ترے کوچے سے گزرا ٹمیں لیک
نالہ اک عالم کو خبر کر گیا

جوں شرر کاغذِ آتش زدہ
شامِ غم اپنی میں سحر کر گیا

تا بہ فلک نالہ تو پہنچا تھا رات
میں ہی کچھ اللہ کا ڈر کر گیا

پوچھ نہ قائم کی کٹی کیوں کہ عمر
جوں ہوا ، یک چند بسر کر گیا

۹

دل یاد هیں وہ دن کہ تجھے ناؤ نوش تھا
ساغر ترے سے خونِ جگر گرم جوش تھا

اے ابر ، اپنے گریے میں جس وقت جوش تھا
جو قطرہ اشک کا تھا سو طوفاں بہ دوش تھا

تھا عندلیب نغمہ سرائی کا جب دماغ
یاں بیش خیز زمزمہ جوش و خروش تھا

کس کی نگاہ گرم تھی گلشن پہ اے نسیم ؟
شبنم سے برگِ گل ، لبِ تب خالہ جوش تھا

کیوں کر کہوں میں کن نے مرا دل کیا کباب
پر ایک تیری چشم هی سا بادہ نوش تھا

کُو نوحہ گر ؟ کہ خاک پہ میری هو گرمِ شور
تھا اک چراغِ گور سو وہ بھی خموش تھا[1]

قطعہ

قائم تو اپنی هستی نہ سمجھا کہاں تلک
اے خانماں خراب ، کوئی یہ بھی هوش تھا

هر دم شرار و برق سے کیا ارض کیا سما
هر ایک تیرے منہ پہ تبسم فروش تھا

۱۰

جلوہ چاهے هے اِسے اُس بُتِ هرجائی کا
نہ پریشاں نظری جرم هے بینائی کا

چھوڑ تنہا مجھے یا رب ، اُنھیں کیوں کر گزری
غم جنھیں آٹھ پہر تھا مری تنہائی کا

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر انتخابِ حسرت میں هے —
واشد کے بعد یاں میں نہ دیکھا نہ کچھ سنا
جوں غنچہ گو کہ پاس مرے چشم و گوش تھا

عار ہے ننگ کو مجھ نام سے ، سُبحان اللہ !
کام پہنچا ہے کہاں تک مری رسوائی کا
کُوچہ گردی دلِ مجنوں نے مرے کی ایجاد
مبتذل جان کے ڈھب بادیہ پیائی کا
آہ ! یوں شیشۂ دل ان نے جو توڑا میرا
کیا بگاڑا تھا میں اس گنبدِ مینائی کا
کس بھروسے پہ دلا اس کو تجا تھا تُو نے
اسی منہ سے تجھے دعوا تھا شکیبائی کا ؟
صحنِ صحرا کو سدا اشک سے رکھنا چھڑکاؤ
بس ، دوانہ ہوں میں قائم ، تری مرزائی کا

۱۱

جی تلک آتش ہجراں میں سنبھالا نہ گیا
گھر میں سب کچھ تھا پہ ہم سے تو نکالا نہ گیا
اوجھل اس ہستی کے تنکے کے یقینی تھا پہاڑ
یہ پرِ کاہ ھی پر نظروں سے ٹالا نہ گیا
گو کہ دینا تھا فلک مول میں دل کے دو جہاں
اتنی قیمت پہ تو اس مال کو ڈالا نہ گیا
رخت باندھا نہ کس اندوہ و خوشی نے دل سے
اک ترے غم ھی کا اس گھر سے اٹالا نہ گیا
کیا زرِ داغ نہ گردوں نے دیے قائم کو
اس قلندر کا پہ اک روز دوالا نہ گیا

۱۲

ٹکڑے کب غم نے یہ جگر نہ کیا
نہ کیا نالہ ہم نے پر نہ کیا

دل سے طوفانِ گریہ آمڈے ہزار
ہم نے پر اک مژہ کو تر نہ کیا
خم کے خم پی گئے مئے منصور
لیک اُس کا سا شور و شر نہ کیا
پائے دیوارِ دوست اک مُدت
ہم بھی کاٹی پہ نالہ سر نہ کیا
موجِ گرداب کی طرح ہم نے
گھر سے باہر کبھو سفر نہ کیا
کارِ دُنیا پڑا سپہر کے ہاتھ
جب کہ ہم نے یہ دردِ سر نہ کیا
دل نہ دینا ہی خوب تھا پر حیف !
ہم نے یہ سوچ پیش تر نہ کیا
بار ہا دل گیا اسی رہ سے
پر تقیُّد میں چشم پر نہ کیا
دوس کیا دیجے چور کو قائم
بند گھر کا میں آپ در نہ کیا

۱۳

عہدے سے تیرے ہم کو بر آیا نہ جائے گا
یہ ناز ہے تو ہم سے اٹھایا نہ جائے گا
ٹوٹا جو کعبہ کون سی یہ جائے غم ہے شیخ ؟
کچھ قصرِ دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا[۱]

۱- کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۱۳ پر بھی یہ شعر ہے - پہلا مصرع اس طرح ہے :

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ

سودا اور قائم کے مشترک کلام پر مقدمے میں بحث ملاحظہ ہو - (مرتب)

آتش تو دی تھی خانۂ دل کے تئیں میں آپ
پر کیا خبر تھی یہ کہ بجھایا نہ جائے گا

ہوتے ترے خیال ہے ہم درمیاں نہ ہوں
جب تک وجودِ شخص ہے سایا نہ جائے گا

مجرم ہوں وہ کہ ایک فقط روزِ باز پرس
نامہ مرے عمل کا دکھایا نہ جائے گا

ہے خواجہ آج نام کے پیچھے یہ سب خراب
غافل کہ کل نشان بھی پایا نہ جائے گا!

قائم، خدا بھی ہونے کو جو جانتے ہیں ننگ
بندا تو ان کے پاس کہایا نہ جائے گا!

۱۴

ڈر، نالے سے جو ہووے قریں جانِ خستہ کا
ہے بے طرح یہ تیر کمانِ شکستہ کا

جوں لالہ، داغِ سینہ سے کیا کام تھا ہمیں
یا رب بُرا ہو اس دلِ در خوں نشستہ کا

بندھوا تری نگہ کا جیسے کیا بہ کامِ دل
پرواز گُم ہے مرغِ پر و بال بستہ کا

۸- انتخاب حسرت میں اسی ردیف اور قافیے میں چار شعر اور ہیں ؎

دل کو نہ صرف گریہ کر اے چشم اشک بار!
ایسا رفیق ڈھونڈے بھی پایا نہ جائے گا

ناصح وہ فکر کر کہ سلامت رہے یہ جیب
اور پھٹ چکا تو پھر یہ سلایا نہ جائے گا

پھیرے ہی دو ہو دل کو تو اتنا سمجھ رکھو
گر پھر طلب کرو گے تو لایا نہ جائے گا

اے چشم اشک بار! تنک سعی صرف کر
کتنا ہے یہ جہاں کہ ڈبایا نہ جائے گا

وضعِ شباب عالمِ پیری میں رکھ نہ دوست
کب رو ہے پھر کماں کی طرف تیرِ جستہ کا

قائم آگا ہے نخلِ مرا واں کہ جس جگہ
سر ہے ہمیشہ پائے تبر شاخِ رستہ کا

۱۵

میں خوب اہل جہاں دیکھے اور جہاں دیکھا
پر آشنا کوئی دیکھا نہ مہرباں دیکھا

ہمیشہ منع تو کرتا تھا باغ سے ہم کو
کچھ حال اب گل و گلشن کا باغباں دیکھا ؟

طلب کمال کی کوئی نہ کیجیو زنہار !
کہ میں یہ کرکے فضولی بہت زیاں دیکھا

نہ جانے کون سی ساعت چمن سے بچھڑے تھے
کہ آنکھ بھر کے نہ پھر سوئے گلستاں دیکھا

سنے کو دیکھے پہ ہم کس طرح سے دیں ترجیح
خدا تو ہم نے سنا ہے ، تمھیں بتاں دیکھا

بہ رنگ غنچہ بہار اس چمن کی سنتے تھے
پہ جوں ہی آنکھ کھلی موسمِ خزاں دیکھا

نہ کہتے تھے تجھے قائم کہ دل کسی کو نہ دے
مزا کچھ اس کا بھلا تو نے اے میاں ، دیکھا[1]

۱- اسی ردیف و قافیہ میں انتخاب حسرت میں ایک اور شعر ہے —
میں وہ اسیر قفس ہوں کہ عمر بھر جس نے
نہ سیر باغ کی ، نے روئے آشیاں دیکھا

۱۶

ہے مختصر تو یہ قصہ مری تباہی کا
کہ تھا جو کچھ سو ہوا قوتِ مرغ و ماہی کا ۱

نہ کر غرور تو منعم کہ دم میں مثلِ حباب
بہ باد جاتے میں دیکھا ہے چتر شاہی کا

گناہ جس کی ازل سے ہو ارث اے زاہد!
وہ مدعی ہو بھلا کیوں کہ بے گناہی کا

بجا ہے خانہ نشینی یہ چشم کی اس کی
نہیں زمانے میں خواہاں کوئی سپاہی کا

ہے آپ سے بھی توقع غلط کہ ناخنِ فلس
کبھی نہ کھینچتے دیکھا، میں خار ماہی کا

کہاں ہے دیدۂ گریاں کہ اب بقیّۂ عمر
کریں علاج ہم اس اپنی رو سیاہی کا

۱۔ نسخۂ رام پور، نسخۂ انجمن، انتخاب بلگرامی اور انتخاب حسرت میں مطلع یہ ہے ؎

غرور مجھ کو نہیں شیخ، بے گناہی کا
امیدوار ہوں میں رحمت الٰہی کا

اس غزل کا تیسرا شعر نسخۂ انڈیا آفس اور ایشیاٹک سوسائٹی میں تو ہے، نسخۂ رام پور و انجمن میں نہیں۔ اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر انتخاب حسرت میں اور ہے ؎

ہمیشہ خوف میں رہ دل تو گو ہو بے تقصیر
مباد جرم رکھیں تجھ پہ بے گناہی کا

فلک جو دے تو خدائی بھی لے نہ اب قائم
وہ دن گئے کہ ارادا تھا بادشاہی کا

۱۷

نہیں نہ وہ ہوں کہ ُتنک غصے میں ٹل جاؤں گا
ھنس کے تم بات کرو گے میں بہل جاؤں گا

ہم نشیں ، کیجیو تقریب تو شب باشی کی
آج کر نشے کا حیلہ میں مچل جاؤں گا

دل مرے ُضعف پہ کیا رحم ُتو کھاتا ہے کہ میں
جان سے اب کے بچا ہوں تو سنبھل جاؤں گا

میر اُس کوچے کی کرتا ہوں کہ جبریل جہاں
جا کے بولا کہ بس اب آگے میں جل جاؤں گا

تنگ ہوں میں بھی اب اس جینے سے اے جی ، نہ ُرکا
جا نکل جا ، جو ُتو کہتا ہے ”نکل جاؤں گا“

شورِ محشر سے ہے پروا مجھے کیا ، اے واعظ !
جب کہ ہم راہ لیے دل سا خلل جاؤں گا

شوخی سے پہنچے ہے ُجوں ھند میں طوطی ، قائم
آگے سودا کے میں لے کر یہ غزل جاؤں گا[1]

۱- اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر ، انتخاب حسرت
دیکھ سکتے نہیں کیوں مجھ کو وہ ُخفاش مزاج
میں تو خورشیدِ لبِ بام ہوں ، ڈھل جاؤں گا
شعلہ خو اپنے سے جوں شمع گرفتہ تو ہوں لیک
سر پہ جب آن کھڑا ہوگا ، پگھل جاؤں گا

۱۸

اب جو کوچے سے ترے جائے گا
کچھ سمجھ کر ہی پھیر آئے گا

دل کہاں تک اٹھائے جور ترے
تجھ سے اب دل ہی کو اٹھائے گا

خس نمط ساتھ موج کے لگ لے
بہتے بہتے کہیں تو جائے گا

پاؤں پر اس کے جا تھی اس کی کبھو
کس کے آگے یہ سر جھکائے گا

صحبتِ نیک و بد سے یاں رہ کر
کب تلک دردِ سر اٹھائے گا

جی میں ہے اس سرے سے عالم کے
جا کوئی جھونپڑا بنائے گا[۱]

قطعہ

شام یا صبح ، یاں سے جب قائم
یہی ٹھہری کہ مر ہی جائے گا

بس کئی دن جو زیست ہے ، اس پر
کس کی منت عبث اٹھائے گا

۱۔ نسخۂ انجمن میں اس غزل میں صرف سات شعر ہیں ۔ مقطع ہے ؎
رچ گئی قائم اس کی یاد تو اب
کیوں کہ جی سے اسے بھلائے گا
لیکن قطعہ نہیں ہے ۔

بند کر بیٹھیے درِ خانہ
ایسی فرصت کو پھر نہ پائے گا

بس ہے پینے کو چند روز کے اشک
خونِ دل جب تلک ہے کھائے گا

۱۹

کیا ہمیں کیا اعتبار میرا
خواری ، بس افتخار میرا

ناصح بولے ہے یوں کہ گویا[۱]
دل پر ہے کچھ اختیار میرا

اے شاہ سوار ، اللہ کے جہد !
زخمی ہے نِپٹ شکار میرا

ٹک بچیو صبا کہ ہر قدم پر
اس کوچے میں ہے غبارِ میرا

وہ کشتیٔ مے دے اب کے ساقی
جس میں کھیوا ہو پار میرا

صد بحر در آستیں ہے جو ابر
وہ جیب ہے یا کنار میرا

قائم ، ہوں اگرچہ ہیچ لیکن
کیا کچھ ہے اعتبار میرا !

۲۰

گرا شب آنکھ سے کچھ آب ، کچھ مژگاں سے خوں ٹپکا
میں چاہا جس کو کچھ کم ہو ، وہی حد سے فزوں ٹپکا

۱- مرآۃ الشعر مرتبہ محمد یحییٰ تنہا میں یہ شعر اس طرح ہے ؎
ناصح تو کہے ہے یوں کہ گویا ہے دل پہ کچھ اختیار میرا

خدا جانے مجھے اس غم میں ُتو کب تک ُرلائے گا
مرا تو دل بھی لوُھو ہو کے اے گردونِ دوں ٹپکا

دکھاویں گے تجھے یاقُوت ، رنگِ سرخ کی خوبی
کبھو آنکھوں سے کوئی اپنی سرشک لعل گوں ٹپکا

بہار آئی پر عاشق کا خدا ھی تیرے حافظ ھے
پڑے ھے اس کی چتون سے کچھ ان روزوں ، جنوں ٹپکا

الٰہی یہ بھی کوئی دل ھے گزرا تیر ھو میرے[1]
کسو کی چشم سے گر خاک پر آنسو کبھوں ٹپکا

نہیں قائم ، اگر ثمرہ ، خجالت سربلندی کا
تو پھل کس واسطے ھر نخل سے یاں سرنگوں ٹپکا

۲۱

دیا فلک نے ھمیں عزّ و جاہ یا نہ دیا
غرض یہ ذکر مناسب ھے کیا دیا نہ دیا

یہ کیا ستم تھا طلب مدعا کی دی ھم کو
جو کامِ دل ھی فلک حسبِ ُمدّعا نہ دیا

سنا تھا ھم بھی کہ ھے شہدِ زندگی شیریں
پہ کامِ تلخ میں اپنے تو کچھ مزا نہ دیا

عروس کوری نہ آغوشِ چشم میں آئی
گُہر سے اشک کے تا مہر، مَیں ُچکا نہ دیا

۱- انتخاب حسرت میں یہ شعر اس طرح ھے ؎

الٰہی یہ بھی کوئی دل ھے گزرا تیر ھو میرے
کسو کے جسم سے یاں خاک پر آنسو کبھوں ٹپکا

اسی غزل کا ایک شعر ، نسخۂ رام پور ؎

پھپولا بلبلے سے زیادہ پڑ جائے گا اے دریا !
جو قطرہ چشم سے میری ترے اوپر کبھوں ٹپکا

سلونے بوسوں سے ایسے بھرے ہے جی کس کا
لیا ہے ایک جو لڑ بھڑ تو دوسرا نہ دیا

ملا دیا تو اک عالم کو خاک میں اے چرخ!
بہم دگر کبھو دو یار کو ملا نہ دیا

کبھو سنا ہے تو بابل کا حال یوں اے گل
کہ رو کے ان نے کہا ہنس کے تیں اڑا نہ دیا

میں اس کی بزم کا یاں شعر خواں ہوں اے قائم
کہ جز فریب کے ان نے کبھو صلا نہ دیا

۴۲

سن کے شور اس لب شکر خا کا
ہو گیا بند دم مسیحا کا

مانع سیل اشک ہوں نہ مژہ
کب رکے خس سے راہ دریا کا

جوں نگیں کس قدر ہیں طالب نام
رو سیہ ہو ان اہل دنیا کا

وائے اس زیست پر کہ جس کے لیے
ہوجیے منت پزیر عیسی[۴] کا

پہنچے واں بے خودی میں ہم کہ خیال
جس جگہ جا سکے نہ عنقا کا

قطعہ

قائم اپنے میں ضعف اس حد کو
طور یہ چل بچل احبا کا!

سنیے کس کا سخن کہ دل سے مٹے
داغ مرزا رفیع سودا کا

۲۳

میں کیا کہوں کہ جو کچھ مجھ پہ زیرِ دام ہوا
وہی یہ سمجھے جو تڑپا نہ اور تمام ہوا

سرائے دھر عجب دل فریب ہے کہ جہاں
خبر ہی کوچ کی بھولے جو یک مقام ہوا

بنا تھی عیشِ جہاں کی، تمام غفلت پر
کُھلی جو آنکھ تو گویا کہ احتلام ہوا

یہ چاکِ جیب بھی سینا عبث ہے گر ناصح
جگر کے زخم کا تجھ سے نہ التیام ہوا

جہاں میں شُہرہ تھیں مجنوں کی ذلتیں قائم
سو بارے عہد میں تیرے وہ نیک نام ہوا

۲۴

شب جو دل بے قرار تھا، کیا تھا؟
کسی کا انتظار تھا، کیا تھا؟

چشم در پر تھی صبح تک شاید
کچھ کسی سے قرار تھا، کیا تھا؟

مدتِ عمر جس کا نام ہے، آہ!
برق تھی یا شرار تھا، کیا تھا؟

نہ دیا دل جو پھر تو لے کے میں کچھ
ایسا بے اعتبار تھا، کیا تھا؟

دیکھ مجھ کو جو بزم سے تو اٹھا
کچھ تجھے مجھ سے عار تھا، کیا تھا؟[۱]

۱- اس غزل کا چھٹا شعر، نسخۂ رام پور سے
صاف کہہ دے کہ شب وہ تیرے پاس
کون سا جاں گزار تھا، کیا تھا؟

پیر گئی وہ نگہ جو یُوں محرَم
سیل تھی یا کٹار تھا ، کیا تھا ؟

رات قائم ، تُو اس مزاج پہ واں
سخت بے اختیار تھا ، کیا تھا ؟

۲۵

بے دماغی سے نہ اُس تک دل رَنجور گیا
مرتبہ عشق کا یاں حُسن سے بھی دُور گیا
آہ پہلو میں سے میرے دلِ رَنجور گیا
تا کجا ضبطِ نفس کیجیے کہ مقدور گیا
دکھ کے نیشوں سے مشبکّ ہے مرا دل اے عشق !
چھیڑنے کو تُو عبث خانۂ زنبور گیا
جس جگر سے کہ یہ دل نوکِ مژہ تک پہنچا
کب سرِدار پر اس دھوم سے منصور گیا ؟
سرسری جس کو خبر تیری صبا سے پہنچی
گل کے مانند وہ اس باغ سے مسرور گیا
فیضِ صحبت سے جو یاں دل کے بھبھوکا نہ ہوا
خلوتِ داغ میں کب مرہمِ کافور گیا
رہ گئی بانگِ درا آنے سے اے قیس ، مگر
ناقۂ محملِ لیلیٰ کہیں اب دُور گیا

قطعہ

کان تک یار کے ، قائم ، مرے اس عالم سے
رفتہ رفتہ جو گزر جانے کا مذکور گیا
سن کے اتنا تو کہا حیف کہ اب دنیا سے
ناز برداری کا معشوق کی دستور گیا

۲۶

جو کوہ کن تجھے قوت ہی آزمانا تھا
عوض پہاڑ کے ، شیریں سے دل اٹھانا تھا

کوئی دن آگے بھی زاہد ، عجب زمانا تھا
ہر اک محلے کی مسجد شراب خانا تھا

اندھیری رات ، یہ کوچہ ، میں مست ، یار حریف !
غلط کیا میں ، مجھے اس طرف نہ آنا تھا

بہ رنگِ طائرِ بو ، ہم اسیر ، اے صیاد !
وہ ہیں کہ جن کا گلوں بیچ آشیانا تھا

معاملہ ہے یہ دل کا ، اسے کہے گا وہ کیا
پیام بر کے ہمیں ساتھ آپ جانا تھا

شکن جو زلف کی اپنی بنائی تم تو کیا ؟
دلِ شکستہ کسی کا کبھو بنانا تھا

کہاں یہ گل ، کدھر اے ہم صفیر ہم ، یک چند
شریک تم میں ہمارا بھی آب و دانا تھا

گئے بباد نہ اب کے تو بخت میں اپنے
کوئی دن اور بھی دنیا کی باؤ کھانا تھا

یہ سچ کہ جھوٹ ہے دعوئ دوستی لیکن
کبھی ہمیں بھی تو اک بار آزمانا تھا

کہو کہ گورِ غریباں میں رکھیں قائم کو
کہ اس کا جیتے بھی اکثر وہی ٹھکانا تھا

۲۷

جس چشم کو وہ میرا خوش چشم نظر آیا
نرگس کا اسے جلوہ اک پشم نظر آیا

بد گوہری گردوں کی ، کیا تجھ سے بیاں کیجے
سمجھا تو زُمرد تھا ، پر یَشم نظر آیا
قائم ترے کوچے سے ، آزردہ نہ کیوں جاوے
وہ لُطف کا طالب تھا ، یاں خشم نظر آیا

۲۸

مرے نزدیک دل سے ، دردِ پہلو دُور بہتر تھا
عوض اس چشم کے ، ہوتا اگر ناسور ، بہتر تھا
میں دیکھا خاک تھا ، جُوں کرم خوردہ چوب باطن میں
بہ ظاہر گرچہ نظروں میں ، ترا رنجور ، بہتر تھا
گیا وہ دار پر اور نوک سے مژگاں کی ، یہ گزرا
خدا ہی جانے اب ، دل خوب یا منصور ، بہتر تھا
نہیں کہتا میں دل ، خوباں سے مطلق ترک کر صحبت
پر اس فرقے سے کم مِلتا تو تا مقدور بہتر تھا
گرایا شیخ تیں چاہِ ضلالت میں ، مریدوں کو
تری اس رہ بری سے تو عصائے کور بہتر تھا
جلایا کوہ تیں موسیٰ[۴] ، عبث برق تجلی سے
اس آتش میں تو جل بُجھنے کو دل کا طُور بہتر تھا
ہر اِک سے کہہ کے دل کا راز ، تُو رسوا ہوا قائم !
بھلا اے بے خبر ، یہ بھی کوئی مذکور بہتر تھا ؟

۲۹

کب یہ کہتا ہوں کہ تیرا میں گنہ‌گار نہ تھا ؟
لیکن اتنی تو عقوبت کے سزاوار نہ تھا
دل سے شرمندگی اور جور ترا ، طعنِ رقیب
عشق نے سہج کیا مجھ پہ جو ہموار نہ تھا

آہ اے عشق ، کیا ہوگا مِرا راز تو فاش
جز ترے اور کوئی محرمِ اسرار نہ تھا

سر تہِ بال کٹی عمر مری ، بلبل کو
قابلِ سیر مگر یہ گل و گلزار نہ تھا

شور احباب لے آیا ہے ہمیں کھینچ کے یاں
ورنہ کچھ آپ کو گلشن سے سروکار نہ تھا

چاک کر خط کو مرے پھیر جو بھیجا تو نے
تیرے کوچے میں مگر رخنۂ دیوار نہ تھا

لے گیا خاک میں ہم راہ دل اپنا قائم
شاید اس جنس کا یاں کوئی خریدار نہ تھا[1]

۳۰

مُحتسب سے صلاح کیجے گا
مے کو چندے مباح کیجے گا

نامہ بر مل رہا ہے غیر کے ساتھ
خط میں کچھ اصطلاح کیجے گا

دخترِ رز کو تو دی طلاق پر اب
مُغ بچوں سے نکاح کیجے گا

صبح کا کام شام پر تو رکھا
شام بولا ”صباح کیجے گا“

۱- اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر انتخابِ حسرت سے
شب جسارت سے ملی اس کی کف پا کو میں چشم
بارے تھی خیریت اس میں کہ وہ بیدار نہ تھا
بس کہ ملحوظ طبیعت تھی تری وقتِ عتاب
جز مرے غیر کا، شب کوئی طرف دار نہ تھا

گر یہی ڈول ہے تو کب قائم
ساز و برگِ فلاح کیجے گا

۱۳۱

ہے جو کوئی کہ آشنا دل کا
وہی سمجھے ہے مرتبا دل کا

شیشۂ دل کو دوں میں کیوں کہ تجھے
ہے یہ پیارے ، معاملا دل کا

سیلِ آتش میں غرق ہوں دو جہاں
جائے گر پھوٹ آبلا دل کا

روتے کڑھتے کٹی اک عمر پہ آہ
کچھ نہ سمجھا میں مدعا دل کا

اے نسیم ! اس گلی سے آئے ہے تو
تیں بھی احوال کچھ سنا دل کا ؟

دل ہی جانے ہے ، کیا کہوں ، میں اسے
مجھ سے جو اختلاط تھا دل کا

پیٹھ پیچھے گلہ تو بد ہے ، ولے
منہ دکھاوے نہ پھر خدا دل کا

اور تو شعر ہیں ہی پر قائم
خوب کہتا ہے مرثیا دل کا[1]

۱- اسی ردیف و قافیہ مگر مختلف بحر میں ایک شعر ،، تذکرۂ شفیق میں ہے

کہاں ہے شیشۂ مے ؟ محتسب خدا سے ڈر
مری بغل میں جھلکتا ہے آبلہ دل کا

۳۲

عوض طرب کے گزشتوں کی[1] ہم نے غم کھینچا
شراب اوروں نے پی اور خمار ہم کھینچا
طرازِ کلکِ قضا اور بھی تو ہیں مشہور
پہ تجھ سا صفحۂ ہستی پہ نقش کم کھینچا
طریقِ عشق میں ، کہہ بوالہوس سے ، جائیں ہیں سر
بھلا ہوا کہ تو اس راہ سے قدم کھینچا
خلش تھی مدّ نظر ہم سے حرف گیروں کو
سو ہم نے ہاتھ ہی لکھنے سے یک قلم کھینچا
کہاں ہے مرگ کہ جوں شمع دے مجھے تسکیں
بہت میں داغِ محبت سے یاں الم کھینچا
بخطِ ہند ہے قائم ، گویا مرا دیوان
زبس کہ لکھ کے میں ہر بیت پر قلم کھینچا

۳۳

چھوڑ ، ماوائے ذقن ، زُلفِ پریشاں میں پھسا[2]
مثلِ یوسف[3] میں نکل چاہ سے ، زنداں میں پھسا
سیلِ اشک آج رُکے ، آنکھ سے گرتے ہی ، مگر
پھر کوئی لختِ جگر ، دیدۂ گریاں میں پھسا
کچھ بھی وقفا ہو تو گلشن سے لے آئیں ، صیّاد
رہ گیا ہے دل غم کش ، گل و ریحاں میں پھسا
کھینچ دامن ، رکھیں ہم یار کو کس طرح کہ ہاتھ
ایک تو دل پہ ہے اور ایک گریباں میں پھسا
اے کہ چاہے ہے تو دیوان کو قائم کے تو دیکھ
کہیں ہوگا ، کسی خمّار کی دوکاں میں پھسا

۱- کا (دیوان قائم مرتبہ حسرت موہانی)
۲- پھنسا -

۳۴

دردِ دل کچھ کہا نہیں جاتا
آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا

رو بُرو میرے غیر سے تُو ملے؟
یہ ستم تو سہا نہیں جاتا

جا ہے ماتم کو، نت مرے دل میں
اس نگر سے ڈھا نہیں جاتا

شدّتِ گریہ سے میں خوں میں کب
سر سے پا تک نہا نہیں جاتا

ہر دم آنے سے میں بھی ہوں نادم
کیا کروں پر رہا نہیں جاتا

مانعِ گریہ کس کی خُو ہے کہ آج
آنسوؤں سے بہا نہیں جاتا

گرچہ قائم اسیرِ دام ہوں لیک
مجھ سے یہ چھچھا نہیں جاتا

۳۵

میں اس سلیقے سے دل کا مزا تمام لیا
کہ مُو بہ موے بدن سے سناں کا کام لیا

ہو ترکِ ساغرِ مے اس بہار میں کیوں کر
کہ شاخِ گل نے ہر اک سو چمن میں جام لیا

کب آئنے کنو یہ تسخیر آئے ہے[۱] پیارے
کسو کا دل ہے وہ جن نے یہ انتقام لیا

بُتاں کی نظروں سے نزدیک تھا کہ آتریں ہم
گرے تھے دُور سے لیکن خدا نے تھام لیا

۱- مرتب کے مسودے میں 'آئی ہیں' تصحیح قیاسی کی گئی - ادارہ

هزار جان اگر ہوں تو کیجیے تسلیم
بہ آن ادا کہ تُو پیارے ، مرا سلام لیا !

پیام پردے میں کہتا تھا واں مرا قاصد
ستم کیا کہ تُو پہلے ہی اُس سے نام لیا !

اَزل میں تھی ہمیں بلبل کے ساتھ شرکت بخت
چمن قبول کیا اُن نے ، ہم نے دام لیا

پناہ کوے توکّل سے ایک کا ہے محال
چہ جا کہ ساتھ تُو قائم اک اژدہام لیا[۱]

۳۶

یہ جامہ سیرِ گلشن میں کبھو اے خوش دہن پھٹتا
کلی کا دل تڑکتا اور گلوں کا پیرہن پھٹتا

وہ آہیں ضبط کی ہیں عشق میں تیرے ہم اے ظالم
کہ جن کے نام کی صولت سے جوں بادل گگن پھٹتا

اَذیّت ایک دم اور تا قیامت خوابِ شیریں ہے !
ہمارا سر تری سی طرح کاش اے کوہ کن پھٹتا

سدا صبحِ طرب تھی بےکسوں کو شامِ غربت میں
دل ان کا سمت سے تیری جو اے حُب الوطن پھٹتا

نہ لاگا زخم تو ایسا ، کبھو شمشیر سے تیری
کہ جس کی حسرتوں سے ، سینۂ زخمِ کہن پھٹتا

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر نسخۂ رام پور اور نسخۂ انجمن میں ہے

تجھی سے شیشۂ دل ٹوٹے ، محتسب ، یاں تو
بھر آئی چشم اگر ہاتھ میں ، میں جام لیا

چھُری تلوار کرتا ہے ُتو، ٹک چولی مسکنے میں
ستم ہوتا جو کہیں جامہ ترا اے گل بدن پھٹتا
یقیں ہے یہ کہ قائم، گل ہے اُس گل رو کا دیوانہ
وگرنہ جیب اُس کا کیوں کہ بے دیوانہ پن پھٹتا

۳۷

یہ کہیو ُتو قاصد کہ ہے پیغام کسی کا
پر دیکھیو، لینا[1] نہ کبھو نام کسی کا

اب تک بھی میں جیتا ہوں جو آنا ہے تجھے آ
پھر فائدہ، جب ہو ہی چکے کام کسی کا

آغاز ہی میں خط کے یہ شورش ہے جنوں کی
کیا جانیے کیا ہووے گا انجام کسی کا

گو شومیِ طالع سے فلک، قید ہو کوئی
پر زلف کی پیچش تو نہ ہو دام کسی کا

خوباں کی طرف رکھنے کا بندا ہوں، میں قائم
ملتے ہیں کہیں نام ہے بد نام کسی کا

۳۸

چرخ مینائی سے کیا مر کے کوئی چھوٹے گا ؟
مے ہے اس شیشے میں تا شیشہ نہ یہ پھوٹے گا

جس نے پاؤں کو ترے ہاتھ لگایا اک بار
تا جیے گا وہ مری طرح سے سر کُوٹے گا

نالہ دیتا نہیں کل جی کو ابھی سے یاں تو
آج کیا جانیے، کیا دل پہ غضب ٹوٹے گا

۱- قائم کے نسخوں میں "لیتا ہو اگر" لکھا ہے جو بے معنی ہے۔ تذکرہ هندی مصحفی (صفحہ ۱۸۰) سے صحت کی گئی۔ (ادارہ)

دل مرا تم کو تو لنکا ہے دسہرے کے بتاں
فتح ہے سال بھر اس کی جو اسے لُوٹے گا
عشق تو ہم سے چھٹا لیک نہ جانے قائم
دیکھ لینے کا جو لپکا ہے یہ کب چھوٹے گا؟

۳۹

دل! رات کس کی یاد تھی کیسا ملال تھا
صدقے میں، کچھ تو بول تو کیا تجھ پہ حال تھا
چھوٹا ترا مریض اگر مر گیا کہ شوخ
جو دم تھا زندگی کا سو اس پر وبال تھا
ناخن ترے کی مہندی سے تنہا نہیں میں داغ
چندے شفق سے نعل در آتش ہلال تھا
اس سوج سے کھلی ہے حقیقت کہ ایک عمر
سکھی کی ۔ ۔ ۔ و شیخ کی ڈاڑھی کا بال تھا
کُو چشمِ فہم. تاکہ نظر آئے یہ کہ یاں
دیکھا جو کچھ سو خواب جو سمجھا خیال تھا
جھگڑا مرا کیا ھی نہ تیں صاف ورنہ شوخ
ذرّہ زباں پہ تیغ کی، یہ انفصال تھا
قائم، میں ریختہ کو دیا، خلعتِ قبول
ورنہ، یہ پیشِ اہلِ ہنر کیا کہاں تھا؟[۱]

۴۰

تمامِ ریم و لہو، دل کے داغ سے نکلا
یہ دُرد و صاف، مرے اس ایاغ سے نکلا

۱- اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر، انتخاب حسرت سے ــــ
شب، درد دل نے شرم رکھی، ورنہ مثل شمع
بے طرح جوشِ گریہ علی‌الاتصال تھا
پیغامِ اشتیاق تو اس کو دیا میں لیک
یا رب وہی وہ سمجھے جو میرا مآل تھا

گیا نہ یاں سے وہ سودائے زلف تا دمِ مرگ
مقیم دل میں ہوا گر دماغ سے نکلا

تری اسیری میں غم ہے اگر تو اتنا ہے
کہ پہلے کیوں نہ َمیں قیدِ فراغ سے نکلا

یہ گل کے چھیڑتے آہ و فغاں کی بلبل نے
کہ اپنی جان لے، جوں توں َمیں باغ سے نکلا

نہ جانے کس کا دلِ روشن آہ ہم سے بجھا
کہ پھیر شعلہ نہ اپنے چراغ سے نکلا

کسو نے کھو کے بھی پایا ہے اس طرح پھر دل؟
یہ نقدِ گم شدہ میرے سراغ سے نکلا

ُتو اپنے داغ سے قائمؔ نہ ہو ملول کہ یاں
بہت ہوا ہے کہ سی مرغ زاغ سے نکلا[1]

۴۱

تا، اس طرف سے ہے گزر، اُس شہ سوار کا
ہے عرش پر دماغ ہمارے غبار کا

ساقی بھڑا دے ُخم ہی مرے منہ سے ُتو کہ آہ!
ظالم، نپٹ قلیل ہے، عرصہ بہار کا

جب تک نگہ سے کام چلے، بھوں کو مت چڑھا
گاڑھا ہے زخم تیغ سے ظالم کٹار کا

کیوں مضطرب رکھا ُتو مجھے اے فلک سدا
ظالم، نہ تھا میں دل تو کسی بے قرار کا

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر، نسخۂ انجمن سے
ہو داغ عشق سے کیوں کر دل بتاں کو نجات
کبھو پتنگ نہ گر کر چراغ سے نکلا

نے وعدہ اُس کے ساتھ نہ پیغام ، کیا کہوں ؟
پوچھے کوئی سبب جو مرے انتظار کا

اُس زلف و رُو سے کون سی نسبت ہمیں تھی لیک
یہ بھی اک اتفاق ہے لیل و نہار کا

قائم جو کچھ کہ ہوگی سمجھ لیجو بعدِ مرگ
اب جیتے جی تو دید اُڑا اس دیار کا

۴۲

وہ حال سے مرے اتنا نہ بے خبر ہوتا
اگر مرا اثرِ آہ نامہ بر ہوتا

نہ دیکھتا میں تمہارا یہ حال اے آنکھو !
جو ایسے وقت میں دل سا کوئی جگر ہوتا

کبھو تو غیر سے رنجش تمہیں ، کبھو اخلاص !
طرف جو اُس کی نہ کرتا تو میں کدھر ہوتا ؟

الٰہی ، واقعی اتنا ہی بد ہے فسق و فجور
پر اس مزے کو سمجھتا جو تُو بشر ہوتا

شب فراق ہے ، چشم ! اس قدر تو لازم تھا
کہ جوشِ گریہ سے دامانِ عرش تر ہوتا

بھلا[1] ہوا کہ نہ کی مَیں صُداع غم کی دوا
کسے دماغ تھا اک اور دردِ سر ہوتا

قدِ خمیدہ سے کر شرم تا کجا قائم
پھرے گا حلقہ صفت یاں تُو در بہ در ہوتا

۱- نسخۂ رام پور و انتخاب دیوان قائم مرتبہ بلگرامی میں مصرع اول اس طرح ہے ؎

بھلا ہوا کہ میں فارغ ہوں دین و مذہب سے

آئے بھی فصلِ گل تو ہمیں کیا کہ ہم نشیں
جس دل میں کچھ ہوا تھی سو اب دل وہ مر گیا
ہنس ہنس کے ڈالتا ہے یہ کس کے گلے میں بانہ
کیا مجھ کو وہ معاملہ شب کا بسر گیا
طوفانِ گریہ کی ہے مرے حد اک عمرِ نوح
دریا نہیں کہ آج چڑھا کل آتر گیا
قائم معاملوں سے ترے زندگی ہے شاق
اے ننگِ روزگار کہیں تو نہ مر گیا

٦٥

صبا یک بار گلشن تک ہمارے مشتِ پر لے جا
قفس میں ہم پہ جو گزری سو یاروں کو خبر لے جا
تنِ آسودہ کم لیتے ہیں بازارِ محبت میں
جو واں جائے تو ٹوٹا دل کوئی یا چشمِ تر لے جا
کشا کش موج سے کرنا کوئی مقدور ہے خس کا
میں اور تیری رضا پیارے، جدھر چاہے اُدھر لے جا
طلب میں عشرت دنیا کی مت کھو عمرِ دہ روزہ
یہ عشرہ ہے دھے کا سا، اسے غم میں بسر لے جا
میں کن آنکھوں سے یہ دیکھوں کہ سایہ ساتھ ہو تیرے
مجھے چلنے دے آگے یا ٹک اس کو پیش تر لے جا

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر نسخۂ انجمن میں ہے :
ہم سب ہیں برگ و نخلِ خزاں دیدۂ جہاں
کل وہ جھڑے گا آج جو پتّا ٹھٹھر گیا

یہی دو چار نگ یاں گوں ھیں پیارے نام کے تیرے
نہ بھائے دل کا گر ٹکڑا ، کوئی لختِ جگر لے جا

چلا جب دل میں لے کوچے سے اس کے یہ لگا کہنے
کہ کوئی جانے ہے ناداں یہ تیرے ساتھ پر لے جا

وھی اک شیشۂ دل تھا جو توڑا تو نے مستی میں
گماں گر دوسرے پر ہو یہ گھر ہے ڈھونڈھ کر لے جا

دساور سے کوئی جاتا ہے خالی ھاتھ یوں قائم
بھلا آئے کے گُن ، یاں کی تُو کچھ تو جنس بھر لے جا

٦٦

گالی تو دی ہے یار نے بوسہ نہ گو دیا
آتا تو کچھ نہیں ہے ترا اس پہ جو دیا

اظہارِ عشق اس سے دلا کچھ ضرور تھا
کیا کہیے اپنے ھاتھ سے میں کام کھو دیا

یوں اپنے اشک کے ہے تسلسل میں لخت دل
جوں لعل موتیوں کی لڑی میں پرو دیا

وہ فکر کر کہ آنکھ سے ناصح تھمے لہو
یوں کیا ھُوا جو تو نے تنک جیب دھو دیا

تجھ کو غرور و ناز ، ھمیں عجز اور نیاز
جو کچھ کہ تھا کسی کے سزاوار سو دیا

بوجھ آ کے ھم سے حسرتِ وقتِ درو کہ ھم
اکثر زمینِ شور میں یاں تخم بو دیا

یک جزو دل کی سیر تو اب رہ گئی ہے اور
جو کچھ پڑھا لکھا تھا سو ہم نے ڈبو دیا

گرمئی نالہ واں رہی ویسی ہی ناگوار
میں گرچہ آہِ سرد سے اس کو سمو دیا

ہنسنے کا یار یہ بھی کوئی طور ہے کہ آج
قائم نے تیرے ہاتھ سے گھبرا کے رو دیا

۹۷

بس کہ حاصل مجھے کچھ جز غم حرماں نہ ہوا
کون سا کام کیا میں کہ پشیماں نہ ہوا

رہبر فرقۂ اسلام رہا ساری عمر
حیف پر یہ ہے کہ میں آپ مسلماں نہ ہوا

طرح سے غنچۂ تصویر کی اس گلشن میں
سو بہار آئی پہ یک بار میں خنداں نہ ہوا

تاکہ ساماں تھا نہ رکھتے تھے سرِ ساماں ہم
جب ہوا سر تو یہ تحفہ ہے کہ ساماں نہ ہوا

دیکھ مجھ کو کہ سلیماں کا دیا زور مجھے
ایک چیونٹی سے پہ میں دست وگریباں نہ ہوا

تھا گل تازہ میں، پر حیف کہ بختِ بد سے
زینت گوشۂ دستارِ عزیزاں نہ ہوا

پاس جب ناخن تدبیر سے آئے قائم
کون سا عقدۂ مشکل تھا کہ آساں نہ ہوا

۶۸

اس منہ سے کلام کچھ نہ نکلا
جز یار کے نام کچھ نہ نکلا
کیا تجھ پہ کروں نثار، گھر تو
ڈھونڈھا میں تمام، کچھ نہ نکلا
سوکھا ٹالا جو ہم کو ساقی
کیا اک دو سہ جام کچھ نہ نکلا
ہم سن کے پھنسے تھے آب و دانہ
سو یاں تہِ دام کچھ نہ نکلا
کیا ہووے گا تجھ سے اے دم سرد
جب آہ سے کام کچھ نہ نکلا
بندے ہیں تمھیں ہزار مجھ سے
گو ایک غلام کچھ نہ نکلا
سوچے تھا میں قافیے کو قائمؔ
جز نامِ اسامرخ کچھ نہ نکلا

۶۹

ہم سے بے چاروں کا کچھ چرخ نے چارا نہ کیا
سب کیا ان نے پہ کچھ فکر ہمارا نہ کیا
سیکڑوں صلح کے انداز کیے گردوں نے
اس کمینے سے پہ ہم نے ہی مدارا نہ کیا
دل میں آ دل میں کہ یاں گڑ کے جو بیٹھا ان نے
میل ہم بزمئی اسکندر و دارا نہ کیا

غیر کیا جائے نِلدوہ ایسی طرح سے پیارے
لیک کیا کیجے تنک تو نے اشارا نہ کیا

ڈول دُکھنے کا مرے دل کے وہ کیا سمجھے گا
دردِ پہلو سے جو تا صبح پکارا نہ کیا

جی ہمارا ہے کہ آنکھ اُس سے لڑاتے ہیں مدام
جس کو خورشید نے بے پنجہ نظارا نہ کیا

قائم اب عشق میں پھس چک کے جو ڈھونڈھے ہے نجات
کیوں تو پہلے ہی مری جان کنارا نہ کیا

۷۰

مرے دماغ سے مانوس ہے شمیمِ صبا
کسی کے کوچے سے آئی مگر نسیمِ صبا

قفس سے مشتِ پر اپنے تو باغ تک لے جاے
ولے کہاں ہے وہ اب اُلفتِ قدیمِ صبا

مصاحبت سے مجھے گل کی بہرہ کیا کہ مدام
بہ رنگ نکہتِ گل ہوں میں یاں ندیمِ صبا

گلِ شگفتۂ دیروزہ ہوں میں گلشن میں
زیادہ باد خزاں سے ہے مجھ کو بیمِ صبا

ترے سخن سے ہے قائم یہ واشدِ دلِ تنگ
گویا کہ ہے تو اس آئین میں سہیمِ صبا

۷۱

کس کس کی یاد دل میں رکھے ہوش نقشِ پا
سو قافلے ہوئے ہیں فراموشِ نقشِ پا
ہشیار چل کہ تجھ سے جو چیونٹی بچی تو کیا
لاکھوں دبے ہیں پاؤں تلے دوشِ نقشِ پا
کیا ہوویں گے وہ پاؤں کہ جن کی ہوا کے بیچ
اب تک کھلی ہیں ویسے ہی آغوشِ نقشِ پا
قسمت کہ کل وہ جوشِ گل اس گلستاں میں تھا
پیدا نہیں کچھ آج بجز جوشِ نقشِ پا
پامال اسے کیا جو فلک اس طرح سے تیں
تھا حامل اس جفا کا تن و توشِ نقشِ پا
افتادگی ہے گرچہ مری آس پہ سب عیاں
تو بھی پہ کھول دیجو صبا گوشِ نقشِ پا
گوشِ تمیزِ خلق جو قائم نہ ہوں گراں
یک سر بیاں ہے صورتِ خاموشِ نقشِ پا

۷۲

منت لے کس کی، جس میں کہ کانٹا ہو ننگ کا
خالی ہے نت خزانے میں پیالہ تفنگ کا
ظالم سے کر نہ عجز کہ رونے پہ زخم کے
سوفار خندہ زن ہے ہمیشہ خدنگ کا
ہو نیک و بد میں اہلِ جہاں کو اگر تمیز
ہووے نہ مول شہد سے زیادہ شرنگ کا
یہ پاسِ دیں ترا ہے سب اس وقت تک کہ شیخ
دیکھا نہیں ہے تو نے وہ کافر فرنگ کا
کیوں کر کروں میں صلح کہ ادنا سبب پہ آہ
آمادہ ہے وہ شوخ مرے ساتھ جنگ کا

۷۱

کس کس کی یاد دل میں رکھے ہوش نقشِ پا
سو قافلے ہوئے ہیں فراموشِ نقشِ پا
ہشیار چل کہ تجھ سے جو چیونٹی بچی تو کیا
لاکھوں دبے ہیں پاؤں تلے دوشِ نقشِ پا
کیا ہوویں گے وہ پاؤں کہ جن کی ہوا کے بیچ
اب تک کھلی ہیں ویسے ہی آغوشِ نقشِ پا
قسمت کہ کل وہ جوشِ گل اس گلستاں میں تھا
پیدا نہیں کچھ آج بجز جوشِ نقشِ پا
پامال اسے کیا جو فلک اس طرح سے تیں
تھا حامل اس جفا کا تن و توشِ نقشِ پا
افتادگی ہے گرچہ مری آس پہ سب عیاں
تو بھی پہ کھول دیجو صبا گوشِ نقشِ پا
گوشِ تمیزِ خلق جو قائم نہ ہوں گراں
یک سر بیاں ہے صورتِ خاموشِ نقشِ پا

۷۲

منت لے کس کی، جس میں کہ کانٹا ہو ننگ کا
خالی ہے نت خزانے میں پیالہ تفنگ کا
ظالم سے کر نہ عجز کہ رونے پہ زخم کے
سوفار خندہ زن ہے ہمیشہ خدنگ کا
ہو نیک و بد میں اہلِ جہاں کو اگر تمیز
ہووے نہ مول شہد سے زیادہ شرنگ کا
یہ پاسِ دیں ترا ہے سب اُس وقت تک کہ شیخ
دیکھا نہیں ہے تو نے وہ کافر فرنگ کا
کیوں کر کروں میں صلح کہ ادنا سبب پہ آہ
آمادہ ہے وہ شوخ مرے ساتھ جنگ کا

ممنوں نہ ہوں کسی کی شکستہ پئے عروج
وہ پر ہیں اور، جن سے ہے پرواز رنگ کا

جرأت سے مرد شہرۂ آفاق ہو کہ دیکھ
مشہور تر ہے شمع سے جلنا پتنگ کا

قائم اگرچہ اور بھی شاعر بہت ہیں لیک
بندہ ہوں جی سے میں تو ترے رنگ ڈھنگ کا

٧٣

کھول مکھڑا تو نے ہم جلنوں کا چارا کیا کیا
بھڑکی اک اور آگ ٹک تجھ کو نظارا کیا کیا

غیر اگر بوسہ نہ کرتا تھا طلب تم سے تو رات
سچ کہو اُن نے یہ ہونٹوں کا اشارا کیا کیا

اب بھی جو جی میں ہو کہہ لو شوق سے دہشت ہے کیا
گالیاں جب دیں تھیں تب ہم نے تمہارا کیا کیا

گل کو شرمایا کہ آویزہ نہ شبنم کا کرے
زیب گوش اے شوخ تو نے گوشوارا کیا کیا

ہم کنار گور آ پہنچے ہیں دوری میں تری
تو نے اس احوال میں ہم سے کنارا کیا کیا

پوچھے کوئی چرخ سے اتنا کہ اُس حشمت پہ آہ
تیں وہ اسکندر کہاں کھویا، وہ دارا کیا کیا

کرکے قائم اُس بت کافر سے تو نے اختلاط
آپ ہی یہ ذلتیں کھینچیں، ہمارا کیا کیا

۶۴

کس مہ سے یہ گھر ہووے اندھیرے سے اُجالا
بے ماہ ، مرے سلّمہ اللہ تعالا
افتادہ میں اُس دشت بلاخیز کا ہوں یاں
گرتے کے تئیں جس کے کسی نے نہ سمھالا
نے جذب سوے شہد ہو ، نے زہر سے رم کر
بندہ ہے تو ، جو کچھ کہ وہ دے حکم ، بجا لا
مستی نہ چوے کیوں کہ تری چشم سے پیارے
گرتی ہی ہے مے ہووے جو لب ریز پیالا
مشکل ہے تبِ عشق ، مرے جائے بدن سے
کب جِرم سے ہو آگ کے گرمی کا ازالا
کیا چشم سے آنسو کی وفا دیکھی تھی اے دل
یہ طفل جو نادانی سے تیں گود میں ڈالا
دے کیوں کہ کوئی قد سے ترے سرو کو تشبیہ
موزونی کا کام اس کی کہیں اُس سے ہے بالا
خورشید کب اس طرح شفق سے ہو نمایاں
جوں چاند سے منہ پر ہے ترے سرخ دوشالا
دل وہ ہے جو ہو داغ محبت سے مزّین
بے مُہر سند کا ہے کو ہوتا ہے قبالا
دل چھینے ہے نرگس کی بھی یوں چشم ، پہ قائم
اُن آنکھوں کا سا لائے کہاں سے وہ چھنالا

۷۵

ہے عبث شکوہ، دل! اُس شوخ کی بے دادی کا
نالہ یاں کون سنے ہے کسی فریادی کا

گوشۂ چشمِ غمِ یار ہے جب تک کہ ادھر
کون کافر ہے جو طالب ہو کسی شادی کا

کی وفا کس سے بھلا فاحشۂ دنیا نے
ہے تجھے شوق جو اس قحبہ کی دامادی کا

طولِ قد حمق کا موجب ہے وگرنہ کیوں سرو
اتنی پابندی پہ دعویٰ کرے آزادی کا

شہرِ معمورِ دل اس طرح ہوا آہ خراب
نام گویا کہ نہ تھا یاں کبھی آبادی کا

خضر[۴] کے منہ میں بھرا آپ ہی حسرت سے آب
سن کے شور اُس دمِ شمشیر کی جلاّدی کا

اس سے ناخوش ہو نہ خوش اُس سے کہ تا تو ہے مدام
شارعِ دل ہے گزرگاہ غم و شادی کا

ہے تو تو فنِ سخن بیچ مسلّم قائم
معتقد گو نہ کوئی ہو تری اُستادی کا

۷۶

آدم کا جسم جن کے عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا[۱]

۱۔ تذکرۂ چمنستان شعرا۔

۷۷

رہتے ہیں میرے دل پر اکثر ہزار سودا
میں ہی ہوں جو سنا تھا یک سر ہزار سودا[۱]

جوں زلفِ یار ہوں میں سر تا قدم پریشاں
سر پر کئی بلائیں دل پر ہزار سودا

قائم ترے سخن کو، شوخی میں مانتا ہے
ظاہر میں تجھ سے نا خوش گو ہے ہزار سودا

۷۸

گرچہ دل‌کش ہیں سب بتاں کی ادا
لے گئی جی پر اُس جواں کی ادا[۲]

ہم نہ تھے کیا جو غیر کو مارا؟
تیں یہ کیوں صرف رائگاں کی ادا

کرنی عاشق پہ تہمت اے قائم
یہ بھی ہے ایک مہ وشاں کی ادا

ردیف (ب)

۷۹

افشا نہ ہوئے کیوں کہ بھلا رازِ عندلیب
ہوویں جب آہ و نالہ سے دمسازِ عندلیب

نکلی اُدھر زباں سے ادھر جی نکل گیا
کیا جانے کیا بلا تھی کچھ آوازِ عندلیب

۱- انتخاب حسرت ۔
۲- انتخاب حسرت ۔

پابندیٔ وفا ہے سب اے گل ! وگرنہ خیر
باندھے ہیں کن نے بال پرِ پروازِ عندلیب
مدّت رہا ہے زاغ کا میرے وہ نا قبول
جس مصرعۂ صفیر پہ ہے نازِ عندلیب
قائم دکھائیے تجھے گل کا شکوہ و شان
آ جائے گر وہ خانہ بر اندازِ عندلیب

۸۰

آج قائم تجھے آئے گی نہ جانے کب خواب
روکے تھمتا ہے تُو جس دم تو آلیجے ہے آب
آج ہے اہلِ قلم کون مری مژگاں سا ؟
بحر کے قطروں کا انگشت پہ کر لے جو حساب
ہائے رے شام وہ جانا ترا گھر کو بہ خوشی
ہاتھ میں گوشۂ داماں و بغل بیچ کتاب
جوں شرر ہو ہے تو کس جینے پہ اتنا سنگیں
ایک چشمک میں گزر جا ہے یہ سب شیب و شباب
مہر ، گو آپ کو گنتا ہے فلک پر پیارے
پر ابھی خاک میں مل جائے جو کھولے تُو نقاب
آستاں تک یہ ترے دیکھیے پہنچے کب تک
ایک مدت سے مری خاک کی مٹی ہے خراب
کیا وہ بت عشق کے قابل تھا ہمارے قائم
کیجے پر کیا کہ میاں یہ بھی خدا کے اسباب

۸۱

ایک بھولے ہیں نہ تجھ بن دیدۂ بے خواب ، خواب
لینے یاں دیتا ہے کس کو یہ دلِ بیتاب ، تاب
خاک ہے اس مہر گردوں پر کہ یوں ماٹی کے بیچ
صورتیں کیا کیا دیں ان نے خرّم و شاداب ، داب
میں درِ دولت پہ ہوں جب تک ، نہیں ٹیڑھی نگاہ
ہوئیں گے اس سرزنش کے اور ہی احباب ، باب
مت دوپٹے سے میاں چہرے کو اتنا کھول موند
لائے گا اس ڈھب کے جھکجھوروں کی کب مہتاب ، تاب
اپنے گریے کے بھی میں شور و شغب پر دنگ ہوں
جوش نے جس کے دیے ہیں سیکڑوں گرداب ، داب
بزمِ خوباں میں نہ بے باکانہ آ ، اے بوالہوس
ہے تواضع طور اس مجلس کا اور آداب ، داب
حلقہ ساں بیرونِ در قائم رہا کب تک مقیم
کھول دو اس کے بھی منہ پر یا اولیِ الالباب ، باب

۸۲

رات کو چین ہے نہ دن کو تاب
دل ہے یا رب ! کہ پارۂ سیماب
جائے بودن نہیں یہ بحرِ جہاں
خانہ بردوش رہ تو مثلِ حباب
داغِ دل کو میں کس طرح سے گنوں
ان کے اعداد کا ہے کون حساب

هم دوانوں کو، بس ہے پوشش سے
دامنِ دشت و چادرِ مہتاب
جس کو ہے گوہرِ وجود کی قدر
ہو ہے قربان اپنے جوں گرداب
اب کہاں میں، کدھر ہے مے ناصح
یہ بھی تھا مقتضائے عہدِ شباب!
دل گنوانا تھا اس طرح قائم؟
کیا کیا تو نے ہائے خانہ خراب

ردیف (ت)

۸۳

ہو گر ایسے ہی مری شکل سے بیزار بہت
تم سلامت رہو! بندے کے خریدار بہت
ہم دگر جب خفگی آئی تو جھگڑا کیا ہے
تم کو خواہندہ بہت، ہم کو طرح دار بہت
آج کے رونے میں جی ڈوب چلا تھا، لیکن
نالۂ دل نے رکھا مجھ کو خبردار بہت
شیخ مجھ کو نہ ڈرا گور کے اندھیارے سے
ہجر کی کاٹی ہیں میں نے تو شبِ تار بہت
دیکھیے اب کے تبِ عشق سے کیوں کر بیتے
غالب آیا ہے طبیعت پہ یہ آزار بہت
سچ کہو قتل پہ کس کے یہ کمر باندھی ہے
ان دنوں ہاتھ میں تم رکھتے ہو تلوار بہت

قائم آتا ہے مجھے رحم جوانی پہ تری
مر چکے ہیں اسی آزار کے بیمار بہت

۸۴

تا چند سخن سازیٔ نیرنگِ خرابات
یاں قصدِ خرابی ہے نہ آہنگِ خرابات
آ دل میں کہ اس در پہ جو بیٹھا ہے پھر آن نے
فرسخ گنے کعبے کے نہ فرسنگِ خرابات
دیکھیں تو تری دھوم ٹک اے شورشِ مستی
پھر آج سر و سینہ ہے اور سنگِ خرابات
تشبیہ میں جس دل کو نہ دی کعبہ سے، سو دل
اب عشق مے و مغ سے ہے ہم رنگِ خرابات
اے غنچہ دھن بس لب مے گوں کو تنک موند
دل تنگ کہاں تک ہو، دلِ تنگِ خرابات
سو سر کا جو ہو آئے تو مقبول نہیں یاں
کھائی نہیں جس رند نے سرچنگِ خرابات
کس نام سے قائم میں تجھے کہہ تو پکاروں
اے عارِ درِ مسجد و اے ننگِ خرابات

۸۵

زلف دیکھی تھی کس کی خواب میں رات
ہم سحر تک تھے پیچ و تاب میں رات
اس کے مکھڑے پہ زلف کو ٹک دیکھ
کیوں کہ اینڈے ہے آفتاب میں رات

رکھ لیا ، ضبطِ گریہ تیں ، ورنہ
هم تو بہہ ہی چلے تھے آب میں رات

جو نہ ہو اس شمارِ زلف میں صرف
زیست کی ہے وہ کب حساب میں رات

بے حجابانہ وہ تو وارد تھا
رہ گئے ہم ہی کچھ حجاب میں رات

هم نشیں ! گر نہ روک لے تُو ہمیں
بات بہکی ہی تھی شراب میں رات

ذکر ہر در سے ہم کیا لیکن
کچھ نہ بولا وہ دل کے باب میں رات

دن لگے شیخ کو بھی اب کہ سدا
مے کے کاٹے ہے ارتکاب میں رات

قطعہ

خوب نکلے ہم اس کے کوچے سے
ورنہ آئے تھے اک عذاب میں رات

لیک خالی سی کچھ لگے ہے بغل
دل گرا شاید اضطراب میں رات

دن مکدر رہیں نہ کیوں قائم
صاف کاٹی ہے ہم نے خواب میں رات

٨٦

چاہیں ہیں یہ ہم بھی کہ رہے پاک محبت
پر جس میں یہ دوری ہو وہ کیا خاک محبت
آ عشق ! اگر قصد تجارت ہے کہ اس جا
ہیں تودہ ہر اک گھر دو سہ افلاک محبت
ناصح ! تو عبث سی کے نہ رسوا ہو کہ ظالم
رکھتا ہے گریباں سے مرے چاک محبت
اپنے تو لیے زہر کی تاثیر تھی اس میں
گو واسطے عالم کے ہو تریاک محبت
بلبل تو ہوں قائم میں پر اس باغ کا جس میں
بے رتبہ ہے مثلِ خس و خاشاک محبت

٨٧

شعلہ ہو دل سے گزرا آخر شرارِ اُلفت
باقی ہیں داغ کتنے اب یادگارِ اُلفت
قائم نہ کیجو جرأت ہر بات کی سی تو یاں
اے بے خبر نہایت نازک ہے کارِ اُلفت[۱]

ردیف (ث)

٨٨

نہ پوچھ "گریۂ خوں کا ترے ہے کیا باعث ؟"
سبب تو اور نہیں کچھ مگر ترا باعث
اگرچہ شیخ ہے پینا شراب فعلِ شنیع
پہ کیا کروں کہ کئی دن سے تھی ہوا باعث

۱۔ نسخۂ رام پور میں صرف مطلع ہے ۔ انتخاب حسرت میں اس کے ساتھ ایک شعر بھی ہے ۔

دو چند گریہ کی تبرید سے ہوئی تب ِ عشق
زیادتی کی مرض کے ہے یاں دوا باعث

نہ جرم اُس کا ہے ثابت نہ کچھ مری تقصیر
خدا ہی جانے کہ رنجش کا کیا ہوا باعث

رہا میں اُس سے گرفتہ اک عمر تک لیکن
کیا جو خوب تامّل تو کچھ نہ تھا باعث

طرح اُس آب کی جو پیرنے سے ہو درہم
ہوئے ہیں میرے تشتّت کے آشنا باعث

کبھی ِ کھلا نہ دم ِ سرد سے یہ دل قائم
اگرچہ کھلنے کی غنچے کے ہے صبا باعث

۸۹

آج سمجھے کہ تھی سب سعئی دل ِ زار عبث
اتنی مدّت ہوئے ہم غم میں ترے خوار عبث

رسم اس گھر کی نہیں داد کسو کی دے کوئی
شور و غوغا نہ کر اے مرغ ِ گرفتار عبث

عیش ِ یک شب کا بھی سامان مہیّا نہ ہوا
رہن ِ مغ ہم نے کیا جبہ و دستار عبث ![1]

۱- اس غزل کا تیسرا ، پانچواں اور چھٹا شعر ، نسخۂ رام پور میں یہ ہے :
یُوں تو ان تیکھی نگاہوں ہی سے بس تنگ ہیں ہم
کھینچے ہے تیغ تو اے شوخ ِ جفا کار ! عبث
تو نہ وہ جنس ہے پیارے کہ تردّد سے ملے
خاک ِ رہ چھانتے پھرتے ہیں خریدار عبث
قائم اس قصے سے واقف ہوں میں جوں جام سے لب
اس کے ملنے کا ہے مجھ سے تو یہ انکار عبث

ردیف (ج)

۹۰

مانگے ہے ترے ملنے کو بے طرح سے دل آج
کل کیا ہے جو ملنا ہے مری جان تو مل آج

پھر صبح سے آشوبِ قیامت ہے جہاں میں
چہرے پہ ترے کن نے بنایا ہے یہ تل آج

اے گریہ ! تو خاطر سے مری کیجو نہ صرفہ
میں خونِ دلِ خستہ کیا تجھ پہ بحِل آج

چاہے ہے اگر گل کو تری نشو و نما ہو
دل کھول کے دانے کی طرح خاک میں رِل آج

کیا سینہ جو تڑپھوں کو نگہ کی تری جھیلے
اس تیر سے وہ جانے نہ فولاد کی سل آج

یا رب ! نہ پڑے اصل سے اپنی کوئی یاں دور
یہ آب تھا سب ، جتنی کہ دیکھے ہے تو گِل آج

قائم یہ غضب کل تو نہ ٹوٹے تھا ترے پر
دیکھا ہے کہیں تیں وہ بتِ مہر گسِل آج

۹۱

اے وہ ! کہ تو کرے ہے ہر آزار کا علاج
جز مرگ کچھ بھی ہے ترے بیمار کا علاج ؟

جائے نمک جو سودۂ الماس آئے ہاتھ
بہتر ہے اس سے کیا دلِ افگار کا علاج

اے ضبط گریہ ! روئیے کیوں کر نہ اب لہو
کچھ ہو سکا نہ دیدۂ خوں بار کا علاج

نظریں پھری ہیں سب کی اُسے دیکھ کر اب آہ
یاروں کا فکر کیجے کہ اغیار کا علاج

خون جگر میں دے کے تب دل دو چند کی
جس طرح گھر میں کرتے ہیں نادار کا علاج

برسات سر پہ آئی جو کرنا ہے شیخ جی !
کر لیجے جلد گنبد دستار کا علاج

قائم لگے ہیں روگ ہو، اغیار اُس کے ساتھ
بہتر تو ہے جو کیجیے دو چار کا علاج

ردیف (چ)

۹۲

درد بن کب ہو اثر نالۂ شب گیر کے بیچ
کار گر کیا ہو وہ، پیکاں نہیں جس تیر کے بیچ

بند اسباب میں ہرگز نہ رہیں وارستہ
کب ٹھہرتی ہے صدا حلقۂ زنجیر کے بیچ

تشنہ لب مر گئے کتنے ہی ترے کوچے میں
ظاھرا آب نہ تھی تجھ دم شمشیر کے بیچ

ناصحا ! پوچھ نہ احوال خموشی مجھ سے
ہے یہ وہ بات کہ آتی نہیں تقریر کے بیچ

دیر آنا بھی ہے اک لطف، نہ یاں تک ظالم
جی ہی جاتا رہے اک شخص کا تاخیر کے بیچ

بس کر اے گریۂ روزانہ تری بار ہے اب
کچھ ہوا آ کے اثر نالۂ شب گیر کے بیچ
کر تردّد بھی تُو قائم جو ملے دولتِ فقر
جس کو تو ڈھونڈھے ہے، کیا خاک ہے اکسیر کے بیچ [۱]

۹۳

اے زیست! زیست وہ تھی جو کاٹی عدم کے بیچ
گزری تجھ عہد میں ستم عجب درد و غم کے بیچ
پیارے! قسم ہے تجھ سا جو دیکھا ہو راست باز
سچی نہیں ہے ایک ہزاروں قسم کے بیچ
رکھتے ہیں نالہ سینے میں یوں ہم سیاہ بخت
ہوتا ہے نال جیسے کہ پنہاں قلم کے بیچ
جانی! تو اس بلا کو نہ چھیڑ، اے مژہ! نہ چھیڑ
طوفاں دبے پڑے ہیں مری چشمِ نم کے بیچ
والا ہوں میں تو مستی پہ تجھ چشم کی کہ شوخ
پیتی ہیں مے "یہ" عینِ مقامِ حرم کے بیچ
تکلیفِ نالہ کر نہ مجھے، آ، خدا کو مان!
کیا جانے کیا غضب ہو ابھی ایک دم کے بیچ؟
قائم رہا جو شرک ہی ہستی کا تو، میاں!
پوچھوں ہوں میں تجھے کہ وہ کیا ہے صنم کے بیچ

۱- اسیٔ ردیف و قافیہ میں ایک شعر انتخاب حسرت میں ہے:
وقت کھوتا ہے تو دل مفت میں تدبیر کے بیچ
آپی ہوگا جو لکھا ہے ترا تقدیر کے بیچ

ردیف (ح)

۹۴

تجھ پہ شب جاگے سے کیفیت جو کچھ آتی ہے صبح
حسن ، نور شمع کب اس طرح دکھلاتی ہے صبح

زلف میں مضطر ہے دل دیکھے ہے تجھ کانوں کے لوک
چور کو جوں غیر کے گھر بیچ ہو جاتی ہے صبح

ناز مہ رویاں اٹھانا گر نہیں پیری میں عیش
کیوں گریباں مہر کے پنجے سے پھڑواتی ہے صبح

نہیں شفق لب پر ترے پیارے غبار خط کو دیکھ
ہر سحر گہ رشک سے خون جگر کھاتی ہے صبح

مجھ کو قائم وصل کی شب سے ہے کیا شادی کہ یاں
گر یہی جھگڑے ہیں کوئی دم میں ہو جاتی ہے صبح

۹۵

لوٹتا خوں میں گلستاں کی طرح
کہہ تو اے دل ! یہ ہے کہاں کی طرح

بے کسی اپنی کس کو سونپ مروں
میں تو رکھتا تھا اس کو جاں کی طرح

ایک مدت کی مشق بلبل نے
پر نہ آئی مری فغاں کی طرح

آگے صیاد کے تو کہیو ، نسیم
جو ہوئی میرے آشیاں کی طرح

جائے یک زخم نئیں[۱] مرے تن پر
کون سی ہے یہ امتحاں کی طرح
کیوں کہ جا دل سے اس نگہ کی یاد
جی میں گھر کر گئی سناں کی طرح
اب تو جو ہونی ہو سو ہو قائمؔ!
کھب گئی جی میں اس جواں کی طرح

۹٦

گردش میں ہوں میں رات دن ایام کی طرح
یہ چال ہے تو کون سی آرام کی طرح
شوخی سے گو نگہ کی چھنیں پردہ ہائے چشم
پر یاں نہ کھول آنکھ تو بادام کی طرح
نے منہ سے تو لگا کے نہ دے غیر کو کہ شوخ
یہ بھی ہے ایک بوسہ بہ پیغام کی طرح
چلیے بس اب کہ ہے دلِ ناکام اگر یہی
آتی نہیں کچھ ہم کو نظر کام کی طرح
غافل نہ ہو فریب سے تو شیخ کے کبھو
یکساں ہو گو کہ خاک سے وہ دام کی طرح

قطعہ

قائمؔ ہر اک کا کام نہیں دعوئ سخا
سیکھ آکے یاں جو سیکھے تو انعام کی طرح
لاکھوں خزانے بخشے ہیں پر شرمِ جود سے
سر تا بہ پا عرق ہوں میں حمّام کی طرح

۱- نئیں : نہیں -

۹۷

کچھ نہ پوچھ اے ہم نشیں ! اپنے تو جل جانے کی طرح
جا رہے ہم آگ میں اندھے ہو پروانے کی طرح

یہ صفا ہے منہ پہ کہہ دیجے جو ہو آئینہ وار
پیٹھ پیچھے موشگافی عیب ہے شانے کی طرح

شعلہ درہم شمع کا جب باؤ سے ہو ہے کہیں
یاد آجائے مجھے اس کی وہ جھنجھلانے کی طرح

اے فلک ! ظاہر کی میرے تو خرابی پر نہ جا
اب بھی کتنے گنج یاں مخفی ہیں ویرانے کی طرح

مدتوں خدمت کی مسجد کی بس اب کب تک دلا
آ کوئی دم یہ بھی دیکھیں کیا ہے بت خانے کی طرح

کل وہ مجمع ساتھ تھا اور آج یہ صحبت کہ آہ !
کس دن آیا ہے تُو اے بے مہر یاں آنے کی طرح

کس کو دی قائمؔ فلک نے مفت یاں نشو و نما
خاک سے جب تک نہ یکساں کر لیا دانے کی طرح

ردیف (خ)

۹۸

چاہے نہنگ و بحر جو کوئی برنگِ سرخ
آنکھیں یہ بحرِ خوں ہیں اور آنسو نہنگِ سرخ

مشہد سے کشتگانِ ستم کے ترے ہنوز
نے کی جگہ اگے ہیں ہمیشہ خدنگِ سرخ

ہو کیوں نہ آنسوؤں کو مرے لخت دل کا چاؤ
آرے، ہے ریجھ لڑکوں کی اکثر پتنگِ سرخ
جیسے ہو لعل ڈانک سے یاقوت پر بہار
دونا بھلا لگے ہے ترے بر میں رنگِ سرخ
قائمؔ کیا ہے ناز بتاں نے مجھے شہید
لوح مزار کیجو مرا لے کے سنگِ سرخ

۹۹

یوں تو دنیا میں ہر اک کام کے استاد ہیں شیخ
پر جو کچھ آپ میں فن ہیں وہ کسے یاد ہیں شیخ
سب ہی بندے تو خدا کے ہیں پر اتنا ہے فرق
تو گرفتار تعیّن ہے ہم آزاد ہیں شیخ
ہم تو مر جائیں جو اک دم یہ کریں صوم و صلوٰۃ
کیوں کہ جیتے ہیں وہ جو آپ کے منقاد ہیں شیخ
دختر رز تو ہے بیٹی سی ترے اوپر حرام!
رند اس رشتے سے سارے ترے داماد ہیں شیخ
رشک کرتا ہے تو کیوں دیکھ کے قائمؔ کا قبول
زور کیا آن میں ہے جو کام خداداد ہیں شیخ

۱۰۰

تیں کی ہے کیوں یہ سیہ نامہ اس قدر گستاخ
کہ پاؤں پر ترے رکھتی ہے زلف سر گستاخ
عجب ہی لطف تماشا ہے دل کہ دو ہم جنس
ہوں حرف راز محبت میں یک دگر گستاخ

ہے مفت آئنہ دیدار مہ وشاں کہ انھیں
کبھو ہوا نہ کہ دیکھا میں یک نظر، گستاخ

خدا ہی خیر کرے بات بے طرح ہے کچھ آج
کہ وہ بگاڑ پہ ہے اور پیامبر گستاخ

چمن زمانے کا غافل محلِ عبرت ہے
جو آ گیا ہے تو یاں سے تُو مت گزر گستاخ

ادب سے آدمی آنکھوں میں خوب لگتا ہے
مگر یہ فرقۂ خوباں ہو جس قدر گستاخ

بتاں کے ربط سے قائم خلل ہے حرمت میں
خدا کے واسطے اس قوم کو نہ کر گستاخ[1]

ردیف (د)

۱۰۱

جی بھی لے، دل لیا ہے تو چل، یک نشد دو شد
تا پھر وہ تازہ ہووے مثل 'یک نشد دو شد'

بد خو تھا ایک تو وہ یونہی تس پہ ہم نشیں
اغوا پہ غیر کے ہے عمل، یک نشد دو شد

وعدہ جو کل کا آج پہ تھا، سو ہوا خلاف
پھر آج آپ کہتے ہیں کل، یک نشد دو شد

۱۔ اسی ردیف و قافیہ میں تین شعر، انتخاب حسرت میں:
عجب ہی چیز ہیں خوباں نہ ہوں اگر گستاخ
تمام لطف مِرے شوخ میں ہیں پر گستاخ
نہ دیکھتا میں یہ طوفانِ گریہ آنکھوں سے
جو طفلِ اشک کو کرتی نہ چشمِ تر گستاخ
شکستہ دل میں اِدب سے رہوں؟ زہے انصاف
رکھی قدم پہ ترے زلفِ شوخ سر گستاخ

تھا اک شب فراق سے عاشق کا دن سیاہ
آئی اب اس پہ شام اجل ، یک نشد دو شد
پہلے تو وہ نگاہ ھی ٹیڑھی تھی مجھ سے لیک
پڑتے ھیں اب تو بھوں میں بھی بل، یک نشد دو شد
کل طاقت اپنی اس کی گلی میں ھوئی تھی گم
خالی ھے آج دل سے بغل ، یک نشد دو شد
قائم وہ چھیڑ سے تو اسی دن کی تھا بہ تنگ
تس پر ھوا یہ رات خلل ، یک نشد دو شد

۱۰۲

حلقۂ زلف شب آسا میں ترا روئے سفید
طرفہ چوگاں ھے سیہ تاب و عجب گوئے سفید
جمع کیوں صبح و شفق چرخ پہ رھتے ھیں مدام
گر مئے سرخ نہیں لازمۂ موئے سفید
برد پشمینہ پھرے کون سمھالے اپنی
بس ھے ڈھپنے کو بدن چادر گیسوئے سفید
صحبت پیر و جواں کیوں نہیں پھبتی یا رب
ھر سیہ یاں تو خوش آیند ھے پہلوئے سفید
اھل جوھر کو ھے کیا خاک نشینی سے زیاں
ملگجے ھوتے ھیں کب گرد سے لولوئے سفید
کیوں نہ ھو فرض کشش نفس کی پیری میں کہ شیخ
ھے ھلال رمضاں حلقۂ ابروئے سفید
ناقہ ساں نسبت پیری ھے خطا قائم پر
مانع گرمی دل ھو ھیں کہیں موئے سفید

۱۰۳

نے غم اس کے نے لیا دل کو نہ کی جان پسند
اور کیا چیز ہے گھر میں کہ ہو مہمان پسند
دل کی بے چینی سے یہ نقش ہے جی پر کہ کہیں
آ گئی پھر کسی کافر کی کوئی آن پسند
آہ ! کیا پیشہ کریں ہم ؟ کہ بہ جز مہر بتاں
اپنے جی کو تو نہ آیا کوئی عنوان پسند !
وائے اس دل پہ کہ اسبابِ طلب ہے مطلق
آہ اس سر سے کہ اصلا نہیں سامان پسند
گو کہ قائم یہ کہے "فرد ہوں میں شعر کے بیچ"
پر سخن چاہیے ایسا کہ ہو دیوان پسند

۱۰۴

اب تو نے گل نہ گلستاں ہے یاد
اسی مکھڑے کی ہر زماں ہے یاد
ہم نشیں ! کہہ لے قصۂ مجنوں
ہم کو بھی دل کی داستاں ہے یاد
غنچہ کاٹے تھا جس کو دیکھ کے لب
کیوں صبا تجھ کو وہ دہاں ہے یاد ؟
متصل مرغِ دل جو تڑپھے ہے آج
کس کی سینے میں پر فشاں ہے یاد
سبقِ گریہ اشک کو کیا دوں ؟
آپ ہی اس طفل کو رواں ہے یاد
گل سے کیا مختلط ہوں اے بلبل !
مجھ کو وہ آفتِ خزاں ہے یاد

آہ اے پیر چرخ ! قائم نام
یاں جو رہتا تھا اک جواں ، ہے یاد ؟

۱۰۵

سب کو آیا ہے ترے حسن کا یاں طور پسند
گرچہ ہر اک کی زمانے میں ہے اک اور پسند

خوش کب آتی ہے اسے ، مہر و وفا خوباں کی
جس کو آیا ہے مری جان ! ترا جور پسند

منصفی حسن کی اعمٰی یہ مقرر ہو اگر
لاکھ خوباں میں کرے تجھ کو وہ فی‌الفور پسند

درد سر سمجھے ہے وہ صندل سیاہے بتاں
جس کو پیشانی کا آیا ہے تری گھور پسند

یہ غزل گرچہ بہ ظاہر نہیں اتنی قائم
پر کریں گے اسے ذی فہم پس از غور پسند

۱۰۶

کچھ آج دل پہ یہ وحشت کا رنگ ہے صیاد
ترے قفس سے چمن مجھ پہ تنگ ہے صیاد

ہوا ہے تار نفس رشتۂ پر پرواز
ہمیں تو زندگی ، قید فرنگ ہے صیاد

گرفتہ طبع جو مجھ سا چھٹا قفس سے تو کیا
رہائی جس کی اسیری کا ننگ ہے صیاد

نہ گل بجا ہے نہ بلبل چمن میں نغمہ سرا
مری خلاصی میں اب کیا درنگ ہے صیاد

قفس کی تنگی سے میں ہی نہ تنگ ہوں قائم
مری بھی تنگیٔ حالت سے تنگ ہے صیاد[۱]

ردیف (ذ)

۱۰۷

ز بس کہ ہے مری تحریر سے بجاں کاغذ
صریرِ خامہ سے کرتا ہے نت فغاں کاغذ
لکھوں میں کیوں کہ کتابت تجھے کہ رونے سے
سوائے چشمِ سفید اب رہا نہ یاں کاغذ
مرا جو خط آسے پہنچا ہے، اس ہنر سے وہ شوخ
ملے ہے پاؤں سے، دیکھے ہے اب جہاں کاغذ
کرے تو پرچۂ خط سے ہمیں تو یاد، ولیک
ترے دیار میں کیدھر قلم، کہاں کاغذ؟
آگے ہیں خاک سے مجھ تیرہ بخت کی گلِ یاس
ہو بعد جلنے کے جس طرح زر فشاں کاغذ
سفید اب کے میں بھیجوں گا خط کہ تا آس کو
دے انتظار سے مجھ چشم کے نشاں کاغذ

۱۔ دو شعر اسی ردیف و قافیہ میں انتخاب حسرت میں:
اثر تو نالے کا میرے خدنگ ہے صیاد
نہ جانے پر ترا دل کون سنگ ہے صیاد
بہارِ چشمِ تمنا خزاں ہوئی لیکن
ہنوز وحشتِ دل کو ترنگ ہے صیاد
نسخۂ انڈیا آفس و رام پور میں اس غزل کے صرف پہلے دو شعر ہیں۔
باقی تین شعر انجمن اور ایشیاٹک سوسائٹی کے نسخوں میں ہیں۔

ہے دیر ، یار سے پہنچا نہ خط مگر قائم
ہوا قلم روِ الفت میں کچھ گراں کاغذ

۱۰۸

کس قدر ہے لبِ شیریں کا ترے نام لذیذ
لب پہ وہ گزرے تو اک دیر رہے کام لذیذ
ساتھ تم بوسے کے گالی دو کہ سمجھوں میں یہ بات
بوسہ اس لب کا گوارا ہے کہ دشنام لذیذ
جن نے چکھا ہو ترے سیبِ ذقن کو ، سمجھے
کہ ہے کس مرتبے میں یہ ثمرِ خام لذیذ
میٹھی چتون میں مزا کرتی ہیں آنکھیں اس کی
آرے ! بے قند کے کب لگتے ہیں بادام لذیذ
گنت گو صاف عجب لطف رکھے ہے قائم
گرچہ ہیں شعر کے واقع میں سب اقسام لذیذ

ردیف (ر)

۱۰۹

نہ ہووے شاق کیوں کر ہم فن اپنا نفسِ بدرگ پر ؟
بلے ! دیکھے سے سگ کے ، زندگی دشوار ہے سگ پر
غریب آزار ہے وہ شخص جو پالے ہے موذی کو
کہ قوت باز کو دینا ، ستم کرنا ہے ~~لگ لگ~~ پر
شگفتہ ہولے جوں گل ، پی کے پیارے جامِ گلگوں کو
کہ جا ہے موسمِ گل ، باؤ کے گلگونِ خوش تگ پر
ہمارے شیخ جی بھی آپ کو کتنا تراشیں ہیں
سجاوٹ اوپر اس ڈاڑھی کے اور پگڑی کی اس کھگ پر

کجی میں اہلِ دل کی راستی مضمر ہے اے غافل
ہو سیدھا نقش جو اُلٹا لکھا دیکھے ہے تو نگ پر
ترے خونابہ کش نیشِ غمِ دوراں سے ایمن ہیں
نہ دیکھا نیشتر مارے کوئی ، یاقوت کی رگ پر
نہیں گر خاکساری دہر میں پیشہ بزرگوں کا
تو کیوں ڈالے ہے پیل اپنی ہمیشہ خاک مستک پر
وہی کچھ قدر سمجھے گا مری فرسودہ بالی کی
طپش سے گھس گئے جس مرغ کے آپس میں لگ لگ پر
ہزاروں کینہ قائم مہر میں گردوں کی پنہاں ہیں
نہ کیجو اعتماد اے سادہ دل ! زنہار اس ٹھگ پر

۱۱۰

برہم تو نہیں زلفِ گرہ گیر ہوا پر
کیوں موجِ ہوا آج ہے زنجیر ہوا پر
کی کس کی نگاہوں نے یہ تاثیر ہوا پر
چلتی ہے جو یہ برق سی شمشیر ہوا پر
جی میں ہے میاں ! آج نگہ کی تری تڑپھن
کیجے قلمِ برق سے تحریر ہوا پر
مت قصر کو ہستی کے کھڑا دیکھ کہ غافل
مانندِ حباب اس کی ہے تعمیر ہوا پر
کب بند ہوں نیرنگ تعلق میں سبک روح
کھنچتی ہے کوئی رنگ سے تصویر ہوا پر
آخر ہے وہی خاک میں آرام گہ اے شیخ !
کس کام جو اُڑتا ہے تو جوں تیر ہوا پر

پوچھیں گے سلیماں[۲] سے کہ کیدھر گیا برباد
وہ تخت جو چلتا تھا بہ توقیر ہوا پر
زلفیں تری اُلجھے ہیں یوھیں باؤ سے پیارے
ثابت تو سرِ مو نہیں تقصیر ہوا پر
قائم میں جھپٹ کیا کہوں اُس تیر نگہ کی
ہلنے نہ دے اُڑتا ہو جو نخچیر ہوا پر

۱۱۱

شب کہا میں " ترے کوچے میں نہ رھنا بہتر "
ایسے کہنے سے تو البتہ نہ کہنا بہتر
اشک کا ضبط کروں کیوں کہ ابھی عشق ہے خام
تازہ ناسور کا مندنے سے ہے بہنا بہتر
سالکِ عشق کو لازم ہے کرے ترکِ قیود
جو شناور ہے اگر ہو وہ برھنا بہتر
دستِ گل خوردہ مرا کیوں نہ حمائل کیجے
کہ ہے پھولوں کی تو نسبت سے یہ گہنا بہتر
قائم ! آسان ، جفائیں نہ اُٹھا خوباں کی
اپنی زی پر نہیں ان باتوں کا سہنا بہتر

۱۱۲

آج کل پھر موسمِ گل کے ہے آنے کی خبر
لے اگر لینی ہے تو اپنے دوانے کی خبر
پہنچتی نئیں[۱] باد بھی زندان تلک اپنی تو آہ
کس سے پوچھیں یاں ہم اپنے آشیانے کی خبر
ہے یہ سب مرغِ چمن سرگرمِ فکرِ آشیاں
نئیں سنی گویا کہ ان نے گل کے جانے کی خبر

۱- نئیں : نہیں -

گر زمانے کو خبر نئیں حال کی اپنے تو کیا
نئیں ہمیں بھی حال میں اپنے زمانے کی خبر
ہوں اسیر اس طفلِ بے پروا کا میں قائم کہ پھر
قید کر کے لی نہ جن نے آب و دانے کی خبر

۱۱۳

بے شغل ، نہ زندگی بسر کر
گر اشک نہیں ، تو آہ سر کر
دے طولِ امل ، نہ وقتِ پیری
ہوئی صبح ، فسانہ مختصر کر
کچھ طرفہ مرض ہے زندگی بھی
اس سے جو کوئی چھٹا ، سو مر کر
کعبے کے سفر میں کیا ہے زاہد
بن جائے تو آپ سے سفر کر
کیا دیکھے ہے آئینے کو پیارے
ایدھر بھی تو اک دم نظر کر
وہ باعثِ زیست شاید آ جائے
اے جان ! تو جائیو ٹھہر کر
یہ دھر ہے کارگاہِ مینا
جو پاؤں رکھے تو یاں سو ڈر کر
فرصت ہے غنیمت ، آج غافل
جو ہو سکے نفع ، یا ضرر کر
تعمیر پہ گھر کی مر نہ اے دل
قائم کی طرح دلوں میں گھر کر[1]

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر انتخاب حسرت میں :
توڑا تو مرا جگر تو ، اے آہ
کچھ اس کے بھی دل میں اب اثر کر

۱۱۴

گو کرے ہم کو کسی طرح تو در سے باہر
جیتے جی جا ہیں کوئی ہم ترے گھر سے باہر
تم کو کیا قدر ہے اے دیدہ مرے رونے کی
ایک بوند آئے ہے سو خونِ جگر سے باہر
تھی تو اک بات پہ کیا کہیے کہ یاں تو پیارے
نکلی ہی پڑتی ہے تلوار، کمر سے باہر
دے کے دھتے مجھے ہر وقت نکل جاتے تھے
دل میں اب آئے ہو جاؤ گے کدھر سے باہر
بہتے دیکھا نہیں یاروں نے لہو کا سیلاب
رکھ ٹک اے اشک قدم دیدۂ تر سے باہر
نالہ روکا تو میں لیکن یہی ڈر ہے جوں شمع
ہو نہ یہ شعلہ کہیں پھوٹ کے سر سے باہر
سو جتن کر کہیں ممسک سے لگے ہے کچھ ہاتھ
ایک قطرہ کوئی کاڑھے تو گہر سے باہر
بل بے زہرہ کہ میں سنکھ ہوں نگہ سے تیری
ہے یہ وہ تیر ہو لوہے کی سپر سے باہر
ایک سودا کی تو قائم نہ کہوں میں ورنہ
ہے ترا طورِ سخن حدِ بشر سے باہر

۱۱۵

بھلا اے ابرِ مژگاں، ٹک تو بس کر
ابھی تو کھل گیا تھا تو برس کر
نہیں کہتا میں دل ترک تمنا
پہ جتنی ہو سکے اتنی ہوس کر

لبوں پر آ رہی ہے جان ، صیاد
نہ لے چنگل میں ظالم مجھ کو کس کر
ملے بس قافلہ کو ہم سے بھٹکے
عبث مت شور اے بانگِ جرس کر
فریبِ باغباں پر ہو کے غافل
نہ اے بلبل اکٹھے خار و خس کر
زہے پرداخت تیری ! ہائے صیاد
موئے ہم آب و دانہ کو ترس کر
بہارِ عمر ہے قائم کوئی دن
اسے جوں گل پیارے ! کاٹ ہنس کر

۱۱۶

حرفِ کفر و دیں پہ ہی کیا منحصر
ہاں دلا " خذ ما صفا دع ما کدر "
گردشِ گردوں سے ہے ثابت کہ یاں
اتنی ہی ثروات ہے جتنا کہ شر
خیر و شر کو تو سمجھ ناداں کہ آب
خاک کو نافع ہے ، آتش کو مضر
ہو نہ زاہد منکرِ اعمالِ خلق
اس کی رحمت کا اگر ہے تو مقر
فیضِ حق آتے ہیں پے در پے چلے
بیٹھ تو یک دم تو غافل منتظر
کُو مصادم تا وہ دیں دل کو شکست
ہم سنا ہے ، " عند قلب منکسر "
چاہیے قائم جام تو حافظ کی طرح
کہہ " الا یا ایھا السّاقی ادر " !

۱۱۷

دل میں اپنے نہیں کوئی جز یار
لیس فی الدار غیرہ، دیار

کفر و دیں سے نہیں کچھ آپ کو بحث
سر تسبیح و گردن زنار

داغ اشک آستیں سے اڑتے ہیں
مفت جاتی ہے ہاتھ سے یہ بہار

ہم وہ آفت طلب ہیں ہے جن کو
زخم شمشیر مرہم زنگار

یاد میں کس کی رات رویا ہوں
غرق خوں ہے ہنوز جیب و کنار

آہ کیا کیجے زلف و رخ اس کا
چت چڑھا ہی رہے ہے لیل و نہار

ناصحا ترک کیجے کس کس کا
جیتے جی کو تو سب کچھ ہے درکار

عشق بازی کو کیا کرے گا تو
گو کہ چھوڑا تیں اک شراب و قمار

ہم نے دیکھا ہے داغ دل قائم
و قنا ربنا عذاب النار[۱]

۱- اسی ردیف و قافیہ میں تین شعر انتخاب حسرت میں :

کسی کی آنکھوں سے شب ہوا تھا دو چار
اب تلک کھینچتا ہوں رنج خمار

دل کو دیتا ہے یوں کوئی پیارے
لیک کیا کیجے خاطر سرکار

مجھ سے حیرت زدہ کی اے قائم
کیجو آئینے سے لوح مزار

۱۱۸

مفت ہے یہ دید پیارے یک نظر
پھر کہاں اک دم میں تو اور ہم کدھر
کیوں نہ جی گھبرائے زیرِ آسماں
گھر تو ہے مطبوع پر بس مختصر

۱۱۹

واقف نہیں ہم کہ کیا ہے بہتر
جز یہ کہ تری رضا ہے بہتر
دیتا ہے وہی طبیبِ حاذق
بیمار کو جو دوا ہے بہتر
کس سے کہوں حالِ بد کہ وہ آپ
کچھ مجھ سے بھی جانتا ہے بہتر
آئینہ ہو یا تو آب لیکن
ہر شکل میں اک صفا ہے بہتر
چرچے سے اگر ہو صحبتِ غم
شادی سے ہزار جا ہے بہتر
لے نالہ خبر کہ زخم دل کا
پھر کہتے ہیں ، ہو چلا ہے بہتر
ہر عضو ہے دل فریب ترا
کہیے کسے کون سا ہے بہتر
جاتی ہے نسیم اس گلی کو
اٹھ سکیے تو قافلا ہے بہتر
قائم جو کہیں ہیں فارسی یار
اس سے تو یہ ریختا ہے بہتر

۱۲۰

دوزخ بھی کیا ہے چشم کے خونناب کے حضور
پانی بھرے ہے آگ تو اس آب کے حضور
اٹکے نہ آنکھ خط میں تری چشم دیکھ کر
سبزی پیئے ہے کون مئے ناب کے حضور
سو جائے منہ لپیٹ کے جو یاد میں تری
سو جاگنے خفیف ہیں اُس خواب کے حضور
کٹتی ہے زلف رو سے ترے یوں کہ جس طرح
آوے فقیر صاحبِ اسباب کے حضور
تڑپھوں سے اُس نگاہ کی دل کو پڑا ہے کام
ٹھہرے نہ برق جس کی تب و تاب کے حضور
دستِ تہی ہے مانع دیدارِ دوستاں
کیا جاؤں اس طرح سے میں احباب کے حضور
مانوں گا شاعری کو میں قائمؔ تبھی تری
سرسبز یہ غزل ہو جو نوّاب کے حضور

۱۲۱

تھی وفا اُس مرتبہ یا بے وفائی اس قدر ؟
آشنائی اُس قدر ، نا آشنائی اس قدر !

ردیف (ز)

۱۲۲

نخلِ اُمید کیوں کہ ہمارا ہو آہ سبز
اس باغ میں کبھو نہ ہوا برگِ کاہ سبز[۱]

۱- کلیات سودا ، جلد اول ، ص ۱۷ پر بھی یہ غزل ہے ۔ اختلاف متن کے لیے حواشی ملاحظہ ہوں ۔

بوویں کسو ہی طرح سے ہم تخمِ آرزو
ہونے کبھو نہ دیے فلکِ رو سیاہ سبز
ہووے نہ شام زلف کے آگے تری سفید
ہرگز نہ سامنے ہو ترے رخ کے ماہ سبز
آغاز خط کا ہے ترے عارض پہ معجزہ
شعلے کے یاں جگر سے ہوا ہے گیاہ سبز
ایسی سجی ہے سر پہ ہمارے کلاہِ فقر
جس کے حضور ہو نہ سکے تاجِ شاہ سبز
طاعت کا شیخِ شہر کی میں کیا بیاں کروں
شیطاں کا جس کے آگے نہ ہووے گناہ سبز
مزرع مرے کو خشک سحابِ کرم نہ دیکھ
پل مارتے کرے ہے تری اک نگاہ سبز
روتے گئے گلی سے تری بس کہ اہلِ دل
ہے اُن کے فیضِ چشم سے ہر خارِ راہ سبز
قائم تو دردِ دل سے نہایت ہے بے قرار
ہوتا ہے گہہ سفید ترا رنگ ، گاہ سبز

۱۲۳

آمادۂ خلش ہیں مرے عضوِ تن ہنوز
کاوش طلب ہیں تیغ سے زخم کہن ہنوز
یک دم تو مجھ کو چینؔ دے گل چینِ روزگار
دیکھا نہیں میں سیر ہو روے چمن ہنوز
ہو جے غریب یک دو جہاں بیش تر کہ آہ
جاتی نہیں ہے دل سے ہواے وطن ہنوز
کل صبح تو گیا تھا کہیں باغ میں سو آہ
تڑپھیں ہیں خاک و خوں میں گل و یاسمن ہنوز

دامن نہ کھینچ خاک سے میری تو شعلہ خو
پھر[1] بے قرار ہے ہوسِ سوختن ہنوز
سر تا قدم ہُوا میں دھن پر بسانِ نَے
وابستہ تجھ لباں سے ہے میرا سخن ہنوز
قائم نہ مجھ مزار پہ روتی ہے ایک شمع
کرتے ہیں چاک گل بھی پڑے پیرہن ہنوز

۱۲۴

آنکھیں تو چُو پڑی ہیں ، مژہ خوں چکاں ہنوز
چھت بہہ گئی پہ جاری ہیں یہ ناوداں ہنوز
خط آ چکا پہ مجھ سے ہے تو بدگماں ہنوز
نامہرباں ہے کس لیے اے مہرباں ہنوز
یک خلق سے میں جس کے لیے دشمنی کی حیف
کرتا ہے دوستی کو مری امتحاں ہنوز
جو وقت پر اُٹھے تھے سو منزل پہنچ چکے
ویسا ہی خواب میں ہے مرا کارواں ہنوز
پھرتا نہیں ہے آ کے مری لاش پر وہ شوخ
حیلوں سے کس قدر ہے مرے بدگماں ہنوز
گو خاک میں جفا سے میں اس کی ملا ، پہ آہ
در پے ہے دشمنی کے مری آسماں ہنوز
صد برگ کی طرح میں شگفتہ ہوا تو کیا
سو خارِ غم ہیں سینے میں میرے نہاں ہنوز
گزری اک عمر گرچہ قفس میں ہمیں ، پہ ہے
جی میں وہی ہوائے گل و گلستاں ہنوز

۱- قائم کے تمام نسخوں میں 'پر' ہے ۔

انکار بوسہ گو کہ تو قائم کیا تو کیا
ہونٹوں سے لگ رہا ہے ترے رنگِ پاں ہنوز[1]

۱۲۵

میں ہوں اسیر پہ کرتا ہوں سیر باغ ہنوز
نیا ہی ایک اُبلتا ہے دل سے داغ ہنوز
شمیمِ زلف کا کس کی چمن میں تھا مذکور
نسیمِ نکہتِ گل سے ہے بے دماغ ہنوز
نہ لائے گورِ غریباں پہ گو کہ شمع کوئی
ہے داغِ سر سے سرھانے مرے چراغ ہنوز
ملا میں خاک میں تِس پر نصیب کی خوبی
ہے جو بلا سو وہ لے ہے مرا سراغ ہنوز
میں بعد مرگ بھی قائم چھٹا نہ گردش سے
ہے میری خاک سے اس بزم میں ایاغ ہنوز

ردیف (س)

۱۲۶

صحت کا جی میں چاؤ نہ آزار کی ہوس
نا گفتنی ہے کچھ ترے[2] بیمار کی ہوس
جھانکیں بھی گر نہ چاکِ قفس سے تو کیا کریں
کیوں ہی تو نکلے تیرے گرفتار کی ہوس

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر انتخاب حسرت میں :
اک منچلا جو دل تھا سو ٹکڑے ہو اُڑ گیا
کس پر سجیں ہیں تیری مژہ برچھیاں ہنوز
۲- قائم کے تمام نسخوں میں 'مرے' ہے ۔

طوبیٰ کی چھاؤں تجھ کو مبارک ھو زاھدا
ھے اپنے دل میں سایۂ دیوار کی ھوس

کہہ عندلیب گل نے جو پھاڑا ھے پیرھن
رکھتا ھے کس کے گوشۂ دستار کی ھوس

قائم تو دیکھ تیغ بکف اس کو منہ نہ موڑ
مدت میں نکلے ھے دل افگار کی ھوس

۱۲۷

نہ کلہ کا جی میں یاں خطرہ نہ افسر کی ھوس
دین و دنیا سے کچھ اودھر ھے قلندر کی ھوس

راکھ ماٹی میں ملے رھنا ھے جلتوں کو سکوں
غیرِ خاکستر کے کیا ھے اور اخگر کی ھوس

قدر سمجھے گا وھی حسرت کی میری باغباں
جی کی جی میں رہ گئی جس مرغِ بے پر کی ھوس

آتشِ غم چاھیے یاں خاک کرنے کے لیے
ھووے گی اھلِ ھوا کو آبِ کوثر کی ھوس

خون اتنا طائرِ گم کردہ گلشن میں کہاں
ذبح میں اپنے نہ نکلی اس کے خنجر کی ھوس

ھم تہی دستوں سے کب خوباں کی صحبت ھو برار
زر کی خواھش ھے انھیں اور زیب و زیور کی ھوس

کیوں کہ ھم قائم کریں کونین تک گردوں سے صلح
ربعِ مسکوں پر نہ نکلی جب سکندر کی ھوس

۱۲۸

بیٹھیے کسوئی روز دل کے پاس
بس بہت باندھے ھم پتال و اکاس

زنت شش و پنج میں رکھا مجھ کو
جائے ان نہ فلک کا ستیاناس
دے تو تغیر حال اب کچھ بھی
کام اپنا تو تھا تغیر لباس
سبزہ ہو خاک سے میں کھینچوں سر
تیغ تیری بنے جو ٹوٹ کے داس
وجہ ناکامی ایک ہو تو کہوں
غیرت و عشق و غربت و افلاس
تا چمن سے تو بے نقاب گیا
لگے ہے رنگ گل نظر میں اداس
حال دل کا نہ پوچھ کچھ قائم
آئے ہے اب تو آپ کو بھی ہراس

۱۲۹

گو یاں نہ کسی کو آئے افسوس
حالت تو ہے اپنی جائے افسوس
دیتے تو دیا میں دل کو لیکن
چارہ نہیں اب سوائے افسوس
ہوں کشتہ میں واں کہ جس جگہ میں
کوئی نہ کسی پہ کھائے افسوس
جوں شمع اگر نہ سر دھنوں میں
کیا کام کروں ورائے افسوس
چلتے ہوئے اہل بزم نے یاں
چھوڑا ہے مجھے برائے افسوس
قائم وہ عمل کہ بعد تیرے
اک خلق کہے کہ ہائے افسوس

۱۳۰

گاہ اے ابر مژہ ! گھر آ تو اور گاھے برس
یاں کٹی طوفاں ھیں خرمن جس قدر چاھے برس

ردیف (ش)

۱۳۱

یاں چشم تمام آب ھیں سارا جگر آتش
دل جائے سوکیدھر ، ادھر آب اور آدھر آتش
کیا جنس وفا جل کے نہ سینے میں ھوئی خاک
اس گھر کی طرح جس کو لگے بے خبر آتش
بیتابی کو ذرے کی ھو واں کون سی ارزش
مہر آپ کو گنتا ھے جہاں نعل در آتش
یہ دل ھی مرا وادیٔ ایمن نہ ھو موسیٰ[۲]
جرأت سے طلب کیجو نہ یاں آن کر آتش[۱]
اس چہرۂ روشن سے نہ دے شمع کو تشبیہ
پہنچے ھے کوئی طور کے شعلے کو ھر آتش
گستاخ نہ ھو خاک نشینوں سے کہ قائم
دیکھی ھے چھپی راکھ میں ھم بیش‌تر آتش

۱- اس غزل کا پانچواں شعر نسخۂ رام پور میں ھے :

سے کیا کم ھے یہ دوزخ ھی کہ جنت میں کوئی جائے
مانا بہ تف دل ھے جہنم کی گر آتش

۱۳۲

جاتے جاتے جائے گا مہ رُو یہ سینے کا خراش
ایک دن میں کیونکہ ہو چنگا مہینے کا خراش

جاں کنی کر عشق میں شہرت اگر مقصود ہے
نام ور کرتا ہے خاتم کو نگینے کا خراش

اُس نگاہ بادہ پیما سے دلا گرمی نہ کر
مار ڈالے ہے شرابِ تند پینے کا خراش

دکھ کہوں یاروں کا یا اغیار کی پیارے خلش
دل کو برماتا نہیں یاں کس کے کینے کا خراش

ہائے یہ مانگے ہے بوسہ کس سے تو قائم کہ یاں
رنجہ اُس عارض کو کرتا ہے پسینے کا خراش

۱۳۳

کسو کے ہوگی دلِ غم برشت میں آتش
رکھی ہے شعلہ صفت یاں سرشت میں آتش

لچک ہے چال کی کس شعلہ قد کی مدّ نظر
کہ پوجتا ہے برہمن کنشت میں آتش

کہاں وہ برق جو خرمن کو بھونک دے میرے
کہ اب کے سال نہیں دی میں کشت میں آتش

شرابِ دولتِ دنیا ہے گرچہ صورتِ آب
چھپی ہے لیک تمام اس پلشت میں آتش

ہوا نہ داغ چھٹ اپنے نصیب کچھ جوں شمع
لگے خدا کرے اس سر نوشت میں آتش

نہ حرف طور و تجلی پہ گوش رکھ کہ وہی
عیاں ہے اب بھی ہر اک سنگ و خشت میں

گدا و شاہ برابر ہیں عشق سرکش کو
تمیز کرتی ہے کب خوب و زشت میں آتش
جو سوز عشق کا چرچا ہی واں نہیں قائم
تو کیا میں جاؤں گا دینے بہشت میں آتش

۱۳۴

پی کے مئے غیر کے رہے شب باش
واہ وا ! رحمت ! آفریں ! شاباش
سینہ کاوی ہے کام ہی کچھ اور
کوہ کن بود مردِ سنگ تراش
تجھ سے صحبت بنے سو کیوں کہ مجھے
میں تو اپنے غریب اور تو اوباش
محتسب کیوں کہ مے کو دیکھ سکے
خوش ہے کب آفتاب سے خفاش
جائے آجرت لے خوں بہا پہلے
اس پتے پر پہنچ تو غیر تلاش
گھر ہے اس جنگ جو کا واں قاصد
پڑی ہیں جس گلی میں لاش پہ لاش
خوب رو ہیں سو زر طلب قائم
وائے بر عاشقے کہ ہو قلاش[1]

۱۳۵

دیکھا ہے آج راہ میں ہم اک حریر پوش
پر یار کچھ نہ پوچھ کہ کیا چھب ، چہ بر ، چہ دوش

۱- اسی قافیے میں ایک شعر نسخۂ انجمن میں ہے :
شکوہ نا یافت کا ہے کیوں ناداں
کی ہے ملنے کی تیں کب اس کے تلاش

پیٹوں ہوں کس کے غم میں سرو سینہ میں کہ آج
ہو ہے یہ شش جہت سے تقاضا کہ ہاں بہ جوش
سجدہ ہو آستان حرم کا نصیب شیخ
میں اور سرِ نیاز و درِ پیرِ مئے فروش
فریاد تیں سنی نہ مری ورنہ گل تمام
سننے کو نالہ مرغِ چمن کا ہوا ہے گوش
قائم ہے کیا ہلاہل و آبِ خضر پہ حصر
آ جائے بزم دوست میں جو کچھ سو کیجے نوش

ردیف (ص)

۱۳۶

دلا ! اس آفتِ جاں سے تو کہہ تو کیا اخلاص
جو دشمنی سے سمجھتا نہیں ہے تا اخلاص
لگوں ہیں شکل تو ہے گل کی لیک خوب نہیں
کسی زمانے میں بلبل سے ہم کو تھا اخلاص
کہاں وہ صبر کہ ملیے نہ یاں تلک اس سے
کہ ترک محض ہی آ جائے ہووے یا اخلاص
بہت نباہی محبت میں دل سے لیکن آہ
جو ہووے دشمنِ جاں اس سے تا کجا اخلاص
نہ ہو تو غرہ کہ زاہد، نہ جانے واں مقبول
ترا یہ طاعت و تقویٰ ہے یا مرا اخلاص
یہ دل ہے، مفت تو پیارے دیا نہیں جاتا
میں کچھ تو دیکھ لوں شفقت، کرم، وفا، اخلاص
نہ دیجو ہاتھ سے اے پیرِ دہر قائم کو
کہ پھر نہ پائے گا ایسا مریدِ با اخلاص

۱۳۷

کیوں تو صیاد کیا ہم کو گرفتارِ قفص
ہم نہ شایستۂ بسمل نہ سزاوارِ قفص
جس گھڑی کرتے تھے سودائے چمن بلبل سے
ہم زرِ داغِ جگر سے تھے خریدارِ قفص[1]

ردیف (ض)

۱۳۸

رکھتا ہے جو تو صفائے عارض
موتی نے کہاں یہ پائے عارض
اک صافیٔ تن ہے گل میں بھی لیک
ایسا وہ کہاں سے لائے عارض
اس سینے سے منہ رگڑ نہ اے داغ
اُس کی تھی کبھو یہ جائے عارض
کس سے کہوں اُس کے منہ کا نقشا
اے وائے جبین و ہائے عارض
در خور نہیں اُس کے نسبتِ ماہ
رکھتا ہے یہ اک ضیائے عارض
بیعانہ میں مہر و ماہ دیجے
تیرا ہو جہاں بہائے عارض
کیا دور جو حشر ہووے قائم
مکھ باٹ وہ جب دکھائے عارض

۱۔ نسخۂ انجمن کے علاوہ باقی تینوں نسخوں اور انتخاب حسرت میں 'قفس' کا یہی املا ہے جو عربی املا کی رو سے درست ہے۔
(المنجمد ص ۶۸۳)

۱۳۹

دیکھی میں تری چشم کے بیمار کی شب نبض
کچھ گرمئی دل سے تھی تواتر میں عجب نبض
آمان طبیب اس پہ نہ رکھ ھاتھ کہ اپنی
مانا بہ رگِ برق ھے گرمی کے سبب نبض
آڑنے سے شرر کے ھو رگ سنگ میں کب فرق
تڑپھے نہ گران یاروں کی ھنگامِ غضب نبض
دیکھ ھاتھ سے دھڑکا تو مرے دل کا کہ ظالم
کرتا ھے کوئی عشق کے ماروں کی طلب نبض
گو عشق کا اخفا تو کرے ھم سے پہ قائم
چھپتی ھے اس آزار کے بیمار کی کب نبض

۱۴۰

جی نکلنا تھا ھمیں یا رب غرض
لیک کیا جانے یہ نکلے کب غرض
تجھ سے ظالم کو کوئی دل دے سو کیوں
فائدہ ، حاصل ، جہت ، مطلب ، غرض

ردیف (ط)

۱۴۱

تھا وہ بے‌گانہ کیا یاں ھم نے جس سے اختلاط
گر یہی شکلِ جہاں ھے کیجے کس سے اختلاط
کیمیا ھے ناقصوں کو خاک ساروں کا ملاپ
ھووے ھے سونا جو ھو اکسیر و مس سے اختلاط

خشکیٔ تن نے ترے زاهد بھلے رکھ لی هے شرم
کون کرتا ورنه یاں تجھ سے نجس سے اختلاط

اے وفا بے گانه ملنے میں ترے حاصل هے کیا
بے وفا تجھ سا جو هو کیا کیجے وس سے اختلاط

جی دیا قائم نه تیں مل کر کے اُس بانکے کے ساتھ
هم نه کہتے تھے که ناداں کر نه اس سے اختلاط

۱۴۲

اس کو نه راست کهه تو نه اُس کو بتا غلط
کیا جانے کیا صحیح هے واقع میں کیا غلط

دیکھا هے میں رباعیٔ هستی کو غور سے
پر لفظ نا درست هیں حد مدّعا غلط

اظهارِ عشق ڈول هی اپنا نہیں هے شوخ
جن نے کہا یه تجھ سے هے محض افترا غلط

اُس مار پیچ کوچے میں کاکل کے دل هے گم
جس میں که راه خضر[۴] نے اکثر کیا غلط

قائم نهٔ عیشِ نقد کو نسیه پہ چھوڑیے
کیا جانے بات قصے کی هے راست یا غلط

۱۴۳

چوری نه کی جو تجھ سے کیا بھی هم اختلاط
باهم دگر رکھے هے میاں عالم اختلاط

یه رسمِ انتقام هے کس ملک کی که شوخ
صد عمر خصر[۴] بے مزگی یک دم اختلاط

موتی کا تیرے گوش سے دیکھے اگر وه ربط
گل سے کرے نه بھول کے پھر شبنم اختلاط

جس تس طرح یہ آگ دبائی ہے میں ابھی
پھر داغِ دل سے کر نہ تو اے مرہم اختلاط
قائمؔ نہیں ہے ملنے میں خوباں کے آبرو
لازم ہے یہ کہ ان سے کرے تو کم اختلاط

۱۲۴

بھوکے کو کب ہو کاسۂ واژوں سے انبساط
یعنی طمع نہ رکھ فلکِ دوں سے انبساط
مانندِ غنچہ موجبِ آشفتگی ہوا
پہنچا کسی کے دل کو جو گردوں سے انبساط
دیکھی تھی بس کہ رات حنا بندیٔ مژہ
ٹپکا پڑے ہے دیدۂ پر خوں سے انبساط
فیضِ ہوا نے بس کہ رطوبت کی صرفِ خاک
اُگتا ہے جائے گل دلِ ہاموں سے انبساط
قائمؔ کو تیرے قد سے خوشی کیوں نہ ہوکہ ہے
شاعر کے دل کو مصرعِ موزوں سے انبساط[۱]

ردیف (ظ)

۱۲۵

بِن ترے لالہ زار سے کیا حظ
سیرِ باغ و بہار سے کیا حظ
تو ہی ساقی اگر نہیں تو ہمیں
بادۂ خوش گوار سے کیا حظ

۱- یہی ردیف و قافیہ ایک شعر انتخاب حسرت میں :
تجھ بن طلب خوشی کی ہے یوں دل سے جس طرح
لیلیٰ بغیر چاہیے مجنوں سے انبساط

چشم اس گل سے دور ہیں، کس کام
بے چمن آب شار سے کیا حظ
وعدہ جھوٹا بھی وہ نہیں کرتا
پس ہمیں انتظار سے کیا حظ
آنسو پونچھے نہ آستیں جو تری
دیدۂ اشک بار سے کیا حظ
مانگتے بوسہ تو کرے ہے کنار
ایسے بوسِ و کنار سے کیا حظ
بد ہیں اپنے نصیب اگر قائم
خوبیٔ روزگار سے کیا حظ

۱۴٦

ہمیشہ دستِ تاسف ملے ہے وہ جن کو[1]
کرے ہے چاشنئی دھر جوں مگس محظوظ

۱۴۷

یوں جلے آہ پتنگے سا تماشائیِ شمع
آگ لگیو تجھے اے انجمن آرائیِ شمع
رازِ دل سوختگاں کیونکہ چھپائے سے چھپے
ہوتی ہے پردۂ فانوس سے رسوائیِ شمع

۲- اسی ردیف و قافیہ میں دو مطلع — پہلا، نسخۂ رام پور میں اور دوسرا انتخاب حسرت میں:

کیا ہے وضع جہاں نے تو دل کو بس محظوظ
کہ لاکھ جی سے ہیں عاجز اگر ہیں دس محظوظ
گلوں کے ساتھ تو بلبل ہے اس برس محظوظ
ہیں ہم اسیر بھی داغوں سے دل کے بس محظوظ

فکرِ بے تابیٔ پروانہ کرے کون کہ یاں
آپ ھی رعشے میں ھے پنجۂ گیرائیِ شمع
شیخ جی رات اندھیری میں تم آئے ھو یہاں
آپ کے واسطے گر امر ھو منگوائیِ[1] شمع
آہ پروانے کو تو کچھ نہ سجھایا قائمؔ
مایہ گو خلق کی نظروں کا ھو بینائیِ شمع

۱۴۸

گو بنام اک زبان رکھتی ھے شمع
کب ترا سا بیان رکھتی ھے شمع
تیرے مکھڑے کا سا نمک معلوم
ایک پھیکی سی آن رکھتی ھے شمع
سرفروشی کے مخترع ھیں ھم
گو اب اونچی دُکان رکھتی ھے شمع
داغ پر داغ اٹھائے دل کی طرح
کب یہ تاب و توان رکھتی ھے شمع
رووے گو تودہ تودہ کب ایسے
دیدۂ خوں فشان رکھتی ھے شمع
آہ اس داغ دل سے جس سے کہ دشت
نت سوئے آسمان رکھتی ھے شمع
کیوں کہ پروانہ رشک سے نہ جلے
سب کے آگے ---- رکھتی ھے شمع
کھول مکھڑا کہ ھے یہ مجھ کو یقیں
تجھ سے دعویٰ گمان رکھتی ھے شمع

۱- منگوائی : منگوائیے -

یہ دل افسردہ وائے قسمتِ بد
سوز تا استخوان رکھتی ہے شمع
راتوں جاگی ہے مثل قائم کے
تب یہ سوزِ نہان[1] رکھتی ہے شمع

۱۴۹

آگ ہر چند کہ سینے میں طپاں[2] رکھتی ہے شمع
لیک جل بجھنے کے یہ ڈھنگ کہاں رکھتی ہے شمع
گو یہ بھڑکے ہے اسے دیکھ، پہ جی میں تو وہی
رشتۂ اُلفت پروانہ نہاں رکھتی ہے شمع
جل بجھے ہم، پہ کبھو دم نہ نکالا منہ سے
اک ذرا داغ پہ کیا شور و فغاں رکھتی ہے شمع
ایک عاشق پہ ترا جی ہی نہ پگھلا ورنہ
غم میں پروانے کے نت اشک رواں رکھتی ہے شمع
دو دو انچھر ہیں وہ کچھ اور سِپَت کے قائم
کیا ہوا یوں جو سوا گز کی زباں رکھتی ہے شمع

۱۵۰

آتش تب نے کی ہے تاب شروع
تو بھی کر دیدۂ پُر آب شروع

۱- قائم کے چاروں نسخوں میں بیان ہے - تصحیح قیاسی کی گئی -
۲- یہ غزل صرف انجمن اور انڈیا آفس کے نسخوں میں ہے - دونوں نسخوں میں یہ لفظ 'عیاں' پڑھا جاتا ہے لیکن جامعہ کے مطبوعہ نسخے میں 'طپاں' ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے -

کیوں نہ ابتر ہو آنسوؤں سے چشم
کی ہے لڑکوں نے یہ کتاب شروع
شب میں چاہا کروں کچھ اُس سے سوال
بن سنے ہی کیا جواب شروع
سرفۂ خشک بھی ہے اک حیلہ
کرنی زاہد کو تھی شراب شروع
نام سنتے ہی اُس کا بس قائم
پھر کیا تو نے اضطراب شروع

ردیف (غ)

۱۵۱

دل تیرِ مژہ کھائے کہ ابرو کی سہے تیغ
یاں تو یہی آفت ہے گہے تیر و گہے تیغ
مجھ گریہ سے ہو کیوں نہ وہ خوں خوار سکندر
بندھ جائے ہے زنگار جو نم بیچ رہے تیغ
یک پل میں ترے غمزے نے مارا دو جہاں کو
اس بجلی کے ٹکڑے کو کوئی کیوں کے کہے تیغ
دل کیوں نہ ڈرے سینۂ مجروح میں تنہا
وہ کھیت نپٹ سخت ہے جس میں کہ بہے تیغ
قائم ہو کوئی لطف سے صحبت کے کب آگاہ
جوں شمع جو کچھ عمر کٹی یاں سو تہِ تیغ

۱۵۲

جاں بہ لب ہے نالہ کھاؤں کیوں نہ میں سینے میں داغ
نزع میں رنجور کی بالیں پہ لازم ہے چراغ

موج زن ہو کیوں نہ آنسو شعلہ زن جب تک ہے داغ
دست و پا مارے ہے لڑکا دیکھ کر روشن چراغ
سنگ باراں شیشۂ عشرت پہ کیجو اے سپہر
لیک دے اتنی تو فرصت بھر لے میرا بھی ایاغ
اس چمن میں دیکھیے کیوں کر بسر ہو اے نسیم
ہے مزاجِ نکہتِ گل شوخ اور ہم بے دماغ
ابر ہے ساقی کہاں اب جام اور مینا کدھر
لوں میں تا مستی میں گلشن کا حریفوں سے سراغ
ہم چلے اے باغباں گو تنگ ہو تجھ سے ولیک
غنچۂ دل کو ہو بلبل کے بحقِ گل فراغ
ہم اسیروں کو نہ کر تکلیفِ گلگشت اے نسیم
کون سی باقی ہے اب دل میں ہوائے سیرِ باغ
جیتے جی قائم کے ہو کیوں کر سخن یاروں کا سبز
آگے طوطی کے خوش آتی ہے کسے فریادِ زاغ

۱۵۳

بس نہیں اب دل پہ میرے جائے داغ
دے نہ اے غم! داغ بر بالائے داغ
خوں ہوا دل غنچۂ لالہ کی طرح
تا کجا کرتا رہوں اخفائے داغ
موجِ آتش کیوں نہ پہنچے عرش تک
دل سے امڈا ہے مرے دریائے داغ
کیا کہوں دوری میں تیری کیا الم
دیکھتی ہے چشمِ نابینائے داغ
دل ہے قائم رشکِ صد سروِ چراغ
ہجر میں اس گل کے از بس کھائے داغ

۱۵۴

آفتادگاں رہ سے طلب دل کا کر سراغ
نقش قدم سے ڈھونڈ کے پالے ہیں ہر سراغ[1]

چشم و نگاہ و زلف و خط و خال اس طرف
کھویا گیا ہوں میں (–؟–[2]) گہ بر سراغ

ردیف (ف)

۱۵۵

آج آپ مرے حال پہ کرتے ہیں تاسف
اشفاق ، عنایات ، کرم ، مہر ، تلطّف

اے گریہ پسِ قافلہ دل نام ہے اک یار
یہ خستہ بھی نبھ جائے جو یک دم ہو توقّف

ہے ڈول تو نالے کا وہی دل بھی وہی لیک
تاثیر نہ اب اس میں ہے نے اس میں تصرّف

صوفی ہے وہ بے علم ہو جو ہستی سے اپنی
کس کام ، پڑھا تو نے جو یوں علم تصوّف

خاموشی بھی کچھ طرفہ لطیفہ ہے کہ قائم
کرنا پڑے جس میں نہ تصنّع نہ تکلّف

۱۵۶

دیکھ ہو کے ٹک تو بارے اے خوں خوار یک طرف
میں آج یک طرف ہوں ترے یار یک طرف

۱- نسخۂ رام پور۔
۲- یہ لفظ پڑھے نہیں جا سکتے۔

انصاف ہے کہ غیر سے صحبت رکھے تو گرم
بیٹھا رہوں میں مثلِ گنہ گار یک طرف
سیکھے ہو کس سے سچ کہو پیارے یہ چال ڈھال
تم یک طرف چلو ہو تو تلوار یک طرف
ناز و کرشمہ ، عشوۂ و انداز اور ادا
میں یک طرف ہوں اتنے ستم گر یک طرف
کس بات پر تری میں کروں اعتبار ہائے
اقرار یک طرف ہے تو انکار یک طرف
دیکھیں پروو ے کون بھلا سلکِ لختِ دل
میں یک طرف ہوں ابرِ گہر بار یک طرف

قطعہ

قائم ہر ایک کوچے میں ہے طرفہ تعزیہ
یوسف ترے کی گرمیِ بازار یک طرف
دلّال ایک سمت کو منہ سے ملیں ہیں خاک
سر پیٹتے پھریں ہیں خریدار یک طرف

۱۵۷

دیکھا کبھو نہ اس دلِ ناشاد کی طرف
کرتا رہا تو اپنی ہی بے داد کی طرف
جس گل نے سن کے نالۂ بلبل اڑا دیا
رکھتا ہے گوش کب مری فریاد کی طرف
موند اے پرِ شکستہ نہ چاکِ قفس کہ ہم
ٹک یاں کو دیکھ لیتے ہیں صیاد کی طرف
کہتے ہیں گریہ خانۂ دل کر چکا خراب
آتا ہے چشم اب تری بنیاد کی طرف

خسرو سے کچھ بگاڑ ہے شیریں کو ظاہرا
پیغام پھیر جاتے ہیں فرہاد کی طرف
نیجو خبر مرے بھی دلِ زار کی نسیم
جاوے اگر تو اُس ستم آباد کی طرف
قائم تو اس غزل کو یونہی صرصری ہی کہہ
ہونا پڑے گا حضرتِ اُستاد کی طرف

۱۵۸

اگرچہ داغ ہیں لالے کے دل میں چار طرف
نہ یہ ستم کہ جلا یاں جگر ہزار طرف
اُجڑ نہ جائے جو تختہ وہ داغ دل کا میاں
تو کیا جگر سے ہمارے ہو لالہ زار طرف
اُدھر وہ غیر کی حشمت ، ادھر یہ جی ہے فقط
جو چاہو ان سے سو کرلو اک اختیار طرف
ڈھا کھڑا ہے ہزاروں جگہ سے قصر وجود
بتاؤں کون سی اس کی میں استوار طرف
طرف نے بند کیا ہے ہر اک طرف سے تجھے
طرف نہ پکڑے تو تجھ کو ہیں بےشمار طرف
یہی وہ دل ہے جو جھیلے ہے یہ ستم تیرے
مجال کیا ہو ترے غم سے کوہسار طرف
نہ داغِ عشق سے قائم ترے ہوں میں ہی خبر
یہ گل تو آپ کا پھولا ہے ہر چہار طرف

۱۵۹

پاسِ اخلاص سخت ہے تکلیف
تا کجا خاطرِ وضیع و شریف

چشم و دل سے نہ تھی یہ چشم ہمیں
کہ نہ گریے کے ہو سکیں گے حریف

صبح تک تھا وہیں یہ مخلص بھی
آپ رکھتے تھے شب جہاں تشریف

مجھ سے تجھ بن کیا جو فصلِ ربیع
کب یہ اشجار سے کرے ہے خریف

یوں کبھو تو نے مے نہ دی ساقی
نائے حلقوم کو سمجھتے قیف

اپنے تئیں آپ وہ نہیں پاتے
فکر میں تجھ کمر کی ہیں جو ضعیف

کیوں نہ واہی ہو شعر قائم کا
ہے دوانے کی آخرش تصنیف

ردیف (ق)

۱٦۰

اے محنت آزمائے عاشق
جب خوش ہے کہ مر ہی جائے عاشق

قاتل کی طرف سے ہو نہ دعویٰ
بس ہے یہی خوں بہائے عاشق

تلوار عبث تو کھینچتا ہے
کافی ہے نگہ برائے عاشق

بوسے کے عوض جو ہو تو ہے مفت
ملتی ہے کہاں دعائے عاشق

سو دیکھی جفا پہ منہ نہ موڑا
رحمت ہے تجھے وفائے عاشق
شرمندہ نہ ہو ، نکل جگر سے
اے نالۂ نا رسائے عاشق
ہجراں میں بھی مر گیا نہ قائم
اس منہ سے تو اور کہائے عاشق؟

۱٦۱

اب کے اگر بخیر ہے انجامِ اشتیاق
گنیے گا سب مصائب و آلامِ اشتیاق
ہر صبح انتظار کا دیجے گا اس کو عرض
کیجے گا ذکرِ حالتِ ہر شامِ اشتیاق
کہیے گا یاد کر کے ہر اک دن کی سرگزشت
جن جن دکھوں سے کاٹے ہیں ایامِ اشتیاق
لکھ اشتیاق نامہ تو کاتب پر اس طرح
ظاہر نہ حرفِ شوق ہو نے نامِ اشتیاق
ایراد کر نہ پڑھ کے مرا خط کہ یہ تمام
بے ربطیاں ہیں ثمرۂ ہنگامِ اشتیاق
ناصح ! تو ضبطِ عشق سے کرتا ہے پختگی
لے جا ہے یاں تو اک ہوسِ خامِ اشتیاق
قائم یہ سن کے میں تو تر آیا کہ وائے عقل
کس بات پر کیا ہے تو پیغامِ اشتیاق

ردیف (ک)

۱۶۲

اے راست وعدہ شام سے تجھ بن سحر تلک
سو بار پھر گیا ہوں میں رات آ کے در تلک
واقف میں پر فشانئ صحن چمن سے کیا
پہنچا قفس میں کام مرا بال و پر تلک
کوچہ ترا، نشے کی یہ شدت، جہاں سے لاگ
اللہ ہی نباہے میاں آج گھر تلک
اس دشت پُر خطر میں ہمارا آگا ہے نخل
پہنچا کوئی نہال نہ جس میں ثمر تلک
ہر چند جوش گریہ بہت کم ہوا ہے لیک
ڈوبے پڑے ہیں کوہ تو اب بھی کمر تلک
رونے کا اپنے ابر دکھائیں گے ہم مزا
پہنچا کوئی جو اشک کبھو چشم تر تلک
قائم میں اختیار کیا شاعری کا عیب
پہنچا نہ کوئی شخص جب اپنے ہنر تلک

۱۶۳

ہر پردۂ زمین میں طوفاں ہے زیر خاک
کیا جانیے کہ کون یہ گریاں ہے زیر خاک
جنت نصیب عشق کی دولت ہوئے ہیں ہم
داغوں سے دل کے سیر گلستاں ہے زیر خاک
آلودگان گرد کو منعم نہ بوجھ سہل
اکثر سنا ہے گنج تو پنہاں ہے زیر خاک

روئیدگی سے نرگسِ شہلا کی ہے عیاں
دیدار کا ترے کوئی حیراں ہے زیرِ خاک
قائم خیالِ زلف میں جو خاک ہو گئے
تا حشر اُن کی خاک پریشاں ہے زیرِ خاک

۱۶۴

دل دے کے دیا میں تجھ کو جاں تک
کوئی اور جگر کرے کہاں تک
آمادۂ سوختن ہوں یک بار
اے برق مرے بھی آشیاں تک
صحبت کے مزے ہوں یوں بر آفتاد
اک بات ہے ناز پر نہ یاں تک
ہاں نالہ ! کہ ہے یہ وقتِ امداد
پہنچی تو ہے آہ آسماں تک
آہستہ ہوائے نسیم یک دم
ہم راہ ہیں ہم بھی گلستاں تک

قطعہ

قائم جو ہے شمعِ بزمِ معنی
میں رات گیا تھا اُس جواں تک
پایا تو ہے ڈھیر آنسوؤں کا
دیکھا تو گداز اُستخواں تک

۱۶۵

مجھ بے گنہ کے قتل کا آہنگ کب تلک
آ اب بنائے صلح رکھیں جنگ کب تلک

پیارے نہیں یہ وقت ترا مقتضیٔ ناز
بس درگزر اب اس سے کہ یہ ڈھنگ کب تلک
گزرا چمن سے عہدِ شگفتن تو جوں نسیم
دیکھیں فلک رکھے ہے ہمیں تنگ کب تلک
انگشتری کی طرح ہوا قد تو یاں دوتا
باندھوں شکم پہ ضعف سے میں سنگ کب تلک
ساقی اگر یہی تو، یہی گل، یہی ہے فصل
سچ ہے کہ پاسِ نام و غمِ ننگ کب تلک
چہرے پر اشک سرخ سے ہیں سو طرازِ خوں
دیکھوں رہے ہے گریے کا یہ رنگ کب تلک
قائم خیالِ خطِ بتاں دل سے محو کر
ایسے اک آئینے پہ یہ ؓشب ٔرنگ کب تلک

ردیف (گ)

۱٦٦

ہیں جو کوئی کہ نالہ نیوشِ شکستِ رنگ
سنتے ہیں گوشِ جاں سے خروشِ شکستِ رنگ
امڈے پھریں ہیں ابرِ شفق گوں تو چار اور
کیا ہوگی اور شدتِ جوشِ شسکتِ رنگ
آگہ کیا ہے آن نے مرے درد سے آسے
کیوں کر نہ ہوں میں حلقہ بگوشِ شکستِ رنگ
کر رحم اس کے ضعف پہ، گر تجھ تک اے قبول
آ جائے نالہ دست بدوشِ شکستِ رنگ
ظالم کر اختلاط سے میرے حذر کہ میں
جوں برق نت ہوں شعلہ فروشِ شکستِ رنگ

عالم کا عشق کے بھی دوانہ ھوں میں کہ واں
نے علمِ بے خودی ھے نہ ھوشِ شکستِ رنگ
قائم تغیرِ حال کو پہنچے گا وہ ترے
سمجھے ھے جو زبانِ خموشِ شکستِ رنگ

ردیف (ل)

۱٦٧

لے درِ اشک مرے دیدۂ نمناک کے مول
مفت میں ملتے ھیں تجھ کو یہ گہر خاک کے مول
زلفِ خوباں کی قلم رو میں بھی کتنا ھے اندھیر
لے ھیں شانے کے تئیں واں دلِ صد چاک کے مول
جس نے دیکھا ھے کہ کیا نشۂ مے میں ھے عروج
لے نہ طارم کو فلک کے وہ کبھو تاک کے مول
جس چمن میں ھو ترے عارضِ گل رنگ کا ذکر
گل کو لیوے نہ کوئی واں خس و خاشاک کے مول
صید گہ میں تو کبھو عشق کی آیا نہ کہ خلق
دے کے جاں، لیتی ترے حلقے کو فتراک کے مول
دانت تو نئیں مگر اس منہ کی صفائی کے لیے
لیں ھیں ھر روز گڈے شیخ جی مسواک کے مول [1]
قائم افسوس کہ منصف ھیں وہ جوھر کے ترے
لیں ھیں کوری سے ھلاھل کو جو تریاک کے مول

۱- نسخۂ انجمن میں اس شعر کی بجائے یہ ھے:
کیا چڑھے نٹ ھے کہ گھوڑوں کے شناسے ھیں سو آج
لیں ھیں وے اسپ گلی توسن چالاک کے مول

۱٦۸

دیکھ ٹک رنگ کو بلبل تو نہ ڈُھل بر سرِ گل
میں اسی کام میں کھائے ھیں یہ گُل بر سرِ گل
ساقیا عہدِ جوانی ھے نہ ھم سے ھو ملول
توڑیں مستی میں جو ھم ساغرِ مُل بر سرِ گل
باغباں ، زمزمۂ مرغِ چمن سے غافل
جانتا نئیں کہ بجیں ھیں یہ دُھل بر سرِ گل
دادِ عاشق کو کوئی پہنچے ھے معشوق کہیں
بلبل اتنا تُو عبث کرتی ھے غُل بر سرِ گل
دیکھ گل گوشۂ دستار پہ اُس کے قائم
تو نے دیکھا جو نہ ھووے کہیں گُل بر سرِ گل

۱٦۹

گو اب مرے مزار پہ کوئی نہ لائے گل
ھیں داغ بے کسی کے جگر پر بجائے گل
آوارہ کر چمن میں مرے بال و پر نسیم
آئندہ تا نہ ھووے کوئی مبتلائے گل
آئے اگر بہار تو کیا فائدہ کہ یاں
ناساز ھے مزاج سے اپنے ھوائے گل
نالوں سے عندلیب کے آیا ھے جی بہ تنگ
کن نے مرے مزار پہ لا کر چڑھائے گل
ساقی نہ کر درنگ کہ یاں ایک پل کے بیچ
جاتا رہے ھے موسمِ نشو و نمائے گل
دیکھا ھو جن نے اُس کے کفِ پا کو ایک بار
جلوہ دے اُس کی چشم میں کیوں کر صفائے گل

قائم وطن کے بیچ تو آسودگی نہ ڈھونڈھ
پر خار گلستاں میں ہمیشہ ہیں پائے گل[1]

۱۷۰

بلبل میں بھی ہیں گرچہ خوش آوازیوں کے ڈول
لیکن کہاں یہ زمزمہ پردازیوں کے ڈول
آ نکلے اے پتنگ کبھو یاں وہ شمع رو
دکھلا دوں میں کہ ہوھیں یہ جاں بازیوں کے ڈول
بد بازیٔ فلک کی ہو کیا اس نظر میں وقع
دیکھے تری جو خانہ براندازیوں کے ڈول
کیا کیا ہیں لٹکے جھیلتے[2] دل اس کی زلف میں
دیکھ اے فسوں گر اس کی فسوں سازیوں کے ڈول
قائم ہے یہ فلک بھی عجب پیرِ طفل طبع
دیکھے جو اس کی غور سے تو بازیوں کے ڈول

۱۷۱

بے سبب آغوش کی صورت نہیں ہر چاکِ دل
اس میں بھی اک رمز ہے ہم جانتے ہیں پاکِ[3] دل

۱۔ اسی ردیف و قافیہ میں تین شعر ، انتخاب حسرت میں :
بلبل نہ کر تو شور کہ ہم وے اسیر ہیں
کل بے دماغ کرتی تھی جن کو صدائے گل
بلبل تو باغباں کا تغافل نظر میں رکھ
ہم بھی کسی زمانے میں تھے آشنائے گل
ہم وے اسیر ہیں کہ ہوئے اس گھڑی رہا
جب مل چکی تھی خاک میں نشو و نمائے گل
۲۔ یہ لفظ مشکوک ہے ۔ انڈیا آفس کے نسخے میں 'چھلتی کے' نسخۂ انجمن میں 'چھلنی کے' اور جامعہ کے مطبوعہ نسخے میں 'چھین کے' ہے ۔
۳۔ پاکِ : پاکہ ۔

مصلحت کوئی آن ٹل رهنا هے اے ضبط نفس
بے طرح بھری هے اب کے آہِ آتش ناکِ دل
صحنِ صحرا موجِ سیلِ تند سے هوتا هے پاک
کون سھرے غیرِ گریہ کے خس و خاشاکِ دل
گوهرِ شہوارِ اشک آتا هے اُس طالب کے هاتھ
چشم کے پردوں میں چھانی جن نے برسوں خاکِ دل
ڈول هی قائم ترا تو دم بدم هوتا هے اور
آج کچھ کیسا هے پیارے یہ تجھے تا پاکِ دل

۱۷۲

کُو تبِ عشق کہ هو چارۂ افسردنِ دل
موت هے شمع کی مانند مجھے مردنِ دل
موجِ خوں رات اُدھر عرش سے گزری تھی اگر
گریہ یک دم بھی تو هو مانعِ خوں خوردنِ دل
کیوں کے دریا نہ بہیں خون کے آنکھوں سے مری
پنجۂ موجِ نفس هے پئے افشردنِ دل
توڑنا دیر و حرم تک بھی نہ چنداں هے گناہ
اپنے مذهب میں هے کچھ کفر تو آزردنِ دل
هاں شبِ غم نہ سحر هو کہ مجھے گریہ سے
عوضِ اشک هے اب وعدۂ آوردنِ دل
شب میں قائم تجھے اُس بزم سے جاتے دیکھا
یوں بھی کہیں هووے هے بے درد بروں بردنِ دل

۱۷۳

هے بے اثر ایسی هی جو اپنی کششِ دل
جی لے هی کے چھوڑے گی یہ اک دن خلشِ دل

تھامو مجھے آمد میں کوئی اس کی کہ ناگہ
لے جائے نہ گھر سے کہیں باہر طپشِ دل
زہراب و ہلاہل سے جو کچھ کام نہ نکلا
دے کر کے میں کی خونِ جگر پرورشِ دل
کس طرح کوئی گزرے تری رہ سے کہ پیارے
ہر گام پہ اس کوچے میں ہے چپقلشِ دل
کیا نقش کہ خاطر سے ہوئے محو مگر ایک
ہے نقش ترا آٹھ پہر منتقشِ دل
ہاتھوں سے دل و دیدہ کے آیا ہوں نپٹ تنگ
آنکھوں کو روؤں یا میں کروں سرزنشِ دل
دیجو نہ اسے اس بت بے باک کو قائم
زنہار کہ نازک ہے نہایت تپشِ دل

۱۷۲

پُر ہے یہ مے سے رنگ کی اب کے ایاغِ گل
جھمکے ہے مثلِ شعلہ ہر اک سو چراغِ گل
صرفے سے آہ و نالہ کر اے عندلیبِ زار
ڈرتا ہوں میں کہ ہو نہ پریشاں دماغِ گل
دے کیوں نہ داغِ دل سے دمِ سرد اطلاع
ملتا ہے نت نسیمِ سحر سے سراغِ گل
مت ڈھونڈھ ہم گرفتہ دلوں سے کشادِ طبع
غنچے کو کیوں کہ ہووے میسر فراغِ گل
قائم یہ کس کی بو کی ہے دریوزہ گر کہ صبح
ہر شاخِ گل رکھے ہے جو کف پر ایاغِ گل

۱۷۵

چشم سے میری نہ بہتا آب ہو یک لخت دل
گر نہ ملتا ایسے ظالم ساتھ یہ کم بخت دل[۱]

ردیف (م)

۱۷۶

اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم
پھر تجھ کو نہ منہ دکھائیں گے ہم
مشکل ہے نہ آنا تجھ گلی میں
پر یہ بھی سہی ، نہ آئیں گے ہم
جو آگے کہا کیے ہیں تجھ سے
سو اب کے وہ کر دکھائیں گے ہم
ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا
ٹک دور سے دیکھ جائیں گے ہم
ہاں کیوں نہ ملیں گے تجھ سے ظالم
جب گالیں نت کی کھائیں گے ہم
آزردہ ہو غیر سے ، لڑو یاں
اس عہدے سے کب بر آئیں گے ہم
جینے ہی سے ہاتھ اٹھائیں گے لیک
باتیں نہ تری اٹھائیں گے ہم
گر زیست ہے تجھ تلک تو پھر کیا
صدقے ترے مر ہی جائیں گے ہم

۱- نسخۂ رام پور -

اب کوچے میں تیرے ہی پیارے
کسی اور سے جی لگائیں گے ہم
جوں چاہیے چاہ کا سرشتہ
جیتے ہیں تو کر دکھائیں گے ہم
اس پر بھی اگر ملیں گے تو خیر
قائم ہی نہ پھر کہائیں گے ہم

۱۷۷

ہے زیرِ چرخ سزاوارِ حمد اُس کا نام
رکھا ہے جس نے فلک کو بغیر تھونی تھام
وہ بت کہ شیخ جسے تو اِلٰہ کہتا ہے
جو مغز بات کا سمجھے اُسی کا ہے ہر نام
نہیں ہے قید کو انساں کی زر سوا کوئی جال
کہ ہر فلوس میں اُس کے چھپے ہیں کتنے دام
ہو روم روم مرا کیوں نہ خوش کہ وہ بت چیں
یہ کہہ گیا ہے کہ آؤں گا آج میں سرِ شام
بطور ہزل ہے قائم یہ گفت گو ورنہ
تلاش ہے یہ مجھے ہو نہ شعر میں ایہام

۱۷۸

ہیں مژگانِ دراز البتہ چشمِ یار کو لازم
درازی رات کی ہے مردم بیمار کو لازم
نہ خم ہو کیوں کہ زلف اُس چہرۂ گلنار کے آگے
پرستش آگ کی ہے فرقۂ کفّار کو لازم

شب اس سے لگ چلا تھا میں سو ھنس کر یہ لگا کہنے
که هیں باتیں یہی اس جبّہ و دستار کو لازم
کروں کوتہ میں کس صورت سے قصہ زلف کا اس کی
درازی بات کی ہے داستانِ یار کو لازم
نہ دے قائمؔ تو دل اس لعلِ آتش رنگ کو ہرگز
کہ بچنا آگ کے شعلے سے ہے ھشیار کو لازم

۱۷۹

جب موج پر اپنی آ گئیں چشم
دریا دریا بہا گئیں چشم
پنجسے میں مژہ کے روتے روتے
اوے اولے کی طرح بلا گئیں چشم
نرگس کو لگو نہ آگ یاں کہ
پھر مجھ کو وہ یاد آ گئیں چشم
جوں اشک ہر اک کے آگے رو کر
نظروں سے مجھے گرا گئیں چشم
مانا رگِ گل سے هیں یہ مژگاں
از بس کہ لہو سے چھا گئیں چشم
ٹالا تھا میں شب پہ گریۂ صبح
پر اٹھتے ھی جان کھا گئیں چشم
بندہ ہوں میں اس ادا کا قائمؔ
دیکھا کہ وهیں لجا گئیں چشم

۱۸۰

جوں نخلِ شمع کب هیں رهینِ بہار هم
جز اشک و آہ رکھتے نہیں برگ و بار هم

شیریں سا بھی اگر ہو کوئی قدرداں تو آج
ناخن سے چیر ڈالیں کئی کوہسار ہم
لے پہنچنا تو صحنِ چمن تک ہمیں نسیم
آمادۂ سفر ہیں بہ رنگِ غبار ہم
شب سے ہمارے دن کو نہ کوئی کرے تمیز
واقع ہوئے ہیں بس کہ سیہ روزگار ہم
اے سوج ہم سے کر نہ خلش تو کہ جوں حباب
کوئی دم کریں ہیں اور نفس کے شمار ہم

قطعه

قائم جگہ ہے رونے کی یہ حالتِ تباہ
اس صحنِ گلستاں کے ہیں وہ دل فگار ہم
کھٹکا صبا کے پاؤں کا سن کر بہ رنگِ بو
آغوشِ گل میں ہوتے تھے نت بے قرار ہم
کیا جانتے تھے ایک دن ایسی بہے گی باؤ
اس مرتبے کو ہوویں گے بے اقتدار ہم
گل کا تو وصل دور ہے پیدا نہ ہووے گا
چاہیں گے گر خراش کو سینے کی خار ہم

۱۸۱

کیا کہوں کرتا ہے کیا کیا وہ بتِ خود کام، کام
لیک اس کو کون کہتا ہے، مرا بد نام، نام
کاسۂ مہ داغِ کلفت سے بھرا جن نے مدام
اس فلک سے چاہتا ہے بخت بد انجام، جام
مرغِ دل پربستۂ الفت ہے جاوے گا کہاں
زلف سے کھولے ہے کیوں اے سروِ گل اندام، دام

آج دو دو ہاتھ اس ابرو سے کیجے دو بدو
گو کرے دن کو مرے وہ تیغِ خوں آشام ، شام

بخت کی اپنے خصوصیت ہے محرومی کے ساتھ
گو کہ اک عالم پہ ہو پیارے ترا انعام ، عام

اس بڑھاپے کی خدا ہی شرم رکھے اے بتاں
عشق کے کوچے میں میں مارا ہے بے ہنگام ، گام

دام زر کا مت بچھا قائم کی وحشت کے لیے
اہلِ عزت کو کرے ہے بیش تر اکرام ، رام

۱۸۲

کب شمع گئی ہے سرستی یاں تک گزر کہ ہم
رکھتا ہے کب پتنگ یہ سوزِ جگر کہ ہم

اے ابر! امتحاں ہے ہمارا ، ترا ابھی
دیکھیں تو یہ کہ روئے تو لختِ جگر کہ ہم

"روکے ہے کون تیغ مری" عشق نے کہا
بولا ادھر سے داغِ جگر ہو سپر کہ "ہم"

یہ بوالہوس ترے جو کہاتے ہیں اب غلام
خط آئے پر کوئی نہ رہے گا مگر کہ ہم

جھگڑے ہے اشکِ گرم مرا آہِ سرد سے
دیکھیں تو پہلے پہنچے ہے تُو عرش پر کہ ہم

جوں شمع جلتے مرتے ہی گزری تمام عمر
رکھتا ہے کوئی ایسے بھی شام و سحر کہ ہم

قائم نہ میں کہا تھا کہ مت پی شرابِ عشق
کھینچے ہے اب خمار سے تیں دردِ سر کہ ہم

ردیف (ن)

۱۸۳

میرا سا لب و لہجہ کہاں مرغِ چمن میں
گل کتروں ہوں سو رنگ سے میں طرزِ سخن میں

کو شبنمِ الماس کہ تسکین دے جوں گل
باقی ہیں ابھی چاؤ جراحت کے بدن میں

لیتا ہے نہ خمیازہ تجھے دیکھ کے اک گل
غنچے کے بھی انداز ہے بوسے کا دھن میں

غربت میں مرا حال جو دیکھے ہے تو قاصد
زنہار نہ کہیو اسے یارانِ وطن میں

چوسے ہیں لبِ تیغ یہ کس کے کہ ہر اک دم
اک کاوشِ نو ہے خلجان زخمِ کہن میں

بے چیز تو آشفتہ نہیں یہ مگر اے شوخ
بستا ہے کوئی دل تری زلفوں کی شکن میں

اچھا تو ہے قائم کو دباویں جو اسی طرح
یہ آگ کا شعلہ نہیں رکنے کا کفن میں[1]

۱۸۴

ایک جاگہ پہ نہیں ہے مجھے آرام کہیں
ہے عجب حال مرا، صبح کہیں شام کہیں

چشم نے جو یمنی لختِ جگر کے کھودے
آن نگیں کا تو نہیں سنتے ہم اب نام کہیں

۱۔ ایک شعر اسی ردیف و قافیہ میں انتخاب حسرت میں:
مانندِ نفس آپ سے جاتا ہوں میں ہر دم
اک عمر سے لاحق ہے سفر مجھ کو وطن میں

اپنی قسمت میں مئے صاف تو ساقی معلوم
کاش پھینکے تو ادھر دُردِ تہِ جام کہیں
اے فلک طرح سے مکڑی کی تو جالوں کو نہ پور
وہ جو شہباز ہیں آتے ہیں تہِ دام کہیں؟
اس کمر سے نگہِ شوق لپٹتی تو ہے لیک
جی یہ دھڑکے ہے کہ آ جائے نہ الزام کہیں
تم نے کی دل کی طلب ہم بھی کہا 'دیں گے' ولیک
یوں یہ فرمائشیں ہوتی ہیں سر انجام کہیں
پائے دیوار سے پھر میری طرح وہ نہ اٹھا
جن نے دیکھا تجھے یک بار سرِ بام کہیں
عذرِ تقصیر بھی چاہوں گا میں اس سے اے دل
ٹک تو خاموش ہو دینے سے وہ دشنام کہیں
عزم کعبہ کا تو قائم تُو کیا ہے لیکن
رہن مئے کیجو نہ واں جامۂ احرام کہیں

۱۸۵

جہاں کو وہ لبِ مے گوں خراب رکھتے ہیں
خدا خبر کہ یہ کیسی شراب رکھتے ہیں
اک آب و تاب مہ و آفتاب رکھتے ہیں
پہ روکشی کی تری کب وہ تاب رکھتے ہیں
زہے خساستِ اہلِ جہاں کہ مثلِ گہر
گرہ میں باندھ کے دریا میں آب رکھتے ہیں
کس اعتبار پہ دیجے بتاں کو دل کہ بزور
جو کچھ کہ لیں ہیں کسی سے یہ داب رکھتے ہیں

زبانِ عشق شکایت سے لال ہے ورنہ
هم اک گلے کے ترے سو جواب رکھتے ہیں
نہ لٹ دھوئیں کی ہے ایسی ، نہ زلف سنبل کی
جو بال سر کے ترے پیچ و تاب رکھتے ہیں
حباب و بحر میں حاجب وجود هی ہے ، هم آہ
ملیں کب اُس سے یہ جب تک حجاب رکھتے ہیں
لیا ہے هم نے بھی بوسہ ، دیا ہے اُس کو جو دل
یہ سچ ہے دوست دلوں میں حساب رکھتے ہیں
نہ کیوں ازار کی مہری هی شیخ جی سی لیں
سُرین جو بہرِ وضو داب داب رکھتے ہیں
نہ جانے جاتے ہیں جوں شعلہ هم کدھر قائم
کہ هر دم ایک نیا اضطراب رکھتے ہیں

۱۸۶

جیتے جو تری چشم کے بیمار رہے ہیں
سو جی سے وہ مرنے کے طلب گار رہے ہیں
جوں صورتِ آئینہ ترے محو جو در سے
گزرے ہیں تو پیارے پسِ دیوار رہے ہیں
نے جرم فلک کا ہے نہ کچھ بخت کی تقصیر
خودرائی سے هم اپنی سدا خوار رہے ہیں
اب تک بھی جنوں ہاتھ اُٹھاتا نہیں مجھ سے
هر چند گریبان میں کے تار رہے ہیں
بیداریِ شب شیخ ہمارے کی مسلّم
کیا جانے یہ کس کام میں بیدار رہے ہیں

کیوں تیغِ ستم میان تو کرتا ھے کہ پیارے
دو چار ابھی اور گنہ گار رھے ھیں
وہ جز کشِ دانش ھوں کہ جبریل[۲] کو جس سے
خدمت میں اک اُستاد کی تکرار رھے ھیں
دولت بھی عجب لطف کی مے ھے پہ اُنھیں کو
جو مرد اسے پی کے خبردار رھے ھیں
پوچھ ھم سے تو احوالِ خرابات کہ قائم
یک عمر ھم اس گھر میں بھی مختار رھے ھیں[۱]

۱۸۷

ھزار سحر ھیں مخفی فلک کے کینے میں
کرے ھے رخنہ عبث خضر[۴] کب سفینے میں
نہ کاو و کن سے ھو دل کے تو ایک دم غافل
جو جانے یہ کہ دبا کیا ھے اس دفینے میں
سمجھ کے شیشۂ دل کو پٹکیو اے بتِ مست
بجائے بادہ لہو ھے اس آب گینے میں
گدا سرشت نہ قانع ھو شہر میں یک جا
ھیں سیرِ ماہ کے سب برج ھر مہینے میں
میاں دکھا تو کہیں لے کے لختِ دل میرا
یہ آب و رنگ ھے کس لعل کے نگینے میں

۱- اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر انتخاب حسرت میں :
تجھ زلف ھی کے ھم نہ گرفتار رھے ھیں
اک عمر ان آنکھوں کے بھی بیمار رھے ھیں
دیکھا ھے جنھوں نے تجھے اے یوسفِ خوبی
سو جان سے تا زیست خریدار رھے ھیں

ہے یاد آن لب و دنداں کی یاں بھی مایۂ عیش
ہوں گو کہ لعل و گُہر خلق کے خزینے میں
یہ جانتا میں نہیں ہوں کہ دل ہے کیا قائم
پر اک خلش سی رہے ہے مدام سینے میں[1]

۱۸۸

گل کا بھی تجھ سے کم تو میاں رنگ و بو نہیں
پر گل کو کیا میں آگ دوں لے کر جو تو نہیں
مرتا ہوں میں تمیز پہ ایام کی کہ یاں
آگے خذف کے دُر کی مرے آبرو نہیں
اے گریہ کر نہ ہم سے طلب خونِ دل مدام
یاں گھر فقیر کا ہے کبھو ہے ، کبھو نہیں
ہے بوریے کے نقش سے عریاں تنی کی زیب
کیا لطف اس لباس میں جس پر اتو نہیں
آخر نہ سی سکا نہ مرا زخمِ دل کوئی
سچ ہے کہ چاکِ شعلہ حریفِ رفو نہیں
کیا ہو کہ جس کو دیکھ کے خاطر سے ہو وہ محو
ہے گل میں آب و رنگ تو اس کی سی بو نہیں
قائم یہ سب جہاں ہے حقیقت میں عینِ حق
اصلِ حباب و موج بہ جز آبِ جو نہیں[2]

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر انتخاب حسرت میں ہے :
جو ٹوٹ جائے تنک یہ طلسم ہستی کا
ہزار گنج ہوں ظاہر مرے دفینے میں
۲- ایک شعر اسی ردیف و قافیہ میں نسخۂ رام پور و انتخاب حسرت میں
اپنا قصور سعی ہے ملتا جو تو نہیں
کیوں کر ملے وہ جس کی ہمیں جست جو نہیں

۱۸۹

اُس سے لے ہستی تک اپنی تفرقہ یک مو نہیں
نقطہ و خط دو ہیں جوّالہ میں لیکن دو نہیں

حسنِ معنی چاہیے ، تزئینِ ظاہر ہیچ ہے
کیا کرے اُس گل کو لے کوئی کہ جس میں بو نہیں

مدتوں اہلِ حرم پر حکم رانی کی ہے یاں
کیا ہوا گر میکدے میں آج ہم کو رو نہیں

خوبرو دو دن کسی کے ساتھ کر لیں اختلاط
پر جو یہ چاہو کہ یہ ہوویں کسو کے ، سو نہیں

وضعِ دوراں گو خوشامد دوست ہے قائم تو ہو
ہر کس و ناکس سے دب چلنا یہ اپنی خو نہیں

۱۹۰

کوئی مختار کہو یا کوئی مجبور ہمیں
ہم تو واقف ہیں کہ اصلا نہیں مقدور ہمیں

پاؤں یاں اپنے ٹھہرتے نہیں مانندِ سرشک
دیکھیں لے جائے کدھر یہ سرِ پر شور ہمیں

راستی سے کوئی ہم چوکیں ہیں مانندِ خدنگ
کان کے لگتے ہی گو پھینک دے تیں دور ہمیں

اپنی ہمت کو تو ہے لاکھ سلیمان[۴] سے بخت
گو فلک ، تو نے نہ دی قوتِ یک مور ہمیں

وہ بھی ہے آنکھ جو بہتی ہی رہے آٹھ پہر
کاش دیتے عوض اس چشم کے ناسور ہمیں

بختِ شہرت دیے بلبل کو فلک نے ورنہ
خوب معلوم ہیں نالے کے تو دستور ہمیں

تجھ میں ہیں[1] اپنے ارادے کی دو عالم کے خلل
کاش یا رب وہ نہ ہووے، ہے جو منظور ہمیں
مژدہ اے عشق کہ مہماں ہیں کوئی روز کے ہم
گر رکھے گا تو اسی طور سے رنجور ہمیں
داغِ فرہاد تو اتنا نہیں قائم لیکن
غم نے مجنوں کے کیا مار کے بس چور ہمیں[2]

۱۹۱

ربط کیا عشق سے تھا اس دلِ بےتاب کے تئیں
آگ میں جھونک دیا آپ میں سیماب کے تئیں
فکرِ تعمیر میں ہوں پھیر میں گھر کی اے چرخ
اب تلک تو نے خبر دی نہیں سیلاب کے تئیں
آ پھنسا گردشِ دوراں میں جو کوئی سو رہا
کیوں کہ ہو روئے رہائی خسِ گرداب کے تئیں
تا مرے گریۂ مستانہ پہ کی آن نے نگاہ
چشم گریاں ہیں ہر اک عضو سے دولاب کے تئیں

۱- قائم کے تمام نسخوں میں 'ہے' ہے، تصحیح قیاسی کی گئی -
۲- اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر نسخۂ رام پور میں، اور تیسرا شعر انتخاب حسرت میں:

کس طرح ہم سے مساعد ہو زمانہ کہ بہ رغم
اس کے اوضاع کی ہر بات ہے منظور ہمیں
دل سے ہوتے ہیں کوئی مشفقِ اشفق قائم
کچھ عجب ڈول سے چاہے تھا وہ مغفور ہمیں
اکثر اک جی پہ خلش رہتی ہے میرے قائم
نہیں معلوم کہ کیا بات ہے مخطور ہمیں

لالہ ساں ہجر نے اس گل کے دکھائے ہیں یہ دن
ورنہ کیا کام تھا اس چشم سے خونناب کے تئیں[1]

قطعہ

آہ وہ یار کہاں ہیں جو ہمیشہ قائم
تازہ رکھتے تھے مرے عیش کے اسباب کے تئیں
گو فلک اب بھی مجھے دست دے دنیا پہ ولیک
جمع پھر کیجیے کس طرح آن احباب کے تئیں

۱۹۲

قتل کرتا ہے ہمیں وہ بتِ طنّاز کہاں
یاوری کرتے ہیں یہ طالعِ ناساز کہاں
غنچہ ساں گو کہ شگفتن ہے گرہ دل میں ولیک
اپنے طالع سے ہوائے فلکی ساز کہاں
ہم سری اس قدِ رعنا سے ہے اے سرو غلط
تو بھی ہر چند ہے موزوں پہ یہ انداز کہاں
دل سے رخصت ہو بس اے خواہشِ گلگشت کہ اب
تابِ رفتار کدھر ، طاقتِ پرواز کہاں
ہمّتِ عشق نہ ہو حسنِ خط و خال میں بند
صید ہر مور و مگس ہوتے ہیں شہباز کہاں

۱- اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر نسخۂ رام پور میں :

اے لب ہرزہ درا تو بھی سمجھ قدر سکوت
سیپ کرتا ہے خموشی سے گہر آب کے تئیں
شمع ساں رات میں جاگا تو ولےدل کے حضور
ایسی بیداری پر البتہ شرف خواب کے تئیں

گو خموشی میں کیا پیشہ، پہ مجلس میں تری
بند رکھتے ہیں زباں اپنی درانداز کہاں
قائم اس باغ میں بلبل تو بہت ہیں لیکن
دل کھلے نالے سے جس کے وہ ہم آواز کہاں[1]

۱۹۳

شب کس سے یہ ہم جدا رہے ہیں
تا صبح نپٹ خفا رہے ہیں
آتا[2] ہے تو آ وگرنہ پیارے
ہم آپ سے آج جا رہے ہیں
بیٹھیں پسِ کارِ خویش کیوں کر
جو ناز ترے اٹھا رہے ہیں
ویرانے سے میرے ڈر نہ اے چغد
اک وقت تو یاں ہما رہے ہیں
اے ہستی تو کھینچ نقش باطل
ہم ہیں تو اسے مٹا رہے ہیں
پھر عازم گریہ ہوں کہ طوفاں
جوں ابر نظر میں چھا رہے ہیں
رونا ہے اگر یہی تو قائم
اک خلق کو ہم ڈُبا رہے ہیں

۱- اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر انتخاب حسرت میں :
جور سے غیر کے تو تجھ سے میں کرتا ہوں گلہ
کروں شکوہ تری بے داد کا آغاز کہاں
غمزۂ چشم نے مارا ہے مجھے اب تیرا
اے مسیحِ لبِ جاں بخش ہے اعجاز کہاں
۲- آنا ؟

۱۹۴

کون چاہے ہے بتاں تم سے مدارا کے تئیں
پر تنک نرم کرو اس دلِ خارا کے تئیں
اس میں تیرے لبِ میگوں کی کہاں کیفیت
ہم نے دیکھا ہے مئے لعلِ دوبارا کے تئیں
دیکھ بے وجہ نہ کہو دل کو ہمارے کہ ضرور
آئنہ چاہیے خوبانِ خود آرا کے تئیں
دین داری کا ہوں میں شیخ کی بندہ جن نے
دی جلا کفرِ یہودی و نصارا کے تئیں
بو سے اس زلف کی مانوس ہے اپنا تو دماغ
لے کے ہم آگ دیں کیا عنبرِ سارا کے تئیں

قطعہ

قائم اس بزم میں تھا کون کہ جن نے نہ پیا
شربتِ مرگ کے اس جامِ گوارا کے تئیں
پس بہ ایں زیست جو کی روم کی تسخیر تو کیا
'ور لیا زور سے سو بلخ و بخارا کے تئیں
ہے جو کچھ ہوش تو کر دیدۂ عبرت سے نگاہ
سن کے تو قصۂ اسکندر و دارا کے تئیں

۱۹۵

کل ، اے آشوب نالہ آج نہیں
آج ہنگامے پر مزاج نہیں
غیر اس کے کہ خوب روئیے اور
غمِ دل کا کوئی علاج نہیں

اب بھی قیمت ہے دل کی گوشۂ چشم
اتنی یہ جنس بے رواج نہیں
دل سے بس ہاتھ اٹھا تو اب اے عشق
دہِ ویران پر خراج نہیں
دوجہاں بھی ملیں تو بس ہے ہمیں
یاں کچھ اتنی تو احتیاج[1] نہیں
کر نہ جرأت تو اے طبیب کہ یہ
دل کا دھڑکا ہے اِختِلاج نہیں
میں تو قائم کہے تھا تجھ سے کہ آہ
دلِ نازک ہے یہ زجاج نہیں

۱۹۶

لے چکو دل جو نگہ کو تو یہ دشوار نہیں
لیک تم دیکھتے پھرتے ہو خریدار نہیں
گو کہ مشرف بہ ہلاکت ہوں میں اس بار پہ شوخ
تو عیادت کو گر آوے تو کچھ آزار نہیں
تنگ تُو ہم کو تو اے جیب کرے ہے لیکن
اٹھ گیا ہاتھ گر اپنا تو پھر اک تار نہیں
گو سبک مجھ کو زمانے نے کیا ہے لیکن
یہ بھی ہے شکر کسی دل کا تو میں بار نہیں

۱۔ ایک شعر :

مر کے بھی چاہیے ہے گور و کفن
کون ہے جس کو احتیاج نہیں

نسخۂ انڈیا آفس میں یہ شعر حاشیے پر بعد میں بڑھایا گیا ہے جو دیوان کی کتابت کے وقت غالباً قافیے کی تکرار سے بچنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہوگا ، یا پھر بعد کی تصنیف ہے ۔ نسخۂ انجمن و ایشیاٹک سوسائٹی اور انتخاب بلگرامی میں بھی یہ شعر موجود ہے ۔

مجلسِ مے سے مشابہ ہے خراباتِ جہاں
جان کر یاں جو نہ ہو مست تو ھشیار نہیں
ھر بد و نیکِ جہاں اپنی جگہ ہے مطلوب
کون سا عضو بدن میں ہے کہ درکار نہیں
مے کی توبہ کو تو مدت ہوئی قائمؔ لیکن
بے طلب اب بھی جو مل جائے تو انکار نہیں

۱۹۷

شب ہو چکی تمام ، سحر پھیر ڈھب نہیں
تس پر غضب تو یہ کہ تُو کہتا ہے 'اب نہیں'
نسبت ہے شرط واسطے صحبت کے یاں کہ جفت
حمّالۃ الحطب کا بہ جز بُولہب نہیں
کہتا نہ تھا میں دے نہ مجھے دردِ سر طبیب
زائل ہو جو علاج سے ایسی یہ تب نہیں
اس خشمِ دم بدم کو بھلا کیا کہے گی خلق
معشوق تُو ہوا تو میاں کچھ غضب نہیں
دیکھا کسی سمے میں مگر آپ کو تو شوخ
یہ عشق آئنے سے ترا بے سبب نہیں
توڑیں[1] فلک کو بازوے ہمت تو عشق کے
فرہاد نے جو کوہ کو چیرا عجب نہیں
قائمؔ خطا کی آس سے جو تو لگ چلا کہ یار
مقبولیِ جنابِ بتاں جز ادب نہیں

۱۹۸

تا کجا مستی میں ناخوش دلِ احباب کریں
یک دو جام اور بھی ساقی کہ بس اب خواب کریں

۱- قائم کے تمام نسخوں میں ' توڑے' ہے ، تصحیحِ قیاسی کی گئی -

هر طرف ظرف وضو بھرتے ھیں زاھد، ھوئی صبح
ساقی آٹھ ھم بھی صراحی میں مئے ناب کریں

ابرِ رحمت سے ھو تا مزرعِ آمید دوچار
آ دل اس کشت کو ھم اشک سے سیراب کریں

لے چکے دل تو بتاں، ان سے پر اتنا تو کہو
مل کے ھاتھوں میں نہ اس جنس کو بےآب کریں

دل جو تجھ چاہِ ذقن میں ھے، نکلنا معلوم
تاکہ مژگاں سے تری چشم نہ قلّاب کریں

بلبلا لہروں میں پانی کی یہ کہتا ھے کہ یاں
سر وھی ھے کہ جسے عاشقِ محراب کریں

آہ یک دم بھی نہیں تاب تجھے تو قائم
ھم ترا کیوں کہ علاجِ دلِ بے تاب کریں[1]

۱۹۹

وہ ھے کون دن کہ ترے لیے مجھے تجھ گلی میں گزر نہیں
ھے یہ کیا ستم کہ تجھے سجن مری اب تئیں بھی خبر نہیں

۱- تین شعر نسخۂ رام پور میں :

کارِ دل ھاتھ سے ھے پارۂ خواھش کے تباہ
کیمیا ھوئے جو ھم کشتہ یہ سیماب کریں

کسی ابرو کے اشارات سےواقف ھیں جو شخص
کیوں کہ ھو یہ کہ وہ سجدہ سوئے محراب کریں

جتنے اسباب تھے دنیا کے سو دیکھے قائم
اب وہ اسباب ھو، ھم ترک یہ اسباب کریں

کرے کس طرح سے وہ سنگ‌دل مرے حالِ خستہ پہ مرحمت
ہے مری طرف سے جو حرف زن سو وہ آہ جس میں اثر نہیں[1]

۲۰۰

جو خزائن ہیں چھپے آج مرے سینے میں
چشم بد دور ہیں کس شاہ کے گنجینے میں
فارقِ نیک و بدِ دہر ہے تیرا پندار
ورنہ کچھ فرق نہیں شنبہ و آدینے میں
آخر اک روز تہِ خاک ہے منعم جاگہ
دب کے سو لے کوئی دن اور بھی پشمینے میں
مہرِ اُستاد ہے اطفال کے حق میں سیلی
ورنہ کیا چرخ کو لینا ہے ترے کینے میں
اس کفِ پائے نگاریں کے میں صدقے، جس کی
لاتیں اب تک بھی سہلتی ہیں پڑی سینے میں
عشق کی بات نہ کہہ زاہدِ نافہم کے ساتھ
گاؤ کیا جانے کہ کیا لطف ہے لوزینے میں
صورتِ غیر کو قائم نہ جگہ دے دل میں
عکس جاتا ہی نہیں آ کے اس آئینے میں

۱- تین شعر انتخاب حسرت میں ہیں:

ترے ناز و غمزہ کا اے میاں، نہ ہو یاں کسی سے مقابلہ
جو کرے تھا سینہ سپر سدا سو اب اس جگر کو جگر نہیں
نہیں ایک دن ہی مرا وہ دن کہ جو شام سے نہیں آشنا
ہے ہر ایک شب بھی تو یاں وہ شب کہ جسے جو چاہوں سحر نہیں
ترے شعر شستہ کو قائم اب نہیں یاں کسی سے مشابہت
جو اسے کہوں کہ ہے یہ گہر سو بایں صفا تو گہر نہیں

۲۰۱

جو کوئی در پہ تیرے بیٹھے ہیں
دونوں عالم سے پھرے بیٹھے ہیں
جوں نمِ اشک تو کس سے ہے خفا
یاں کوئی پل میں گرے بیٹھے ہیں
دردِ دل کیوں کہ کہوں میں اُس سے
ہر طرف لوگ گھرے بیٹھے ہیں
کوئی آیا ہی نہ بھولا ، ہم تو
کب سے رستے کے سرے بیٹھے ہیں
گرم کر دے تو ٹک آغوش میں آ
مارے جاڑے کے ٹھرے بیٹھے ہیں
قلزمِ عشق کا اُلٹا ہے طریق
یاں جو ڈوبے سو ترے بیٹھے ہیں
کس کو دوں دوس تری مجلس میں
اپنے مشفق ہی نرے بیٹھے ہیں
ہم تو قائم نہ ٹھہرتے یک دم
لیک یاں دل کے گھرے بیٹھے ہیں

۲۰۲

نہ بیمِ غم ہے ، نے شادی کی ہم اُمید کرتے ہیں
قلندر ہیں جو پیش آ جائے سب کچھ دید کرتے ہیں
کہاں کا غرّۂ شوّال ، کیسا عشرہ ذی حج کا
ہمیں ہاتھ آئے مے جس دن ہم اُس دن عید کرتے ہیں
مزاجِ خس ہے اہلِ عشق کا جلنے کے عالم میں
جلاتا ہے جو ان کو اُس کی یہ تائید کرتے ہیں

ارادہ تو نہ تھا اپنا بھی جانے کا ترے گھر سے
پہ کیا کیجے کہ بختِ واژگوں تاکید کرتے ہیں
یہ کاسہ سر تلے رکھے جو مے خانوں میں سوتے ہیں
جسے چاہیں اُسے اک جام میں جمشید کرتے ہیں
جنھیں کچھ سلسلے میں عشق کے تحقیق حاصل ہے
وہ کب مجنوں سے ہر گُم راہ کی تقلید کرتے ہیں
نہ جانے کہیے کس قالب میں قائم دردِ دل اُس سے
نہیں بنتی زباں سے دل میں جو تمہید کرتے ہیں

۲۰۳

یاں سے اُٹھ غیر کے گھر شب تُو گیا ، کہتے ہیں
بارے اے ننگِ مروت اسے کیا کہتے ہیں؟
دعویٔ مرگ سوا سوچیے دل اور کچھ آج
یہ تو وہی بات ہے جو اُس سے سدا کہتے ہیں
کی نہ مجھ ناخنِ مژگاں نے گرہ اشک کی وا
نہ کو ہر چند کہ سب عقدہ کشا کہتے ہیں
جلوۂ آتش و خورشید نہیں بابِ سجود
اور ہی جھمکے ہیں وہ جس کو خدا کہتے ہیں
بڑ نہ کہہ بات کو تیں حضرتِ قائم کی کہ وہ
مست اللہ ہیں کیا جانیے کیا کہتے ہیں

۲۰۴

نہ دل بھرا ہے ، نہ اب نم رہا ہے آنکھوں میں
کبھو جو روئے تھے خوں جم رہا ہے آنکھوں میں
میں مر چکا ہوں پہ تیرے ہی دیکھنے کے لیے
حباب وار تنک دم رہا ہے آنکھوں میں

موافقت کی بہت شہریوں سے میں لیکن
وهی غزال ابھی رم رها هے آنکھوں میں

وه محو هوں که مثالِ حبابِ آئینه
جگر سے اشک نکل، تھم رہا ہے آنکھوں میں

بسانِ اشک ہے قائم تو جب سے آواره
وقار تب سے ترا کم رہا ہے آنکھوں میں

۲۰۵

کیا ہو گیا که ناله اثر سے قریں نہیں
کیا آفت آئی آج که آه آتشیں نہیں

جانو تو مان جاؤ مری بات اب که آه
"ها ها" یه کب تلک میں کروں تم "نہیں نہیں"

کیوں هم کو جرمِ نیم نگه سے کرو هو قتل
اک خلق دیکھتی ہے تمھیں کچھ همیں نہیں

کر زیست اس طرح سے جہاں میں که بعدِ مرگ
نفریں کوئی کہے نه، اگر آفریں نہیں

نرگس کی طرح هجر میں اس گل کے کیا کہوں
چھٹتی کبھو هی آنکھ سے یاں آستیں نہیں

کہتا ہے اس چمن میں لبِ جو په یوں حباب
کچھ یاں کی سیر اپنے تو خاطر نشیں نہیں

گر چاهیے هزار نه واشد هو دل کو یاں
اور هووے بھی تو غیرِ دمِ واپسیں نہیں

قائم جو اعتبار سے رتبے کے دیکھیے
کم آسماں سے شعر کی تیرے زمیں نہیں

٢٠٦

وائے اُس دل پہ جو بے چین شب و روز نہیں
آہ اُس سینے سے جس میں کہ ترا سوز نہیں

اے طرب پیشہ توکیا داب سے یاں کے ہے خبر
مجلس آرائیِ غم صحبتِ نوروز نہیں

نالۂ دل نے کیا سینہ ہمارا غربال
کون کہتا ہے کہ یہ تیر جگر دوز نہیں

ہم فقیروں سے سدا خونِ دل اے عشق نہ چاہ
یاں جو یک روز میسر ہے تو یک روز نہیں

خدمتِ دیر و حرم کی میں جو یک عمر تو کیا
در گہہِ دل میں تو اب تک شرف اندوز نہیں

ہر در و بام سے پلچوں ہوں میں مہتاب کی طرح
بزم میں اپنی وہ تا شمعِ شب افروز نہیں

اپنی وحشت سے تو یاں تنگ ہے اے دل ورنہ
خیمۂ چرخ کچھ اتنا تو زمیں دوز نہیں

قائم ، اور تجھ سے طلب بوسے کی ؟ کیوں کر کہیے
یوں وہ ناداں ہے پر اتنا تو بد آموز نہیں

٢٠٧

جوں شمع دمِ صبح میں یاں سے سفری ہوں
ٹک منتظرِ جنبشِ بادِ سحری ہوں

دیکھا نہ میں جز سایۂ بازوے شکستہ
حرماں زدہ جوں حسرتِ بے بال و پری ہوں

میں پیرہن اپنے میں سماتا نہیں جوں گل
جس وقت سے آمادہ پئے جامہ دری ہوں
سو خضر[۴] سے کم حوصلہ واں جی سے گئے ہیں
جس دشتِ خطرناک کا میں رہ گزری ہوں
جوں سرو رکھا سنگِ جفا سے مجھے آزاد
مرہون ترا جی سے میں اے بے ثمری ہوں
کیا کم ہوں سکندر سے اگر دیکھیے مجھ کو
آئینہ صفت مالکِ خشکی و تری ہوں
کس بزم میں دیکھی وہ جھمکی کہ میں قائم
جوں شمع سدا محوِ پریشاں نظری ہوں[۱]

قطعہ

نے گریۂ شب ہوں میں نہ آہِ سحری ہوں
جوں بانگِ جرس ہم نفسِ بے اثری ہوں
جاتا ہوں میں جیدھر کو وہ منہ پھیرے ہے مجھ سے
گویا کہ میں گردِ قدمِ رہ گزری ہوں

۲۰۸

کب آن آنکھوں کی ہم چشمی کریں تصویر کی آنکھیں
وہ مانی نے لکھیں اور حق نے یہ تحریر کی آنکھیں
وہی عاشق کی تیرے حسرتِ دیدار سمجھے گا
کھلی رہ گئی ہوں بعد از ذبح جس نخچیر کی آنکھیں
اگر عضوِ نزار اپنے نہ کرتے کام مژگاں کا
تو کتنی بدنما تھیں حلقۂ زنجیر کی آنکھیں

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر انتخاب حسرت میں ہے:
جوں نقش قدم ہوں وطن گام نخستیں
بالفرض ترے کُو سے اگر میں سفری ہوں

تری آنکھوں کو کوئی نرگسِ خم گشتہ پہنچے ہے
ہوں خوبی میں برابر کب جوان و پیر کی آنکھیں
مری مژگاں جو تجھ بن آولتی کی طرح جاری ہیں
پڑی ٹپکے ہیں اس شدت سے کس دل گیر کی آنکھیں
بنائی زاہدِ خر کی شباہت دستِ صانع نے
لیا منہ خِرس سے اور وام کی[1] خنزیر کی آنکھیں
ہے قائم رات دن اتنا جو تو مصروفِ مے نوشی
مگر دیکھیں[2] ہیں تیں اس کافرِ بے پیر کی آنکھیں

۲۰۹

بس اے طپیدنِ دل بس کہ یاں تواں نہیں
جو اب کے سانس لی تو نے کسو کی جان نہیں
بھڑاس دل کی نکالوں کہاں تجھے لے کر
جلے ہے گھر تو بہت سا پہ وہ مکان نہیں
جو چاہے روشنی دل تو داغِ عشق اٹھا
کہ گھر وہ تیرہ ہے جس میں کہ تابدان نہیں
کہیں ہیں اس سے کچھ آگے تھے آدمی موجود
اک اب ہے وقت کہ اس نام کا نشان نہیں
ہزار بات بناتا ہے گھر میں یوں قائم
پہ جب ہو سامنے اس کے گویا زبان نہیں

۲۱۰

جیا بکام کب اس بختِ ارجمند سے میں
پھنسا قفس میں جو چھوٹا چمن کے بند سے میں

۱- کی : کیں -
۲- دیکھیں : دیکھی -

ہے گو کہ جذب مرا تارِ عنکبوت سے سُست
پہ شیر پھانسے ہیں اکثر اسی کمند سے میں
جو تلخییں کہ ذخیرہ "میں کی ہیں غم میں ترے
نہ اُن سے ایک کو بدلوں ہزار قند سے میں
کبھو دے بزم میں اپنی مجھے بھی رخصتِ سوز
گیا اثر میں مری جان کیا سپند سے میں
بتانِ دہر سے قائم کیا میں کس کو پسند
ہوں اب ہمیشہ ندامت میں جس پسند سے میں

۲۱۱

خوش رہ اے دل اگر تو شاد نہیں
یاں کی شادی پہ اعتماد نہیں
تا کجا امتحانِ صبر، کہ شوخ
آخرش دل ہے کچھ جہاد نہیں
ہیں فتادوں کی یاوری میں عروج
خاک بِن شانِ گردباد نہیں
سچ ہیں سارے کمال حضرتِ شیخ
لیک دل کو کچھ اعتقاد نہیں
میں کہا "عہد کیا کیا تھا رات؟"
ہنس کے کہنے لگا کہ یاد نہیں
ایسے مصراعِ قد سے صد افسوس
معنیٔ مہر مستفاد نہیں
ہو جیے کس سے داد خواہِ بتاں
اس ستم کی جہاں میں داد نہیں

یار اگر چاہتا ہے دے قائم
جان کچھ دل سے تو زیاد نہیں[1]

۲۱۲

جوں عبرتِ کور جلوہ گر ہوں
البتہ کچھ ہوں مین پر کدھر ہوں
جوں شیشہ بھرا ہوں مے سے لیکن
مستی سے میں اپنی بے خبر ہوں
جو کہیے سو یاں سے ہے فروتر
کیا جانے میں کس مقام پر ہوں
اے صبر تنک تو رہ کہ تجھ سے
دو چار قدم میں پیش تر ہوں
چل دامن و آستیں تجھے کیا
لب خشک ہوں یا میں چشمِ ترہوں
اے بختِ سعید تیری دولت
اک یُمنِ قدم سے ہوں جدھر ہوں
پروانے کی شب کی شام ہوں میں
یا روز کی شمع کی سحر ہوں
جی مانگے ہے خوش دلی کو قائم
تو بیٹھ کے رو میں نوحہ گر ہوں

۱۔ دو شعر انتخاب حسرت میں ہیں :

تیرے دامن تلک ہی پہنچوں ، اور
خاک ہونے سے کچھ مراد نہیں
اے صبا دشت میں یہ سرگرداں
خاکِ مجنوں ہے گردِ باد نہیں

پہلا شعر تذکرۂ میر حسن میں بھی ہے ۔

۲۱۳

کون سا دن کہ مجھے اُس سے ملاقات نہیں
لیک جی چاہے ہے جوں ملنے کو وہ بات نہیں

جس جھمکڑے سے کہ نت چشم مری ٹپکے ہے
ایسی جھڑیوں سے تو برسی کبھی برسات نہیں

رونقِ بادہ پرستی تھی ہمیں تک ، جب سے
ہم نے کی توبہ کہیں نامِ خرابات نہیں

آنکھ لڑ جائے ہے یوں اب بھی تو اُس کی محرم
لیک نظروں میں وہ آگے کی سی سمکھات نہیں

شیخ کی ڈاڑھی کی جو کہیے بڑائی سچ ہے
اس سوا اور پر اک پشم کرامات نہیں

آ جو ملتا ہے تو مل لے تُو کہ فرصت ہے مفت
ایک چشمک میں مری جان یہ پھر رات نہیں

رکھ تو سرگوشی کے حیلے کو تو منہ پر قائم
بوسہ لینے کی اس انبوہ میں گو گھات نہیں

۲۱۴

نہ کہہ کہ بے اثر انفاسِ سرد ہوتے ہیں
مجھی سے کیا کوئی سب اہلِ درد ہوتے ہیں

ہوس ہے عشق کی اہلِ ہوا کو، ہم تو میاں
سنے سے نامِ محبت کا ، زرد ہوتے ہیں

متاعِ قحبۂ دنیا پہ کر نہ چشم سیاہ
کہ مالِ زن نہیں کھاتے جو مرد ہوتے ہیں

یہ لت تجھی کو ہے پیارے وگرنہ کیا کوئی
جو خوب رو ہیں وہ سب کوچہ گرد ہوتے ہیں
محیطِ وصل کو پہنچے ہیں وہ کوئی قائم
جو طرح سیل کی صحرا نورد ہوتے ہیں

۲۱۵

عبث ہیں ناصحا ہم سے زخود رفتوں کی تدبیریں
رکے ہے بحر کب گو موج سی ہوں لاکھ زنجیریں
ہماری آہ سے آگے تو پتھر آب ہوتے تھے
یہ کیا جانے وہ اب کیدھر گئیں نالے کی تاثیریں
یہ اک صورت ہے گر کھینچے وہ میرے یار کا نقشہ
میں کب مانوں ہوں یوں مانی لکھے گر لاکھ تصویریں
لگائی آگ پانی میں یہ کس کے عکس نے پیارے
کہ ہمدیگر چلے ہیں موج سے دریا میں شمشیریں
سنا ہی تیں نہ گوشِ لطف سے احوال کو میرے
چھپی تھیں ورنہ خاموشی میں اپنی لاکھ تقریریں
رکھے ہے ہوش اگر تو قصر کر طولِ عمارت کا
کہ اس بنیاد پر کب تک کرے گا تو یہ تعمیریں
گریباں کی تو قائم مدتوں دھجیں آڑائی ہیں
پہ خاطر جمع اُس دن ہووے جب سینے کو ہم چیریں

۲۱۶

آپ جو کچھ قرار کرتے ہیں
کب ہے ہم اعتبار کرتے ہیں
یہ کہ یاں میں ہوں وائے اُن کا حال
مجھ پہ جو افتخار کرتے ہیں

پر فرشتے کے اس جگہ جل جائیں
جس طرف ہم گزار کرتے ہیں
گو کہن دام ہیں ہم اے صیاد
لیک عنقا شکار کرتے ہیں
سی تو لینے دو جیب ناصح کو
اب کے ہم تار تار کرتے ہیں
دل کی دل جانے ، ہم تو اپنا کام
اب کے کھیوے میں پارکرتے ہیں
گر رہا ہے رواق و ہم غافل
فکرِ نقش و نگار کرتے ہیں
سر گیا نامہ بر کا واں اے وائے
یاں قدم ہم شمار کرتے ہیں
دل تہی کیا کرے ہے تیں پہلو
ہم تو آپ ہی کنار کرتے ہیں
چلیے قائم کہ رفتگاں اپنا
دیر سے انتظار کرتے ہیں

۲۱۷

آوے خزاں چمن کی طرف گر میں رُو کروں
غنچہ کرے گلوں کو صبا گر میں بو کروں
آزردہ اس چمن میں ہوں مانندِ برگِ خشک
چھیڑے جو ٹک نسیم مجھے سو غُلو کروں
آنکھوں سے جائے اشک گریں گل چمن چمن
منظور گریہ گر میں ترا رنگ و بُو کریں

آیا ہوں پارہ دوزیٔ دل سے نپٹ بتنگ
ایسے پھٹے ہوئے کو میں کب تک رفو کروں
کیا آرزو کہ خاک میں اپنی ملیں نہ یاں
کس رو سے اب فلک سے میں کچھ آرزو کروں
کہتا ہے آئینہ کہ ہے تجھ سا ہی ایک اور
باور نہیں تو لا میں ترے روبرو کروں
سارے ہی اس چمن سے ہوا خواہ اٹھ گئے
روؤں گلوں کو یا میں غمِ رنگ و بو کروں
قائم یہ جی میں ہے کہ تقید سے شیخ کی
اب کے جو میں نماز کروں بے وضو کروں[۱]

۲۱۸

لائق وفا کے خلق و سزائے جفا ہوں میں
جتنے ہیں یاں سو نیک ہیں جو کچھ برا ہوں میں
جا ہے کہ ہوں یہ لوگ ترے پاس آس جگہ
کب قابلِ عنایت و مہر و وفا ہوں میں
مجھ کو بتاں کے دید سے مت منع کر کہ شیخ
کیا جانے اس لباس میں کیا دیکھتا ہوں میں
آگے مرے نہ غیر سے گو تم نے بات کی
سرکار کی تو نظروں کو پہچانتا ہوں میں
بے گانہ جن سے مل کے تو پیارے ہوا ہے یاں
ان سب میں اک بڑا تو ترا آشنا ہوں میں
پوچھو ہو مجھ سے تم کہ پیے گا بھی تو شراب
ایسا کہاں کا شیخ ہوں یا پارسا ہوں میں

۱- ایک شعر انتخاب حسرت میں:
اب کے مرا گناہ بھلا بخش دو میاں
جو چاہو گے سو کیجیو گر پھر کبھو کروں

جورِ سپہر و دوریٔ یاران و روے غیر
جو کچھ نہ دیکھنا تھا سو اب دیکھتا ہوں میں
آئینہ و غبار سں جوں یک دگر ہے ربط
جو[1] پُر کدر ہیں آن سے زیادہ صفا ہوں میں
قائم حیات و مرگِ بز و گاؤ میں ہیں نفع
اس مردمی کے شور پہ کس کام کا ہوں میں[2]

۲۱۹

معلوم کچھ ہوا ہی نہ دل کا اثر کہیں
ایسا گیا کہ پھیر نہ پائی خبر کہیں
عالم میں ہیں اسیر محبت کے ہر کہیں
لیکن ستم کسو پہ نہیں اس قدر کہیں
کھولی تھی چشم دید کو تیرے، پہ جوں حباب
اپنے تئیں میں آپ نہ آیا نظر کہیں
جوں غنچہ فکرِ جمع نہ کر ٹک تو گل کو دیکھ
قسمت کی کھو سکے ہے پریشانی زر کہیں
رہنے دو میری نعش کو ہو جائے تا غبار
لے جائے گی اڑا کے نسیمِ سحر کہیں

۱- نسخۂ انجمن میں 'جو' ہے اور نسخۂ انڈیا آفس و ایشیاٹک سوسائٹی میں 'جوں' ہے -

۲- تین شعر انتخاب حسرت میں ہیں :

ظالم تو یہ نہ جان کہ تجھ سے خفا ہوں میں
ویسا ہی جاں نثار، وہی آشنا ہوں میں
اپنا مزاج تجھ سے بھی بڑھ کر ہے بے خبر
ایسا نہ کیجیو کہ کہیں بے مزا ہوں میں
ہووے سو کیوں کہ غیر جگہ مجھ کو اعتبار
قائم بقولِ شیخ زرِ شہرِ وا ہوں میں

مصرف ہے سب یہ بالشِ صیاد کا ترے
بسمل نہ بھریو خون سے تو بال و پر کہیں
روتی ہے کیا گلوں کو تو شبنم ادھر تو دیکھ
ٹکڑے ہے اس طرح سے کسی کا جگر کہیں

قطعه

کرتا تھا کل گلی میں وہ اپنی خرامِ ناز
اس میں جو آ کے پڑتی ہے مجھ پر نظر کہیں
کہنے لگا یہ دیکھ کے احوال کو مرے
بدنام تو کسی کے تئیں یاں نہ کر کہیں
کیا ہتّیا تجھے یہیں دینی ہے اے عزیز
اتنا پڑا ہے ملکِ خدا جا کے مر کہیں
قائم یہ فیضِ صحبتِ سودا ہے ورنہ میں
طرحی غزل سے میر کی آتا تھا بر کہیں؟

۲۲۰

کیدھر ابرو کی اس کے دھاک نہیں
کون اس تیغ کا ہلاک نہیں
مثلِ آئینہ آبرو ہے تو دیکھ
ورنہ گھر میں تو اپنے خاک نہیں
دے ہے ہم چشمی اس سے پھر خورشید
کیا بھلا[1] اس کے منہ پہ ناک نہیں
چاہیں طوبیٰ کی چھاؤں ہم زاہد؟
کیا کہیں دار بستِ تاک نہیں
خبرِ غیب خطرۂ دل ہے
ورنہ تا عرش اپنی ڈاک نہیں

۱- قائم کے نسخوں میں 'بلا' ہے۔

یوں تو تائب ہیں مئے سے ہم بھی پہ شیخ
گر پلا دے کوئی تو باک نہیں

یاں وہ ملبوسِ خاص نہیں ، جوں گل
جو قبا دس جگہ سے چاک نہیں

جس مصلّے پہ چھڑکیے نہ شراب
اپنے آئین میں وہ پاک نہیں

قائم اس کوچے میں پھرے ہے مگر
ابھی کچھ بات ٹھیک ٹھاک نہیں

۲۲۱

صحرا پہ گر جنوں مجھے لاوے عتاب میں
کھینچوں ہر ایک خار کو پائے حساب میں

اس برق کی طرح سے کہ ہو وہ سحاب میں
آتش دی بختِ بد نے مجھے عین آب میں

دیکھی تھی زلف رات[۱] کسی کی میں خواب میں
اب تک ہے بال بال مرا پیچ و تاب میں

ٹک غور کر تو بوقلموں کا فلک کے ڈول
اک رنگ ہی نیا ہے ہر اک انقلاب میں

اس شعلہ خو سے کسبِ حرارت کرے ہے داغ
ذرّہ ہے جس کا سوز دلِ آفتاب میں

مئے پی جو چاہے آتشِ دوزخ سے تو نجات
جلتا نہیں وہ عضو جو تر ہو شراب میں

جوں موج مجھ سے موجبِ بے طاقتی نہ پوچھ
اک عمر ہے کہ ہوں میں اسی اضطراب میں

۱- دیوان قائم کے تمام نسخوں میں 'رات زلف' ہے۔

قاضی خبر لے مے کو بھی لکھا ہے واں مباح
رشوت کا ہے جواز تری جس کتاب میں

قائم ہو کس طرح سے بہم شکلِ اختلاط
وہ اس غرورِ ناز میں ، ہم اس حجاب میں[1]

۱- نسخۂ انڈیا آفس میں اس غزل کے حاشیے پر کاتب کے مختلف خط میں اسی ردیف اور قافیے میں پانچ اور شعر درج ہیں جو بعد میں لکھے گئے :

روزِ شمار کیا ہو مرے ساتھ باز پرس
میں کیا ہوں اور میرے گنہ کس حساب میں

یہ سرکشی ہے اتنی تنک مائگی پہ کیا
جھمکا نہیں ہے بحر اگر اس حباب میں !

کیا کیجے ہووے چشم شناسا تری جو کوز
ظاہر ہے ورنہ حسن وہی ہر نقاب میں

ناصح نہ تازہ عشق کی میں وضع کی ہے راہ
پر کچھ کرے ہے آدمی عہدِ شباب میں

قائم ہے یہ بھی طور کوئی زندگی کا یاں
گزری تمام عمر تری خورد و خواب میں

رام پور اور ایشیاٹک سوسائٹی کے نسخوں میں یہ شعر نہیں ہیں -
نسخۂ انجمن میں یہ پوری غزل پندرہ اشعار پر مشتمل ہے - اس میں متن کے ۹ اشعار اور مندرجہ بالا پانچوں شعروں کے علاوہ یہ شعر بھی ہے :

خوباں سے میں جہاں کے کیا تجھ کو کیا پسند
واقع ہوئی ہے کیا غلطی انتخاب میں

ایک شعر انتخاب حسرت میں ہے :

قاتل ہے تیرے ہاتھ ہمیں زندگی عذاب
اتنی بھی کیا درنگ ہے کار صواب میں

۲۲۲

کچھ وقر تیرے سامنے رکھتا ہوں میں ، نہیں
یا ہر کسی سے عشق جتاتا ہوں میں ، نہیں
اتنا تو ہوں ذلیل جو پوچھے ہے یہ کوئی
''تو چاہتا ہے اُس کو''؟ تو کہتا ہوں میں ''نہیں''[۱]

۲۲۳

یُوہیں[۲] رنجش ہو اور گلا بھی یُوہیں
ہو جے ہر بات پر خفا بھی یُوہیں
کچھ نہ ہم کو ہی بھا گیا ہے یہ طور
واقعی یہ کہ ہے سزا بھی یوہیں
صید کنجشک سے نہ ہاتھ اُٹھا
آ کے پھنس جائے ہے ہما بھی یُوہیں
کیوں نہ روؤں میں دیکھ خندۂ گل
کہ ہنسے تھا وہ بے وفا بھی یُوہیں
جوں اُجاڑا تو گھر مرا اے عشق
خانہ ویران ہو ترا بھی یُوہیں
اب تلک میری زیست نے کی وفا
بس میں دیکھی تری جفا بھی یُوہیں
مس دل کو دیا کر اپنے گداز
ہاتھ چڑھ جا ہے کیمیا بھی یُوہیں
یہ کہاں اور وہ گل کدھر قائمؔ
اک ہوا باندھے ہے صبا بھی یُوہیں

۱- یہ قطعہ ہے -
۲- قائم کے تمام نسخوں میں اس پوری غزل میں ''یوں ہی'' کا یہی املا ہے -

۲۲۴

مژگاں بھری ہیں آج جو ٹیڑھی نگہ نہیں
زلفوں میں پیچ و خم ہے جو بھوں میں گرہ نہیں

یاں تک ترے میں شوق سے لبریز ہوں کہ شوخ
آوے جو اب تُو آپ تو تیری جگہ نہیں

آنسو مرے نہ خشک ہوں کیوں کر ترے حضور
نورِ ستارہ پیشِ مہِ چاردہ نہیں

پیارے کسے کہے ہے کہ چل اٹھ، کہیں کو جا
اس در سوا مجھے تو کہیں رُو و رہ نہیں

یک دم ہوا جو عارض و خط سے ترے دو چار
پھر اس کو کچھ تمیزِ سفید و سیہ نہیں

کیوں گریہ کیا وہ خونِ جگر ہو چکا تمام
کچھ آج اپنے اشک میں سرخی کی تہ نہیں

قائم یہی قضا ہے گر اس دھر کی تو خیر
کھلنے کی ایک دل کے بھی جس میں جگہ نہیں

۲۲۵

نگاہوں سے نگاہیں سامنے ہوتے ہی جب لڑیاں
یکایک کھل گئیں دونوں طرف سے دل کی گل جھڑیاں

یہ اب کی شب برات اے یار تجھ بن ہم پہ یوں گزری
ہوائی تو ہماری آہ تھی اور اشک پُھل جھڑیاں

ہماری آہ جیسے لختِ دل سے گتھ کے نکلے ہے
کہیں دیکھی ہیں تیں اس لطف سے پھولوں کی بھی چھڑیاں

موا مجنوں تو اک مدت ہوئی پر اب تک اس غم میں
کریں ہیں نالہ مل کر ہم دگر زنجیر کی کڑیاں

زمیں سے یہ لگوں ہیں گل بھلا کس طرح نکلے ہیں
جو لاکھوں صورتیں دل کش نہیں اس خاک میں گڑیاں
کبھو ٹوٹا نہ مژگاں سے مری آنسو کا زنجیرا
نہ جانے اشک کے قطرے تھے یا موتی کی یہ لڑیاں
بھرے آتے ہیں قائم پے بہ پے اس طرح آنسو سے
کہے تو چشم کو میری کہ ہیں یہ رہٹ کی گھڑیاں[1]

۲۲۶

پھوٹی بھلی وہ چشم جو آنسو سے تر نہیں
کس کام ہے وہ سیپ کہ جس میں گہر نہیں
منعم ہے کیا کہ جس سے کوئی بہرہ ور نہیں
کس کام کا وہ نخل کہ جس میں ثمر نہیں
بندا ہوں بے خودی کا میں اس مست کی جسے
آشوبِ روزِ حشر سے اصلا خبر نہیں
یا رب خلش سے آہ کی ہو جو نہ بہرہ مند
جس دل کا تکیہ گاہ سرِ نیشتر نہیں
اے دل برنگ غنچہ نہ مل گل رخوں سے تو
اپنی گرہ میں ان کے کھلانے کو زر نہیں
ساقی ہے شب کی دست درازی کا کیا گلا
پیارے جو بے خودی میں ہوا معتبر نہیں
نالاں نہ ہوں گلی میں تری میں تو کیا کروں
مرغِ چمن میں نالہ سوا کچھ ہنر نہیں
جوں اشک ایک لغزش پا میں گئے ہیں پار
ہستی سے تا بہ نیستی چنداں سفر نہیں

۱- ایک شعر نسخۂ رام پور میں ہے :
سحر ہوتی ہی نئیں یہ شب کچھ آج کیا جانے (؟)
کہ گھڑیالی کہیں ڈوبا موا یا کھل گئیں گھڑیاں

قائم تو اس طرح جو پھرے ہے خراب و خوار
اے خانماں خراب! مگر تیرے گھر نہیں[1] ؟

۲۲۷

ترکِ وفا گرچہ صداقت نہیں
پر یہ ستم سہنے کی طاقت نہیں
ترک کر اپنا بھی کہ اس راہ میں
ہر کوئی شایانِ رفاقت نہیں
کوئی دوا مجھ سے کی کرتا ہے لیک
اب کے طبیبوں میں حذاقت نہیں
کسبِ ہنر کر نہ، کہ اس وقت میں
اس سے بڑی اور حماقت نہیں
نام ہی قائم کا گیا ہے نکل
ورنہ کچھ اتنی تو لیاقت نہیں

۲۲۸

ہم تو دم بھی گروِ نالۂ شب گیر کریں
پر کہیں ہو کہ ترے دل میں یہ تاثیر کریں
آہ اک جا سے بھی یہ حبیب نہ ثابت نکلا
تا ہوا خواہ مرے سینے کی تدبیر کریں

۱۔ ایک مطلع اسی ردیف و قافیہ میں نسخۂ رام پور، تذکرۂ میر حسن و انتخاب بلگرامی و حسرت میں اور ایک شعر انتخاب حسرت میں:

مجھ سا کوئی جہاں میں آشفتہ سر نہیں
ہے یوں تو زلفِ یار بھی پر اس قدر نہیں
شامِ شبِ مزار ہوئی صبحِ زندگی
لیکن شبِ فراق کو اب تک سحر نہیں

شارعِ سیلِ بلا ہم کو بتا دے اے چرخ
جی میں ہے ہم بھی کوئی گھر کہیں تعمیر کریں
قید سے زیست کی مر کر بھی نہ چھوٹیں یا رب
بے اجل مرنے میں ہم کچھ بھی جو تاخیر کریں
تا کجا کارِ جہاں دستِ فلک سے ہو تباہ
چاہیے اُس کو اب اس کام سے تغیر کریں
حالِ دل یوں تو کسے کہنے کی جرأت اُس سے
ہاں مگر یار کسی پردے میں تقریر کریں
وہ قوی رشتۂ اُلفت ہی ہے جس سے قائم
بندھ کے چھوٹے نہ اگر شیر کو زنجیر کریں[۱]

۲۲۹

وا شد کی دل کے اور کوئی راہ ہی نہیں
جز یہ کہ آہ کیجیے، سو آہ ہی نہیں
تکلیفِ بزمِ اہلِ جہاں تا کجا کہ دل
مطلق میں واں کے رنگ سے آگاہ ہی نہیں
آ اے اثر ملازمِ سرکارِ گریہ ہو
یاں جز گُہر خزانے میں تنخواہ ہی نہیں

۱۔ تین شعر انتخاب حسرت میں ہیں:
بو کی مانند نزاکت کا میں دیوانہ ہوں
خندۂ گل کی مجھے موج سے زنجیر کریں
محضر دعویٔ خوبی ہے خط اس کا اے کاش
بوسۂ چند کو گرد اُس کے مواہیر کریں
ہائے قائم مجھے خوباں سے توقع یہ نہ تھی
قتل کر نعش کو بھی میری یہ تشہیر کریں

قائم تو اس طرح جو پھرے ہے خراب و خوار
اے خانماں خراب ! مگر تیرے گھر نہیں[1] ؟

۲۲۷

ترکِ وفا گرچہ صداقت نہیں
پر یہ ستم سہنے کی طاقت نہیں
ترک کر اپنا بھی کہ اس راہ میں
ہر کوئی شایانِ رفاقت نہیں
کوئی دوا مجھ سے کی کرتا ہے لیک
اب کے طبیبوں میں حذاقت نہیں
کسبِ ہنر کر نہ ، کہ اس وقت میں
اس سے بڑی اور حماقت نہیں
نام ہی قائم کا گیا ہے نکل
ورنہ کچھ اتنی تو لیاقت نہیں

۲۲۸

ہم تو دم بھی گروِ نالۂ شب گیر کریں
پر کہیں ہو کہ ترے دل میں یہ تاثیر کریں
آہ اک جا سے بھی یہ حبیب نہ ثابت نکلا
تا ہوا خواہ مرے سینے کی تدبیر کریں

۱- ایک مطلع اسی ردیف و قافیہ میں نسخۂ رام پور ، تذکرۂ میر حسن و انتخاب بلگرامی و حسرت میں اور ایک شعر انتخاب حسرت میں :

مجھ سا کوئی جہان میں آشفتہ سر نہیں
ہے یوں تو زلفِ یار بھی پر اس قدر نہیں
شامِ شبِ مزار ہوئی صبحِ زندگی
لیکن شبِ فراق کو اب تک سحر نہیں

شارعِ سیلِ بلا ہم کو بتا دے اے چرخ
جی میں ہے ہم بھی کوئی گھر کہیں تعمیر کریں
قید سے زیست کی مر کر بھی نہ چھوٹیں یا رب
بے اجل مرنے میں ہم کچھ بھی جو تاخیر کریں
تا کجا کارِ جہاں دستِ فلک سے ہو تباہ
چاہیے اُس کو اب اس کام سے تغییر کریں
حالِ دل یوں تو کسے کہنے کی جرأت اُس سے
ہاں مگر یار کسی پردے میں تقریر کریں
وہ قوی رشتۂ اُلفت ہی ہے جس سے قائم
بندہ کے چھوٹے نہ اگر شیر کو زنجیر کریں[1]

۲۲۹

وا شد کی دل کے اور کوئی راہ ہی نہیں
جُز یہ کہ آہ کیجیے، سو آہ ہی نہیں
تکلیفِ بزمِ اہلِ جہاں تا کجا کہ دل
مطلق میں واں کے رنگ سے آگاہ ہی نہیں
آ اے اثر ملازمِ سرکارِ گریہ ہو
یاں جز گُہر خزانے میں تنخواہ ہی نہیں

۱۔ تین شعر انتخاب حسرت میں ہیں:
بو کی مانند نزاکت کا میں دیوانہ ہوں
خندۂ گل کی مجھے موج سے زنجیر کریں
محضر دعویٔ خوبی ہے خط اس کا اے کاش
بوسۂ چند کو گرد اُس کے مواہیر کریں
ہائے قائم مجھے خوباں سے توقع یہ نہ تھی
قتل کر نعش کو بھی میری یہ تشہیر کریں

لازم تھے ہم بکارتِ دنیا کو اے فلک
تیں دی یہ دخت آن کو جنھیں باہ ہی نہیں
قائم متاعِ دل کو عبث کیوں کرے ہے خوار
اس جنس کی جہاں میں کہیں چاہ ہی نہیں

۲۳۰

ٹکڑے کئی اک دل کے میں آپس میں سیے ہیں
پھر صبح تلک رونے کے اسباب کیے ہیں
تیں ساتھ رقیبوں کے مے آشامیئیں کیں[1] رات
یاں زہر کے سے گھونٹ اک عالم نے پیے ہیں
اے شمع اسی جلنے پر اپنے ہے تو نازاں
دیکھ ہم کو کہ یاں داغ پہ ہم داغ لیے ہیں
دعوائے فلک فہم کی قلت سے ہے ورنہ
سو بار ہم اس سفلہ کو الزام دیے ہیں
قائم نہ کسی کو ہو یہ کافر مرضِ عشق
مرنے سے بتر[2] ہو کے ہم اس دکھ میں جیے ہیں

۲۳۱

چشم اسی طرح اگر خونِ جگر روتے ہیں
میرا کیا جائے گا، اپنے ہی گُہر[3] کھوتے ہیں
کم تریں کیں ہے سبب خشم فراواں کا کہ ہوئے
نخل واں شعلہ، جہاں تخمِ شرر بوتے ہیں
شیخ جی کیوں کہ معاصی سے بچیں ہم کہ گناہ
ارث ہے اپنی ہم آدم کے اگر پوتے ہیں

۱- قائم کے تمام نسخوں میں 'کی' ہے - ۲- بتّر : بدتر -
۳- دیوانِ قائم کے تین نسخوں میں ' ابنا ہی وہ گھر' ہے - نسخۂ رام پور میں ' اپنا یہ گُہر' ہے - اسی نسخے میں پہلا مصرع یوں ہے :
چشم یوں ہیں لعل سے گر لختِ جگر روتے ہیں

تاب کیا غیر کی اس تیرِ نگہ کو جھیلے
وہ ہمیں ہیں کہ جو یاں سینہ سپر ہوتے ہیں
کیوں لیے مرتے ہو بندے کو خدا سے تو ڈرو
میں ہوں کیدھر کو پڑا ، آپ کدھر سوتے ہیں
چاہیے آدمی ہو بارِ تعلق سے بری
کیوں کہ بے گانوں کے یاں بوجھ کو خر ڈھوتے ہیں
لوث عصیاں نہ گیا خرقے سے اپنے قائم
گرچہ اک عمر ہوئی دیدۂ تر دھوتے ہیں

۲۳۲

جس کو ہستی و عدم جانتے ہیں
ہے وہ کچھ اور ہی ، ہم جانتے ہیں
کوچۂ حبیب سے ملحق ہے شیخ
ہم جسے راہِ حرم جانتے ہیں
کہتے ہو آؤں گا میں اک دم میں
ایسے ہم سیکڑوں دم جانتے ہیں
جزو و کل ایک ہے جوں قطرہ و بحر
بہت اس رمز کو کم جانتے ہیں
شاہدِ خوب و مکانِ دل چسپ
ہم یہی حور و ارم جانتے ہیں
کہہ نہ مت کھا مرے سر کی سوگند
ہم تو اک یہ ہی قسم جانتے ہیں
دل جو تابع نہ ہو اپنے قائم
ہم اسے چھاتی پہ جم جانتے ہیں

۲۳۳

غم زدے بھی غرض اس دور میں ہم سے کم ہیں
ہاں مصیبت زدگاں ! کیوں نہ ہو آخر ہم ہیں

تاب کیا غیر کی اس تیرِ نگہ کو جھیلے
وہ ہمیں ہیں کہ جو یاں سینہ سپر ہوتے ہیں
کیوں لیے مرتے ہو بندے کو خدا سے تو ڈرو
میں ہوں کیدھر کو پڑا ، آپ کدھر سوتے ہیں
چاہیے آدمی ہو بارِ تعلق سے بری
کیوں کہ بے گانوں کے یاں بوجھ کو خر ڈھوتے ہیں
لوث عصیاں نہ گیا خرقے سے اپنے قائم
گرچہ اک عمر ہوئی دیدۂ تر دھوتے ہیں

۲۳۲

جس کو ہستی و عدم جانتے ہیں
ہے وہ کچھ اور ہی ، ہم جانتے ہیں
کوچۂ حبیب سے ملحق ہے شیخ
ہم جسے راہِ حرم جانتے ہیں
کہتے ہو آؤں گا میں اک دم میں
ایسے ہم سیکڑوں دم جانتے ہیں
جُزو و کل ایک ہے جوں قطرہ و بحر
بہت اس رمز کو کم جانتے ہیں
شاہدِ خوب و مکانِ دل چسپ
ہم یہی حور و ارم جانتے ہیں
کہہ نہ مت کھا مرے سر کی سوگند
ہم تو اک یہ ہی قسم جانتے ہیں
دل جو تابع نہ ہو اپنے قائم
ہم اسے چھاتی پہ جم جانتے ہیں

۲۳۳

غم زدے بھی غرض اس دور میں ہم سے کم ہیں
ہاں مصیبت زدگاں ! کیوں نہ ہو آخر ہم ہیں

ضعف و بے طاقتی و خستگی سے شکوہ ہی کیا
عشق کہتے ہیں جسے اُس کے یہی عالم ہیں
ناصحا تجھ سے کہوں درد کا دل کے کیا حال
جن پہ گزرے ہے یہ دکھ اس سے وہی محرم ہیں
کیوں مرے مردنِ دشوار سے رُکتا ہے تو
اب گزر جا ہیں یہ دوچار جو باقی دم ہیں
کل کے رونے میں تو قائم وہ قیامت تھی پر آج
دیکھیں کیا ہووے یہی گر مژۂ پرنم ہیں

۲۳۴

مجھے اس اپنی مصیبت سے ہے فراغ کہاں
کسی سے چاہوں کہ صحبت رکھوں دماغ کہاں
جو مجھ سے پوچھے ہے پوچھ حالِ خانۂ صیاد
میں کیا خبر ہوں کہ زیرِ فلک ہے باغ کہاں
قشونِ غمزہ ترا جس زمیں سے ہو نکلا
سوائے داغِ دل اُس ملک میں چراغ کہاں
پیا ہوں آب میں جوں تیوں کی رات تو ساقی
نہ جانے شیشہ کہاں گر گیا ایاغ کہاں
کیا نہیں ہے جو قائم کو قتل تیں تو میاں
لگے ہیں تیغ کو تیری لہو کے داغ کہاں

۲۳۵

ہمارے دردِ دل کے تئیں یہ کب بے درد پوچھیں ہیں
ہم اپنے جی سے عاجز ہیں، انھوں کو عیش سوجھیں ہیں

۲۳۶

دور اُس گل سے بس کہ داغ ہوں میں
رشکِ چندیں بہار و باغ ہوں میں

ہو نہ مجھ سے جدا کہ جادہ صفت
منزلِ عشق کا سراغ ہوں میں
بوئے گل سالتی ہے دل میں مرے
آہ یہ کس سے بے دماغ ہوں میں
جس سے گردش میں ہیں خمِ افلاک
اس مئے تند کا ایاغ ہوں میں
کر بھروسہ مرا نہ تو قائم
صبح کے وقت کا چراغ ہوں میں

۲۳۷

ہر اک صورت میں تجھ کو جانتے ہیں
ہم اس بہروپ کو پہچانتے ہیں
ہے قادر تو خدا لیکن بتاں بھی
وہ کر چکتے ہیں جو کچھ ٹھانتے ہیں
تو ناصح مان یا مت مان لیکن
تری باتیں کوئی ہم مانتے ہیں
گئے گوہر کے تاجر جس طرف سے
ہم ان رستوں کی ماٹی چھانتے ہیں
نہ سمھلا[1] آسماں سے عشق کا بوجھ
ہمیں ہیں جو یہ مگدر بھانتے ہیں
مریدِ خاندانِ عشق جو ہے
ہم اپنا پیر اسے گردانتے ہیں
ملے ماریں ہیں دو رکعت بہ زاہد
نہ ڈنڈ پیلیں نہ مگدر بھانتے ہیں
بہت جاگے ہم اس محفل میں قائم
کوئی دم اب تو چادر تانتے ہیں

۱- سمھلا : سنبھلا ۔

۲۳۸

دُرد پی لیتے ہیں اور داغ بچا جاتے ہیں
یاں بلانوش ہیں جو آئے چڑھا جاتے ہیں

دیکھ کر تم کو کہیں دور گئے ہم ، لیکن
ٹک ٹھہر جاؤ تو پھر آپ میں آ جاتے ہیں

جب تلک پاؤں میں چلنے کی ہے طاقت باقی
حالِ دل آ کے کبھو تجھ کو دکھا جاتے ہیں

عشق کا کیوں کہ بتاں سے کرے اخفا کوئی
ڈھب سے نظروں کے یہ کافر وہیں پا جاتے ہیں

طرح سوزن کی جو ہیں رشتۂ اُلفت میں پھنسے
جس طرف سیر کریں رو بہ قفا جاتے ہیں

کون ہو غنچہ صفت اپنے صبا کا مرہون
جیسے تنگ آئے تھے ویسے ہی خفا جاتے ہیں

رہیو ہشیار تُو لپ جھپ سے بتاں کی قائم
بات کی بات میں واں دل کو اُڑا جاتے ہیں

۲۳۹

سیکڑوں ہیں آگہی غفلت کے بھی اسباب میں
دیکھتا ہے آدمی کیا کیا تماشے خواب میں

اے فلک کھولے گا کیا عقدہ مری خاطر سے تو
سو گرہ ہیں مندمج اس قطرۂ سیماب میں

موج خیز دھر میں جرأت نہ کر غافل ، کہ یاں
گھاٹ سے ذرّہ جو بھٹکا جا رہا گرداب میں

موت سے غافل نہ رہ پیری میں اے ناداں ، کہ صبح
یک بیک ہو جائے ہے ظاہر شبِ مہتاب میں

خون کی پیاسی رہے ویسی ہی میری صبح و شام
کھائے غوطہ تیغ گر تیرے سراپا آب میں[۱]
جو خرابے کے مزوں سے یاں ہوئے ہیں آشنا
گھر نہیں کرتے بنا غیر از رہِ سیلاب میں
عشق چھٹ ہر درد کے قائم ہزاروں ہیں علاج
اک نہیں لکھا کسی نے کچھ سو اس کے باب میں

۲۴۰

جو زر کو خرچ کے جام شراب لیتے ہیں
عوض میں ذرے کے وہ آفتاب لیتے ہیں
معاملے میں نہ پرچوں سے ابر کے کم ہو
کہ دُر وہ دیں ہیں جو دریا سے آب لیتے ہیں
محاسبے سے وہ صبحِ جزا کے ایمن ہیں
جو آپ روز و شب اپنا حساب لیتے ہیں
بسانِ شیشہ نکالوں میں کیوں کہ دل کے بخار
کہ بولتے میں گلا یاں تو داب لیتے ہیں
دلِ خراب کو تُو کیا کرے گا لے کے میاں
جنہیں نظر ہے وہ جنسِ خراب لیتے ہیں
وہ زر کو خرچ کے کرتے ہیں دردِ سر کی خرید
مباحثے کو جو ناداں کتاب لیتے ہیں
سوال بوسہ جو قائم وہ ساں جا ہے تو خیر
وگرنہ آج ہم اس سے جواب لیتے ہیں

۱- اسی غزل کے چوتھے اور پانچویں شعر نسخۂ رام پور میں یہ ہیں :
جاہِ مقبل ناکسوں کو گر نہیں ناخوش تو سگ
بیش تر کرتا ہے کیوں غوغا شب مہتاب میں
منہ چڑھا تھا سادہ لوحی سے جو وہ یک دن ترے
تر ہے تب سے آئنہ ویسا ہی ابَ تک آب میں

۲۴۱

میں اس اخفا سے تیری یاد میں دل شاد کرتا ہوں
که خود واقف نہیں اب تک میں کس کی یاد کرتا ہوں
ٹک اے مرغِ چمن رکھ گوش تو ایدھر کو ہر ساعت
میں کیا کیا طرزِ نو اس کام میں ایجاد کرتا ہوں
قفس کا توڑنا نالے پہ میرے کام کتنا ہے
پہ میں پاسِ مزاجِ نازکِ صیاد کرتا ہوں
ہوا اک آبلہ تن مثلِ دف از بس ترے ہاتھوں
کوئی چھیڑے جو ٹک مجھ کو تو میں فریاد کرتا ہوں
تری مژگاں کے سودے میں کیا اک خلق نے جوہر
نہ میں ہی سینہ وقفِ خنجرِ فولاد کرتا ہوں
گلا کرتا ہے کوئی تجھ سے کا کچھ اس میں حکمت ہے
کہ میں ہر یک سے تیرا شکوۂ بےداد کرتا ہوں
بغیر از قیس قائم دشت اک مدت سے ویراں تھا
سو بارے اس خرابے کو میں اب آباد کرتا ہوں[۱]

۲۴۲

امتحاں کرنا جسے منظور ہو پیارے ہمیں
ہے یہ مردوں کا اکھاڑا، آ کے للکارے ہمیں
ہوویں صدقے آہ کس کس عضو کے تیرے ہم آپ
ہاں مگر سر پاؤں سے تجھ پر کوئی وارے ہمیں

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک اور شعر نسخۂ رام پور میں ہے:
غم و رنج و تعب سے جان تک امداد کرتا ہوں
تقاوی دے کے ان اجڑوں کو میں آباد کرتا ہوں

جیتے جی تو ہم بتاں سے ہاتھ اٹھانے کے نہیں
گو خدا مرتے کسی احوال سے مارے ہمیں
اک نگہ کے جرم میں سو دین و دل چاہے ہیں اب
عشق میں دینے پڑے کیا کیا گنہ گارے ہمیں
عشق نے فرہاد و مجنوں کو تو مارا اس طرح
دیکھیں اب پیش آئے کیا اس کام میں بارے ہمیں
وہ عرق آلود بال اک دن میں دیکھے تھے سو آہ
سیکڑوں راتیں کٹیں گنتے ہوئے تارے ہمیں
ایک قائم عشق کی تدبیر میں عاجز ہیں ہم
ورنہ لاکھوں ہر مرض کے یاد ہیں چارے ہمیں

۲۴۳

جینا ہے تلخ لذّتِ مرگ آشنا کے تئیں
آتش دے کیا کسو کے وہ آب بقا کے تئیں
بیمار تیری چشم نے کی بس کہ ایک خلق
ملتا نہیں طبیب جو ڈھونڈو دوا کے تئیں
نئیں صبر سی جہاں میں رساین کوئی درست
حکمت سے راس لائے جو اس کیمیا کے تئیں
بک بک کے جوں جرس میں زباں آبلہ کی آہ!
سمجھا پہ کوئی یاں نہ مرے مدعا کے تئیں
جانی ہے قدرِ صافیِ دل جن نے جوں گُہر
رکھتا ہے باندھ کر وہ گرہ میں صفا کے تئیں
ہو داغِ دل سے کیوں نہ دمِ سرد متصل
گل سے ہمیشہ ربط ہے بادِ صبا کے تئیں
قائم وہ باغِ دہر میں نخلِ عبث ہوں میں
اہلِ چمن پہ تنگ کیا جن نے جا کے تئیں

۲۴۴

چھیڑا تمھیں ہے یا کبھو بوسہ لیا ہے میں
اتنا خفا جو ہوتے ہو تم ، کیا کیا ہے میں؟[1]

۲۴۵

تا چند تجھ پہ دور سے پیارے نظر کروں
دیکھوں میں تجھ کو مست ِمے اور درگزر کروں
نے زر ہے یاں نہ زور نہ طالع کی یاوری
کیا جانے تجھ سے ملنے کا میں کیا ہنر کروں
ہم سے جلے ہوؤں کا رلانا نہیں ہے خوب
ایسا نہ کر کہ چشم کو اپنی میں تر کروں
یاں غیر محترم ہے مری کیوں کہ بن سکے
بہتر ہے اب جو گھر سے ترے میں سفر کروں
گزرے ہے پار جی سِتے قائم نگاہِ ناز
کیوں کر میں اس کے سامنے سینہ سپر کروں[2]

۲۴۶

شب تن زار ملا آہ کے سر رشتہ میں
سوزن گم شدہ جوں آئے نظر رستہ میں[3]

۲۴۷

جمع چھوڑے ہے زمانہ دو کو یاں باہم کہاں
ہے یہ صحبت مغتنم پھر تم کہاں اور ہم کہاں

۱- نسخۂ انجمن ۔
۲- نسخۂ رام پور ۔
۳- تذکرۂ سرور ۔

ہے طلسمِ ہستیٔ بے بود کا کیا اعتبار
جام کیا جانے کدھر جاتا رہا اور جم کہاں
ہو چکے وہ دن کہ دریا چشم کے ماریں تھے جوش
اب مژہ ہوں جس سے تر آنکھوں میں اتنا غم کہاں
پیرہن سے بھرم ہے اپنا تنک مثلِ حباب
گر یہ پردہ بیچ سے اُٹھ جائے تو پھر ہم کہاں
سیکڑوں باتیں تو جی میں موج ماریں ہیں، پہ حیف!
کہیے جس کے روبرو ایسا یہاں محرم کہاں

قطعہ

آدمی ہونا بہت مشکل ہے قائم زیرِ چرخ
یوں تو سب کہتے ہیں ہم آدم ہیں، پر آدم کہاں؟
دم سے دم تک فرق ہے نزدیکِ اربابِ تمیز
ہے تو دم شمشیر میں بھی پر وہ عیسیٰ دم کہاں[۱]؟

ردیف (و)

۲۴۸

جب وہ رخِ روشن خطِ شب رنگ تلے ہو
مانا ہے اس آئینے سے جو زنگ تلے ہو
سر شیخ کا جب رندوں کی سرچنگ تلے ہو
یہ ڈھنگ بنے گتکوں کے جوں بنگ تلے ہو
اس ابرو کے آگے ہے یہ احوالِ دلِ زار
جس طرح سے شمشیر کے چورنگ تلے ہو

۱- نسخۂ انجمن۔

ہو صاحبِ جوہر کی سیہ روزی میں کیا قدر
کم لیتے ہیں اُس تیغ کو جو زنگ تلے ہو
بس شمع یہ کیا شوخی ہے اُس مہر کے آگے
لازم ہے ترا سر تو اے بے ننگ تلے ہو
جب راہِ حرم میں کوئی سج شیخ کی دیکھے
یہ جاتے ہوں اور ان کے خرِ لنگ تلے ہو
اُس لب سے ہوا پان کا رنگ اور سے کچھ اور
جوں ڈانک کسی لعل کے خوش رنگ تلے ہو
ہو ابر سرِ باغ خجالت سے تمام آب
ظاہر جو ترا رو خطِ شب رنگ تلے ہو
جو دست کہ یاں بند نگیں بیچ ہے قائم
اُس ہاتھ سے مانا ہے کہ جو سنگ تلے ہو

۲۲۹

جب نہ تب مجھ سے جو تم دل کی طلب کرتے ہو
دل یوہیں مفت دیا جاہے ؟ غضب کرتے ہو
موجبِ گریہ کہا میں نے تو کیا حاصل ہے
یوں عبث کاہے کو تفتیشِ سبب کرتے ہو
شیشۂ دل ہے مرا کون سی گنتی میں بتاں
تم تو اک آن میں تاراج حلب کرتے ہو
جی سے کیوں جاتے میاں گر یہ کچھ آگے ہوتا
جو تم اشفاق مرے حال پہ اب کرتے ہو
جنبشِ لب کا تو مفہوم یہی ہے دشنام
اور کیا مجھ کو دعا تم تہِ لب کرتے ہو؟

ایک مدت سے میاں وہ تو سوا پھرتا تھا
آج تم مرنے کا عاشق کے عجب کرتے ہو
قائم اک بات میں جیتا ہے تمھاری لیکن
پرسش حال تم اس خستہ کی کب کرتے ہو !

۲۵۰

قبولِ عذر تو واں ہو جہاں ملال بھی ہو
بجانِ پاکِ صفا ، یاں جو کچھ خیال بھی ہو
وہ چاہیے صدر نشیتی جو ہو ترا ہم چشم
مجھے یہ کم ہے کہ جاگہ صف نعال بھی ہو
مثالِ آئنہ دل کو مرے صفا دے اگر
غبار کا تری جانب سے احتمال بھی ہو
کمال جگ میں سزاوارِ ناز ہے یہ سچ
پہ ناز کرنے کو انساں میں کچھ کمال بھی ہو
قصورِ خدمتِ احباب ، اس قدر قائم
کچھ آدمی کو ہے لازم کہ انفعال بھی ہو

۲۵۱

آگے کچھ اس کے ذکرِ دلِ زار مت کرو
سب خیریت ہے ، اس سے کچھ اظہار مت کرو
جانے دو جو نصیب میں ہونا تھا سو ہوا
یارو خدا کے واسطے تکرار مت کرو
آئینہ لے کے پہلے تنک سج تو دیکھ لو
ملنے کا غیر کے ابھی انکار مت کرو
سر چڑھ رہا ہے گال یوھیں عاشقوں کے یاں
پھیٹے سے تم یہ بال نمودار مت کرو

اے آہ و نالہ چھپ کے میں آیا ہوں اس جگہ
عالم کو شور کر کے خبردار مت کرو
اپنی بساط میں تو یہی جنسِ دل ہے یاں
گو اب پسند اس کو خریدار مت کرو
پیارے کمر کہاں ہے تمھارے ، یوھیں بہ ظن
سن کر کسی سے جھوٹ پر اصرار مت کرو
قائم وہ بت کہے تھا شب احوالِ خلق دیکھ
مجھ سا تو حق کسی کو طرح دار مت کرو[1]

۲۵۲

میں ہوں کہ میرے دکھ پہ کوئی چشم تر نہ ہو
مر بھی اگر رہوں تو کسی کو خبر نہ ہو
اے وہ کہ خس سے شعلہ کو کرتا ہے تو بلند
انصاف ہے کہ آہ میں میری اثر نہ ہو
آوارہ دل کے جانے سے آخر ہوئے ہیں اشک
طفلی میں یا الٰہی کوئی بے پدر نہ ہو
پیتا ہے دل اگر تو مئے عشق نوشِ جاں
لیکن ٹک احتیاط کہ یاں شور و شر نہ ہو
دیتے تو دل کے نفع میں تجھ کو لیا تھا میں
پر اب یہ سوچ ہے کہیں جی کا ضرر نہ ہو
سیکھ ہم سے دابِ گریہ کہ اے مدعی اگر
سو خوں روئیں تو ایک مژہ اپنی تر نہ ہو

۱- ایک شعر نسخۂ رام پور میں ہے :
قائم کے رازِ عشق کا پردہ ہے اے بتاں
اک شخص ہے یہ اس کو لپٹ خوار مت کرو

پیارے نہ بے نقاب گزر کر ہر ایک سو
دھڑکے ہے جی مرا کہ کسو کی نظر نہ ہو
ہر جامہ زیب دل کو رکھے کس طرح سے گھیر
پیارے جو اس لباس میں تو جلوہ گر نہ ہو
قائم اسی قدر جو ضروری ہے عرضِ شوق
کر تو ہی قصد، گو نہ ہوا نامہ بر نہ ہو

۲۵۳

رہنے دے شب اپنے پاس مجھ کو
اوروں سا نہ کر قیاس مجھ کو
رہ جا کہ کہوں گا حال دل کا
آ جائیں تنک حواس مجھ کو
دل نازک و کارِ عشق در پیش
اپنا ہے نپٹ ہراس مجھ کو
یا رب گیا کون یاں سے مہماں
لگتا ہے یہ گھر اداس مجھ کو
محرم سے تو سنیو حال میرا
نہیں طاقتِ التماس مجھ کو
حیرت نے کیا ہے اک جہاں کا
جوں آئینہ روشناس مجھ کو
کُو جامۂ خاک و خوں، کہ قائم
سجتا تھا وہی لباس مجھ کو

۲۵۴

ہم موئے پھرتے ہیں اور خواہشِ جاں ہے اس کو
اب تلک بھی وہی جینے کا گماں ہے اس کو

اے دل افسردگیِ داغ سے کیوں ہے تو ملول
جو گل اس باغ میں آیا ہے خزاں ہے اُس کو
قصۂ برہنہ پائی تو مرے اے مجنوں
خار سے پوچھ کہ سب نوکِ زباں ہے اُس کو
آگے اُس گل کے نہ مارا کبھو غنچے نے تو دم
چاہے بلبل سو کہے تابِ بیاں ہے اُس کو
اے فلک بوجھ دو عالم کا تو قائم پہ نہ ڈال
اپنی ہستی بھی کچھ ان روزوں گراں ہے اُس کو

۲۵۵

کر کے ہے ہے اے نمِ اشک تو رووے مجھ کو
آج اگر سیل میں خوں کے نہ ڈبووے مجھ کو
خاک جوں آئنہ ملنا مجھے رکھتا ہے شگوں
تیرہ تر ہوں میں جو پانی سے تو دھووے مجھ کو
فائدہ گل کا نہ مجھ سے ہے نہ مانے کی امید
کہہ دو دہقاں سے کہ بیہودہ نہ بووے مجھ کو
گرمیِ نالہ سے میں آج جلا جاتا ہوں
کُو دمِ سرد کہ آ کر وہ سمووے مجھ کو
ساتھ ہے سنگ و شرر کا یہ کہو اُس بت سے
کیا ہو آغوش میں گر لے کے وہ سووے مجھ کو
نہ ملاقات، نہ اشفاق، نہ وعدہ، نہ پیام
کیوں کہ تسکین ترے ہجر میں ہووے مجھ کو
خاتمِ دستِ سلیماں[۲] سے ہوں قائم میں عزیز
سخت پچھتائے وہ جو ہاتھ سے کھووے مجھ کو[۱]

۱- ایک شعر نسخۂ رام پور میں ہے :
سنگ میں کہتے ہیں جاگہ ہے شرر کی پیارے
ہے بجا لے جو تو آغوش میں سووے مجھ کو

۲۵٦

ضائع نہ کر تو دام میں صیاد دانہ کو
دیکھا ہے لاکھ رنگ سے میں نے زمانہ کو
بدنامی گریہ پر مرے ناحق ہے ہم نشیں
ڈھونڈے تھا دیر سے وہ ستم گر بہانہ کو
گر یاں یہ سردمہری گل ہے اسی روش
دیں گے ہم آگ خار و خسِ آشیانہ کو
ہر سمت پھینکے جائیے یوں ہیں خدنگ سعی
شاید کبھو تو مار رہیں گے نشانہ کو
آئی تنہی تجھ پہ اے دلِ صد چاک کیا بلا
دی تو نے راہ زلف میں اس کی جو شانہ کو
ہاتھوں سے نیشِ غم کے گریزاں ہے اب سرشک
اس طفل ساں کہ چھیڑے وہ زنبور خانہ کو
قائم سوائے اور بھی شاعر ہیں یاں بہت
لیکن یہ حرفِ درد و گپِ عاشقانہ کو؟

۲۵۷

شکوہ نہ بخت سے ہے، نے آسماں سے مجھ کو
پہنچی جو کچھ اذیت اپنے گماں سے مجھ کو
قاصد کسے ہے تو ہے تو پوچھے تھا حال تیرا
تصدیق اس کی لیکن ہووے کہاں سے مجھ کو
عاشق نہ تھا میں بلبل کچھ گل کے رنگ و بو کا
اک اُنس ہو گیا تھا اس گلستاں سے مجھ کو
جاتا ہوں جس جگہ اب واں خانماں ہے میرا
کھویا ہے اے فلک تیں گو خانماں سے مجھ کو
با وصفِ بے کمالی عزت طلب ہوں قائم
در خورد ہو سو کیوں کر اہلِ جہاں سے مجھ کو

۲۵۸

ناصحا! کر نہ اسے سی کے پشیماں مجھ کو
کتنے ہی چاک ابھی کرنے ہیں گریباں مجھ کو
وحشتِ دل کوئی شہروں میں سما سکتی ہے
کاش لے جائے جنوں سوئے بیاباں مجھ کو
اہلِ مسجد نے جو کافر مجھے سمجھا تو کیا
ساکنِ دیر تو جانے ہیں مسلماں مجھ کو
میں سرِ مو نہیں جوں زلف کسی سے شاکی
باد دستی نے کیا میری پریشاں مجھ کو
سچ کہو کس سے ہے نین کُھلانے کا شوق
بھیجتے ہو جو پئے سرمہ صفاہاں مجھ کو
یاں تلک خوش ہوں امارد سے کہ اے رب کریم!
کاش دے حور کے بدلے بھی تو غلماں مجھ کو
مفت تک تو کوئی قائم نہیں لینے کا یہ جنس
کہہ فلک سے کرے کچھ اور بھی ارزاں مجھ کو

۲۵۹

کبھو دکھا کے کمر اور کبھو دہاں مجھ کو
بہت بتنگ کیا تو نے اے میاں مجھ کو
وہ دن گئے کہ اٹھاتے تھے بارِ نکہتِ گل
ہے بے دماغیِ دل ان دنوں گراں مجھ کو
میں رہ گزر میں پڑا ہوں برنگِ نقشِ قدم
تیں چھوڑا کس کے بھروسے پہ کارواں مجھ کو
میں ہوں تو مرغ چمن، پر غلط نگاہی سے
ہیں کتنے روز کہ بھولا ہے آشیاں مجھ کو

تو اتنے واسطے اے باغباں نہ کاوش کر
بہت ہے سایۂ دیوار گلستاں مجھ کو
روا رکھوں نہ کہ ہووے ملک بھی پاس ترے
کیا ہے بس کہ محبت نے بدگماں مجھ کو
مری نظر میں ہے قائم یہ کائنات تمام
نظر میں گو کوئی لاتا نہیں ہے یاں مجھ کو

۲٦۰

ٹک تو خاموش رکھو منہ میں زباں سنتے ہو
اپنی ہی کہتے ہو میری بھی میاں سنتے ہو
سنگ کو آب کریں پل میں ہماری باتیں
لیکن افسوس یہی ہے کہ کہاں سنتے ہو
خشک و تر پھونکتی پھرتی ہے سدا آتشِ عشق
بچیو اس آنچ سے، اے پیر و جواں سنتے ہو
دم قدم تک تھی ہمارے ہی جنوں کی رونق
اب بھی کوچوں میں کہیں شور و فغاں سنتے ہو
میں کہا ''خلق تمہارے جو کمر کہتی ہے
تم بھی اس کا کہیں کچھ ذکر و بیاں سنتے ہو؟''
ہنس کے یوں کہنے لگا '' خیر اگر ہے یہ بات
ہوئے گی ویسی ہی جیسی کی وہاں سنتے ہو''

قطعہ

حضرتِ درد کی خدمت میں جب آ قائم نے
عرض کی یہ کہ '' اے اُستاد زماں سنتے ہو
امر ہووے تو ہدایت کو کروں میں سیدھا ؟''
واں سے ارشاد ہوا یہ کہ '' میاں سنتے ہو

راست ہوتے ہیں کسی سے بھی کبھو کج طینت ؟
تیر بنتے بھی کہیں شاخ کماں سنتے ہو؟''

۲۶۱

اتنی اے دیدۂ و دل مجھ پہ نہ بے داد کرو
دیکھیں کیا ہوئے خدا کو تو ٹک اک یاد کرو
شکر کندن سے اس عارض کا یہی ہے پیارے
کہ کوئی بوسہ فقیروں کو بھی امداد کرو
کندنِ کوہِ جگر کام ہے کتنا مشکل
اے دل و دیدہ جو تم ہمتِ فرہاد کرو
ہر طرح شاد یہ ناشاد ہے تم شاد رہو
خواہ ناشاد رکھو خواہ مجھے شاد کرو
کیوں کہ یارو میں کروں صبر اس آفت میں بھلا
جو مناسب ہے مرے حق میں تم ارشاد کرو
زور سے دل کو مرے لے کے یہ کہتا ہے وہ شوخ
جی جہاں چاہے تمہارا مری فریاد کرو
حال قائم کا میاں آج نہایت ہے تباہ
جانو تو بند تم اس خستہ کے آزاد کرو

۲۶۲

کب دل نے مضطرب نہ کیا اضطراب کو
کس دن نہ پیچ و تاب دیا پیچ و تاب کو
کب تک علاج دل کی طپش کا کیا کروں
تا چند روؤں دیدۂ خانہ خراب کو
دل تو کہے منے سے سمجھتا بھی ہے کبھو
جو کچھ کہو سو دیدۂ خانہ خراب کو

تشبیہ آئنے کو ترے منہ سے کیوں کہ دوں
گو اس میں اک صفا ہے پہ یہ آب و تاب کُو؟
جب دیکھتا ہوں درپے تزئیں کسی کو یاں
روتا ہوں یاد کر کے میں اپنے شباب کو
یک دم میں ہم وجود سے یوں پہنچے تا عدم
لے جا ہے جیسے باؤ کا جھوکا[۱] حباب کو
کیوں کر نہ ہو دماغ ِ مہ و مہر چرخ پر
دیکھا نہیں انھوں نے مرے آفتاب کو
قائم خدا کے واسطے بدمستیئیں یہ چھوڑ
بدنام اس سے زیادہ نہ کر تو شراب کو

۲٦۳

راہ پینڈے آسے رکھتا ہوں اگر گھیر کبھو
ہنس کے کہتا ہے "مجھے کام ہے اب، پھیر کبھو"
دیکھیو ہم کو بھی پہنچا تو وہیں اے قاصد
واں سے یک دم بھی جو پھرنے میں تو کی دیر کبھو
آج کچھ خیر نہیں دل کہ وہ قاتل ہر دم
کارد کھینچے ہے کبھو دیکھے ہے شمشیر کبھو
جب سے جوں آئنہ اس منہ پہ کھلی آنکھ مری
ہائے رے شوق کہ دیکھا ہی نہ میں سیر کبھو
تودہ گوہر کا ابھی یک دو فلک ہو قائم
انجم ِ اشک کو اپنے میں کروں ڈھیر کبھو

۲٦۴

گردش شبانہ روز نہیں یہ سپہر کو
صدقے کرے ہے مکھ پہ ترے ماہ و مہر کو

۱- جھوکا: جھونکا۔

کعبہ کا عزم ہم تو مسلماں ہیں اب نہیں
دیکھا ہے جب سے اُس صنم خوب چہر کو
قائم میں اُس سے چشم محبت رکھوں ہوں یاں
کرتا نہیں تمیز جو کینے سے مہر کو

۲۶۵

نے ہجر چاہتا ہوں نہ وصلِ حبیب کو
یا رب کہیں ہو صبر دلِ ناشکیب کو
وے بھی تو آدمی ہیں کہ جن سے تمھیں ہے ربط
کیا شکوہ تم سے ، روئیے اپنے نصیب کو
اپنے لیے کہے ہے تمھیں کون ، کچھ کرو
لیکن بہت برا ہے ستانا غریب کو
اصلاح کا جنوں کی مرے نت اُسے ہے فکر
یہ کیا دوان پن ہے الٰہی طبیب کو
بلبل نہ کر دراز زباں تو کہ گل کے یاں
خاموشی پر قفا سے نکالیں ہیں جیب کو
آدابِ نازِ جن نے سکھائے تمھیں ہیں شوخ
مقدور ہو تو دیجے ادب اُس ادیب کو
قائم سخن سرا ہے وہ اس ڈھنگ سے بھلا
تیں بولتے سنا ہے بہت عندلیب کو

۲۶۶

یارو کیوں بکتے ہو بے فائدہ مجھ سے ، جاؤ
اتنی کہتے ہو مجھے اتنی اُسے سمجھاؤ
وہ نہیں تو کہ تجھے غم ہو کسی عاشق کا
جیو کوئی اپنے نصیبوں سے کوئی مر جاؤ

کہیو یارو مری تنہائی کا اُس سے احوال
گر کسی وقت کہیں اُس کو اکیلا پاؤ
یاں اُلجھنے کا نہیں قصد کسی سے پیارے
گو تری زلف ہمیں دیکھ پڑی بل کھاؤ
کب ہوا یہ کہ میں ہاتھوں سے انھوں کے نہ جلا
قائم اس دل کو لگو آگ یہ جی جل جاؤ

۲٦۷

شمع ساں جلنے کو صانع نے بنایا مجھ کو
جس کے میں ہاتھ پڑا اُن نے جلایا مجھ کو
تھا بد و نیکِ جہاں سے میں عدم میں آزاد
آہ کس خواب سے ہستی نے جگایا مجھ کو
دوت ڈالا تھا یہ کس دشمنِ جانی نے کہ رات
پائی شمشیر اگر تیں تو نہ پایا مجھ کو
تھا شبِ ہجر سے کیا سابقہ دل کو میرے
تم نے یہ روزِ بد اے چشم دکھایا مجھ کو
سو بِسے کچھ تو خلل تھا کہ شب اُن نے محرم
غیر کے آتے ہی مجلس سے اُٹھایا مجھ کو
بھول کر بھی نہ گیا یاد سے اپنی تو وہ شوخ
جان کر یاد سے جن نے کہ بھلایا مجھ کو
میں تو اس بات پہ مرتا ہوں کہ اُن نے قائم
کس طرح پردے سے کل بول سنایا مجھ کو

۲٦۸

ہوئی جلا داغ سے پچھنوں کے ترے سینے کو
آبرو بخشی ہے جوہر نے اس آئینے کو

صافیِ دل نے تو یاں تلخ کیا جینے کو
کاش کہ تیرہ کرے زنگ اس آئینے کو

یہ جو نفرت ہے اُسے مجھ سے نہ جائے ہم دم
دل میں دی کیوں کہ جگہ اُن نے مرے کینے کو

دوس کیا دیدۂ و دل کا ہے کہ یاں تو پیارے
جو کوئی ہے سو وہ اپنے ہی لہو پینے کو

توف اُس بادہ پرستی پہ جو ہو کر بدمست
در پہ مسجد کے گرے آ کے نہ آدینے کو

ساقِ سیمیں کا تری کیوں نہ بسے دل میں خیال
آ رے ویرانہ سزاوار ہے گنجینے کو

دردوغم چھٹ ہے کچھ اس دل میں بھلا اور بھی جنس
چیر کر دیکھ تو قائم تو مرے سینے کو

۲٦۹

اگر عرصے میں تو محشر کے با ایں قد و قامت ہو
ہیں جو اہلِ قیامت ، اور اُن پر اک قیامت ہو

خفا رہتا ہے تو اس بندگی پر مجھ سے کیا معنی
کریں ہیں پاس اُس کا جس سے ٹک صاحب سلامت ہو

بہت چاہا میں دل دیجے نہ اُس کی زلف کو ہرگز
پہ ٹالے سے وہ کب ٹلتی ہے جو طالع کی شامت ہو

میں اپنے واسطے کہتا نہیں پیارے ، پر عاشق کو
نہ اتنا تنگ کر جس کا مآل آخر ندامت ہو

۱۔ اس شعر کی بجائے نسخۂ رام پور میں یہ شعر ہے :
اون کی کملی سے خوگر ہیں جو منعم اپنی
پشم جانے ہیں وہ ہر جنس کے پشمینے کو

رکے سینے میں کیوں کر تیر اُس نالے کا اے ناصح
کہ کم کاغذ سے آگے جس کے گردوں کی ضخامت ہو
ترے کوچے میں پیارے ان دنوں ہے غیر کی جاگہ
خدا جانے کہ یاں اب کس طرح اپنی اقامت ہو
ہوا جو تجھ پہ قائم، تھی سزا کردار کی تیرے
نہ کہتا تھا میں اُس بے گانہ خو سے آشنا مت ہو

۲۷۰

یہ کون طرز وفا ہے جو ہم سے کرتے ہو
میاں خدا نہ کرے تم خدا سے ڈرتے ہو[1]

ردیف (ہ)

۲۷۱

جو دیں ناخن تجھے ناداں نہ ہو زنہار بالیدہ
مبادا جوں ہلال عقدہ ہو اس ناخن میں پوشیدہ
جو کچھ چاہے سو کر خوش نودیٔ حق کا ہوں میں ضامن
پر اتنا دیکھیو تجھ سے کوئی دل ہو نہ رنجیدہ
ہوئی قیمت دو چند اُس چشم کی آنکھیں چرانے سے
غلط کہتے ہیں یہ ارزاں بکے ہے مال دزدیدہ
مری تشخیص مثلِ نقطۂ موہوم مشکل ہے
ہوا ہوں بس کہ سختی سے زمانے کی میں کاہیدہ
زوالِ حسن میں دیکھو خط اُس کے منہ پہ چڑھتا ہے
یہ سچ ہے رو نہ دیجے اُس کو جو ہو ناتراشیدہ

۱۔ انتخاب حسرت۔

تری فرقت میں پیارے روئیے غیروں کو کیا یاں تو
ہے میرے خون کا پیاسا اگر دل ہے وگر دیدہ
کسو نے یہ ستم قائم' کہیں دیکھا ہے آنکھوں سے
اگرچہ اور بھی دیکھے ہیں تیں لاکھوں ستم دیدہ

۲۷۲

سرسری سمجھی کوئی جاتی ہے حرفِ دل کی تہ
سن تہِ دل سے کہ سمجھے تو مرے حاصل کی تہ
وحشت آور ہے دوانے کی ترے یہ گفت گو
سن کے جس کی ایک بات اڑ جائے سو عاقل کی تہ
عمر ہے آبِ رواں اور تن ترا غافل کنار
دم بدم خالی کرے ہے موج اس ساحل کی تہ
عشق میں ہے آدمی کا خاک ساری سے نباہ
آنچ پر رکھتے ہیں دیگِ گل کو دے کر گِل کی تہ
نئیں ازل کے جو ملے کس کے ملائے سے ہوں صاف
مل کے کب بیٹھی ہے گر تیں زور سے انمل کی تہ
معدنِ یاقوت ہے کوچے کی تیرے سب زمیں
بس کہ واں ہر مُو جمی ہے خونِ صد بسمل کی تہ
شمع چھپ سکتی ہے کوئی پوششِ فانوس میں
کب ہو قائم حاجب اس کی پردۂ حائل کی تہ

۱- نسخۂ انجمن میں ' قائم' کی بجائے ' پیارے' ہے (ساتواں شعر) اور مقطع یہ ہے (آٹھواں شعر) :

سیہ بختی ہے میری کس الوپ انجن سے کم قائم
ہوا میں جس کی دولت چشم سے عالم کی پوشیدہ

۲۷۳

شیخ جی تم نے نہ سمجھا یہ کرامات کی راہ
کیا قباحت ہے نکلنے میں خرابات کی راہ

کہہ کے آنے کو بھلے رات گئے تم کہ میاں
اب تلک تکتے ہیں یاں بیٹھے ہم اس بات کی راہ

دفن اگر کیجے مری نعش کو واں بہتر ہے
جس طرف سے ہو مرے قبلۂ حاجات کی راہ

کام تو ابرِ مژہ سے بھی نکلتا ہے مرے
کاہے کو دیکھے ہے دھقاں یوھیں برسات کی راہ

بچ کے چیونٹی سے گزر پیل سے چاہے جو نجات
جو عمل یاں ہے سو دیکھے ہے مکافات کی راہ

کون یاں بوسے کا طالب ہے کسو کے پیارے
پر کبھو کہہ تو چکیں آپ مدارات کی راہ

چھپ کے جانا تو رہا کوچے میں اس کے قائم
وضع اب کیجے کوئی اور ملاقات کی راہ

۲۷۴

جی میں چُھلیں تھیں جو کچھ سو تو گئیں یار کے ساتھ
سر پٹکنا ہی پڑا اب در و دیوار کے ساتھ

اک ہمیں خار تھے آنکھوں میں سبھوں کی سو چلے
بلبلو خوش رھو اب تم گل و گلزار کے ساتھ

خارِ مردودِ چمن مجھ کو کیا روزِ ازل
جن نے بھیجا ہے تجھے گونۂ گلنار کے ساتھ

یارو کہتے تھے جو تم لالۂ و گل ہے، سو کہاں ؟
سر پٹکنے تو نہ آیا تھا میں کہسار کے ساتھ

میں دوانہ ہوں صدا کا مجھے مت قید کرو
جی نکل جائے گا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ
ہائے صیاد یہ انصاف سے تیرے ہے بعید
یاں تلک کیجے ستم اپنے گرفتار کے ساتھ
گرچہ بلبل ہوں میں قائمؔ ولے اس باغ کے بیچ
فرق کوئی نہ کرے گل کو جہاں خار کے ساتھ

۲۷۵

آج اگر بزم میں ہے کچھ اثرِ پروانہ
اڑتے ہیں پائے لگن چند پرِ پروانہ
آتشِ عشق میں جلنا نہیں کارِ آسان
ہر مگس سے نہ طلب کر جگرِ پروانہ
وضع پر اپنی ہے یاں شادی و غم ہر اک کا
شامِ ماتم سے ہے کیا کم سحرِ پروانہ
کچھ لکھوں سوزِ دل اپنے سے اسے اے قاصد
جائے کاغذ ہوں اگر بال و پرِ پروانہ
شمع تک جاتے تو دیکھا تھا ہم اس کو قائمؔ
پھر نہ معلوم ہوئی کچھ خبرِ پروانہ[۱]

۱- تین شعر انتخاب حسرت میں ہیں :
جلوۂ حسن ہے از بس مرے سودے کا علاج
جز رگِ شعلہ نہیں نیش ترِ پروانہ
دردِ دل پر بھی مرے اس کی مژہ تر نہ ہوئی
داغ ہوں رشک سے تیرے اثرِ پروانہ
ہووے اے شمع اگر قدر تجھے عاشق کی
حرزِ بازو تو کرے بال و پرِ پروانہ

۲۷۶

کیجے گا صلح پھر دلِ بےمدعا کے ساتھ
اٹ بن ہے کچھ قبول کو اپنی دعا کے ساتھ

دوں ہم سری میں بیٹھ کے کس نا سزا کے ساتھ
یاں بحث کا دماغ نہیں ہے خدا کے ساتھ

کیا بانک‌پن کہوں تری زلفوں کا میں کہ شوخ
ٹک رُو دے تو تو آج یہ اُلجھیں ہوا کے ساتھ

خونابِ دل سے ہاتھ ملاؤ تو جانیے
پنجہ کیے ہیں آپ نے اکثر حنا کے ساتھ

لے جائے کیوں نہ آنکھ لڑانا ترا ہمیں
پروازِ برگِ کاہ کو ہے کہربا کے ساتھ

اُس حسنِ نیم رنگ کے صدقے کہ جس کے بیچ
ہلکی سی ایک شوخی کی تہ ہو حیا کے ساتھ

کس زلفِ مشک بار کی لٹ کھل گئی ہے آج
اُڑتی پھریں ہیں طیب کی لپٹیں ہوا کے ساتھ

موتی صدف سے نکلے ہے قائم کب اس طرح
ڈھلتی ہے بات منہ سے ترے جس صفا کے ساتھ

قائم سمجھ کے بولیو نوّاب کے حضور
پیارے معاملت ہے سخن آشنا کے ساتھ

۲۷۷

جاتے ہی ہو گر خواہ نخواہ
فبہا ، بہتر ، بســـــم اللہ

یک شب دیکھی جن نے وہ زلف
لاکھوں دیکھے روزِ سیاہ

اتنی تو مت ہو جلد نسیم .
ہم بھی چمن تک ہیں ہم راہ

دشمن رہویں بادہ بغیر
تا ہے خرقہ اور کلاہ

کوندے ہے دل پر برق سی آج
پیش نظر ہے کس کی نگاہ

وعدہ کر کے رات کا تم
خوب ہی آئے واہ جی واہ!

قائم سے کوئی ہو ہے خفا
بندا ، خادم ، دولت خواہ

۲۷۸

مت پوچھ دل کی کیوں کہ کٹی درد و غم کے ساتھ
جوں آئنہ سفید تھا ہر ایک دم کے ساتھ

۲۷۹

بتاں جو تمہارا ثنا گر ہے وہ
مرا دل ہے پر سخت کافر ہے وہ

کرے گو کہ اعجازِ عیسیٰ[۴] کے شیخ
میں پہچانتا ہوں اُسے خر ہے وہ

ہے جو چشمِ تر بہرِ ابنِ علی
بہ از چشمۂ آبِ کوثر ہے وہ

نہ کیوں غیر کو مجھ پہ ترجیح ہو
ہے تو آبد البطن بہتر ہے وہ
کہیں ہوویں قائم کی ہمت کے لوگ
میں واقف ہوں اُس سے قلندر ہے وہ[۱]

ردیف (ی)

۲۸۰

نہ ہم فلک کے کبھو ریو و رنگ سے چھوٹے
پڑے بھنور میں جو کام نہنگ سے چھوٹے
کرے ہے اُس کو زمانہ اسیرِ پنجۂ باز
جو مرغِ دل کبھو شاہیں کے چنگ سے چھوٹے
نہ ہم کو ملنے سے خوباں کے منع کر ناصح
کہ عشق شمع کا کیوں کر پتنگ سے چھوٹے
نہیں بتاں کے مناسب ہر اک سے لگ چلنا
خدا کرے کہ یہ ڈھنگ اُس کڈھنگ سے چھوٹے
شتاب ہم کو رہا کر کہ فصلِ گل صیاد
خزاں ہے اس میں جو ہم ٹک درنگ سے چھوٹے
رہے ہے خوار گرفتارِ نام و ننگ سدا
بھلا ہوا کہ ہم اس نام و ننگ سے چھوٹے
نہ اُس کی زلف سے چھٹنے کا قصد کر قائم
کوئی سنا ہے کہ قیدِ فرنگ سے چھوٹے؟

۱- نسخۂ رام پور۔

۲۸۱

خط کے آتے ہی وہ مکھڑے کی صفائی کیا ہوئی
وہ منش کیدھر گئی وہ میرزائی کیا ہوئی

ہم نہ کہتے تھے کہ پیارے جان اہلِ دل کی قدر
اب وہ دل کیدھر گئے وہ دل‌ربائی کیا ہوئی

زور کرتا ہے اک عالم ناتوانوں پر ترے
اے سپہرِ دوں تری زور آزمائی کیا ہوئی

شیخ جی آیا نہ مسجد میں وہ کافر ورنہ ہم
پوچھتے تم سے کہ اب وہ پارسائی کیا ہوئی

روئیے اس غم کدہ میں آہ کس کس کو کہ یاں
دیکھتے نظروں کے اپنی اک خدائی کیا ہوئی

اے وفا بے گانہ تھا تو بھی تو ہم سے آشنا
وہ وفا کیدھر گئی وہ آشنائی کیا ہوئی

گو کسی حالت میں ہو قائمؔ میں سمجھوں ہوں تجھے
ہے تو تُو وہ ہی پہ تیری کبریائی کیا ہوئی

۲۸۲

جوں موج مرا قافلہ غافل ہے سفر سے
کیا جانے کہاں جائے گا، آیا ہے کدھر سے

ہاتھوں سے ز بس مردم بدبیں کے ہوا داغ
جوں پتلی میں چھپتا ہوں اب اپنی بھی نظر سے

کس رات میں جوں گل نہ ہوا غرق لہو میں
کس دن نہ بھری گود مری لختِ جگر سے

وہ خارِ یتیمی زدہ اس دشت میں ہوں میں
پالا ہے جسے آبلہ نے خونِ جگر سے

سر کھینچے اگر عرش تلک تو بھی بجا ہے
شرمندہ نہیں آہ مری روئے اثر سے

اپنے سے بھی یاں چارہ کی امید غلط ہے
کب اپنی گرہ کھلتی ہے دندانِ گُہر سے [1]

مانندِ نگیں چاہے اگر نام کو قائم
باہر نہ قدم رکھیو مری جان تو گھر سے

۲۸۳

قتل پہ میرے تجھے کد چاہیے
خوب ہے یہ اپنے کا بد چاہیے

۱- نسخۂ انڈیا آفس کے حاشیے پر قائم کے کسی کم سواد قدردان نے ایک شعر بڑھایا ہے :

وا کون کرے عقدہ کسی کا کہ چھٹ اپنے
کھلتی میں گرہ دیکھی نہ دندان گُہر سے

یہ شعر نسخۂ انجمن میں بھی ہے جہاں ' چھٹ ' کی بجائے ' جب ' ہے اور دوسرا مصرع اس طرح ہے :

کھلتی نہ گرہ دیکھی میں دندان گُہر سے

اسی غزل کا ایک اور شعر نسخۂ رام پور میں ہے :

اے خلوتیاں شیخ کا احوال سنا کچھ
کہتے ہیں گرے راہ میں مکہ کی وہ خر سے

زلف کے کوچوں کی درازی نہ پوچھ
چلنے کو واں عمر ابد چاہیے

دل کی میں کرتا نہیں جھوٹی صلاح
سال ہے سرکار کا جد چاہیے

فوج کی ہے اشک کی حالت تباہ
آہ سے اس وقت مدد چاہیے

شیخ کی عزت ہے من الواجبات
کفش نہ ہووے تو لکد چاہیے

پشم ہے یاں مسند قاقم کا فرش
گھر میں فقیروں کے نمد چاہیے

پس روِ احمدؐ ہو کہ مرنا ہے کل
راہ ندیدہ کو بلد چاہیے

ہم سے یہ کیا ناخوش و قائم سے خوش
جو ہو میاں حصّہ رسد چاہیے

۲۸۴

خوگرِ درد ہوں میں کرتے ہیں درماں میرے
آہ کیوں در پئے جاں ہیں یہ عزیزاں میرے

اے غم و درد و الم عام ہے اس گھر میں صلا
جس کو جاگہ نہ کہیں ہو، رہے مہماں میرے

ہوں میں وہ گبر کہ اسلام میں ہوں رہزنِ دیں
وضع پر جائیو مت کوئی مسلماں میرے

ایسے بے رحم سے چاہوں ہوں میں لوں دل کا کام
دائم اس عزم آپر ہنستے ہیں[1] حرماں میرے

میں گرفتارِ بلا قصدِ چمن کیوں کہ کروں
یاں تو قسمت میں ہے یک چند یہ زنداں میرے

کثرتِ اشک سے دیکھا بھی ہو اُس کو جو میں رات
پھوٹیں اے مدّعی یہ دیدۂ گریاں میرے

ہر گلی کوچہ ہے بستی کا پراچہ کی دوکان
دھجئیں ہو کے آڑے بس کہ گریباں میرے

رُوئے آسودگی کس طرح میں دیکھوں قائم
یاں کہ درپے ہیں ہزاروں دلِ نالاں میرے

۲۸۵

کب شمع یوں گدازِ محبت میں گل سکے
کیا تاب ہے پتنگ کی اس طرح جل سکے

کثرت اگر یہی ہے گلی میں تری تو شوخ
ممکن نہیں کہ تیغ چُھٹ اور کوئی چل سکے

سودائے زلف جانے ہے کوئی دماغ سے
یہ وہ بلا نہیں ہے کہ جو سر سے ٹل سکے

اے گریہ کب کہا میں گرہ در گلو نہ ہو
پر اس قدر دے راہ کہ ٹک جی نکل سکے

قائم کے حال سے ہے تعرض عبث کہ چرخ
ایسا گرا نہیں وہ کہ تجھ سے سنبھل سکے

۱۔ قائم کے نسخوں میں ''ہے'' ہے۔

۲۸٦

آشنا ہو جیو مت ہجر کے کوئی غم سے
گو کہ سختی میں وہ دل سنگ کے ہو عالم سے

شور دیوار کے گرنے کا سنا ہے کہ نہیں
نالہ کرتی ہے ہر اک خشت فراقِ ہم سے

حال دل کا تو عبث پوچھے ہے مجھ سے ناصح
یہ سخن کہیے گا ناداں تو کسی محرم سے

یار جس نوح[۴] کے طوفان کا کرتے ہیں چواؤ
ایک رشحہ تھا وہ اپنے مژۂ پُرنم سے

جز کشِ نسخۂ دل کون سا ہے طفل کہ آج
پھیر دیکھوں ہوں یہ اوراق میں کچھ درہم سے

اے ہوا خواہ اسے سوزنِ الماس سے ٹانک
زخمِ دل ہے یہ بھلا ہوے ہے کوئی مرہم سے؟

روز عشرت کا کبھو رکھتے تھے ہم بھی قائم
لیکن ایسا کہ جو مانا تھا شبِ ماتم سے

۲۸۷

کیا اختلاط ابھی تمھیں اغیار ساتھ ہے
ڈریے خدا سے ٹک یہ گنہ گار ساتھ ہے

چیں بر جبیں تو ہووے ہے شانے کے کھینچتے
حیف اُس پہ جس کی جان ہر اک تار ساتھ ہے

اک حرف ہے جو سنیے پہ کوئی کہے سو کیا
یاں تو ہر ایک بات کے تلوار ساتھ ہے

رو سے نقاب کس کے اٹھا یہ کہ تا ہنوز
حیرت سے پشت آئینہ دیوار ساتھ ہے

بوسے کی گر طلب سے خفا ہو تو کیا ہوا
اس خشم گیں نگاہ کے اک پیار ساتھ ہے

شادی سے تواماں ہے غم اس دھر میں ، کہ دیکھ
جو روزِ خوش ہے اس کے شبِ تار ساتھ ہے

قائم نہیں ہے دردِ محبت دوا پذیر
تا جان ہے یہ جان کے آزار ساتھ ہے

۲۸۸

پاس میں تجھ غم کے ہم اپنی بھی غم خواری نہ کی
جان تک گزری پہ ظاہر دل کی بیماری نہ کی

دستِ رد کس مشتری نے اس کو مارا ہے کہ یاں
جنس کی دل کی کسو نے پھر خریداری نہ کی

دم بدم اس رنجشِ بے جا کو کیا کہتے ہیں شوخ
دل دیا تجھ کو تو کچھ ہم نے گنہ گاری نہ کی

بعد خط آنے کے تھا اس سے وفا کا احتمال
لیک واں تک عمر نے اپنی وفاداری نہ تھی

پشت دی تنہا نہ مجھ کو مردمِ دیدہ نے یاں
جن نے دیکھا رو ترا میری طرف داری نہ کی

عذر چاہا بعد خط کے آن نے ہر یک سے ولے
اک دلِ ناشاد کی میرے ہی دل داری نہ کی

دیکھیے بھٹکاؤ کیا قسمت میں ہیں قائمؔ، کہ یار
لاد ٹانڈا چل بسے اب تک میں تیاری نہ کی

۲۸۹

ز بس کہ رات اذیت تھی عشق کے تب کی
میں کیا کہوں کہ سحر کن دکھوں سے میں شب کی

رویا تو تھا غمِ یوسف[۴] میں پیرِ کنعاں بھی
پہ کی جو زاری میں تجھ بن کسو نے وہ کب کی

بھلا گیا تھا تو پڑھنے کے واسطے کہ ہنوز
پٹی پڑی ہے اک عالم سے راہ مکتب کی

خیالِ بوسہ کیا کس سیاہ دل نے کہ آہ
دمک ہے نیل کی سرخی میں آج تجھ لب کی

سوائے دل شکنی سب مباح ہے یاں شیخ
خبر نہیں تجھے رندوں کے دین و مذہب کی

اگرچہ صبح تلک ہم دگر تھے گرمِ سخن
پہ کہہ سکا نہ کچھ اُس سے میں بات مطلب کی

اُٹھا نہ در کے مقابل سے پھر وہ خستہ کبھو
نظر پڑی جسے پردے سے ٹک تری چھب کی

حباب تو ہے گُہر کا بھی آب دار، پہ شوخ
نہ اس قدر کہ جو صافی ترے ہے غبغب کی

سوالِ بوسہ جو قائمؔ کیا میں شب، تو کہا
کہ کیجے چھیڑ کہیں اور جا کے اس ڈھب کی

٢٩٠

گہ پیرِ شیخ و گاہ مریدِ مغاں رہے
اب تک تو آبرو سے نبھی ہے جہاں رہے

دنیا میں ہم رہے تو کئی دن پر اس طرح
دشمن کے گھر میں جیسے کوئی میہماں رہے

اے دیدہ دل کو روتے ہو کیا تم، ہمیں تو یاں
یہ جھینکنا پڑا ہے کسی طرح جاں رہے

قسمت تو دیکھ بار بھی اپنا گرا تو واں
جس دشتِ پُر خطر میں کئی کارواں رہے

صحبت کی گرمی ہم سے کوئی سیکھے مثلِ شمع
سارے ہوئے سفید پہ تد بھی جواں رہے

مسجد سے گر تُو شیخ نکالا ہمیں تو کیا
قائم وہ مے فروش کی اپنے دوکاں رہے

قائم اسی زمیں کو تو پھر کہہ پر اس طرح
سن کر جسے کہ چرخ میں نت آسماں رہے

صبر و قرار و ہوش و دل و دیں تو واں رہے
اے ہم نشیں یہ کہہ تو بھلا ہم کہاں رہے ؟

صیاد ، شورِ نوحہ کچھ آنے لگا ہے کم
یاروں کے دور ہم سے مگر آشیاں رہے

تُو تو چلی بہار پر اس کی بھی کچھ خبر
جو سر بہ جیب غنچۂ نشگفتہ ساں رہے

کوئی کہے یہ جا کے سگِ کوے یار سے
لے جائیں ہم کہاں جو یہ اب استخواں رہے

کر لے جو چاہے آج تو نام و نشاں کی فکر
کل ہے کہ نے یہ نام رہے نے نشاں رہے

پیارے ہمیشہ ایک سی رنجش ہے کچھ بھی لطف ؟
نا خوش کبھو ہوئے تو کبھو مہرباں رہے

قائم کو اپنی بزم سے جانے نہ دے کہ یار
ہے کیا برا جو مفت میں اک شعر خواں رہے

قائم ترے کو اس سے ہزاروں ہیں چشم داشت
یا رب ہو ، تا جہاں ، امد یار خاں رہے !

۲۹۱

دل مرا دیکھ دیکھ جلتا ہے
شمع کا کس پہ دل پگھلتا ہے

ہم نشیں ذکرِ یار کر کہ کچھ آج
اس حکایت سے جی بہلتا ہے

دل مژہ تک پہنچ چکا جوں اشک
اب سنبھالے سے کب سنبھلتا ہے

ساقیا دور کیا کرے ہے تمام
آپ ہی اب یہ دور چلتا ہے

گندمی رنگ جو ہے دنیا میں
میری چھاتی پہ مونگ دلتا ہے

ہے تواضع ضرور دولت کو
ہو ہے خم جو نہال پھلتا ہے

اپنے عاشق کی سوخت پر پیارے
کبھو کچھ دل ترا بھی جلتا ہے

دیکھ کیسا پتنگ کی خاطر
شعلۂ شمع ہاتھ ملتا ہے

آج قائم کے شعر ہم نے سنے
ہاں اک انداز تو نکلتا ہے

۲۹۲

آؤ کچھ شغل کریں بیٹھے ہیں عریاں اتنے
پھاڑیں سینے ہی کو ہاتھ آئے گریباں اتنے

آہ کوئی جو اسے آن کے سمجھاتا ہو
دیکھتے ہیں کھڑے ہندو و مسلماں اتنے

سچ کہہ اے بادِ صبا، ہے کسی گل پر یہ بہار؟
تو نے دیکھے ہیں زمانے کے گلستاں اتنے

شور محشر کا رہے کیوں نہ ترے کوچے میں
جس جگہ ہوئیں اکٹھے دلِ نالاں اتنے

ہم سے واماندوں کو اللہ نباہے تو نبھیں
تن سو یہ سوختہ در پیش بیاباں اتنے

دم بھی کچھ چیز ہے جب چوک گیا بات تمام
کون سی زیست پہ تو کرتا ہے ساماں اتنے

تجھ کو قائم رکھے اللہ بہت سا اے امیر
مجتمع سایے میں ہیں جس کے سخن داں اتنے[1]

۲۹۳

ہر چند دکھ دہی سے زمانے کو عشق ہے
لیکن مرے بھی تاب کے لانے کو عشق ہے

آشفتہ سر ہیں یاں ، دلِ صد چاک بھی کئی
تنہا نہ تیری زلف سے شانے کو عشق ہے

افلاک بیٹھے جائیں تھے جس بوجھ کے تلے
آدم کے ویسے بار اٹھانے کو عشق ہے

وحشت کو اپنی شہر و بیاباں میں جا نہیں
عاقل کو اب دعا و دوانے کو عشق ہے

یا رب بِن آئی آدمی مر جائے، پر نہ ہو
وہ رنجِ بد بلا جو کھانے کو عشق ہے

دل گو چھٹا دھن سے پھسایا[2] تو زلف میں
اے عشق تیری بات بڑھانے کو عشق ہے

۱- ایک شعر نسخۂ رام پور میں ہے :
برگِ گل پر ھی تو شبنم کا مداوا ہے صحیح
پر کبھیں ہوئیں کسی کے لب و دنداں اتنے
۲- پھسایا : پھنسایا ۔

قائم ہوس سے گو کہ کہی سب نے یہ غزل
لیکن تری ردیف بٹھانے کو عشق ہے

۲۹۴

ارمغاں لیتے کئی زخمِ نمایاں کو گئے
رات جو چاک مری جیب سے داماں کو گئے

کاسۂ چشم مرا اب بھی ہے طوفاں کا تنور
گرچہ اک عمر ہوئی دیدۂ گریاں کو گئے

شورِ شیون ہے چمن بیچ مگر باد کے ساتھ
مشت پر آج مرے صحنِ گلستاں کو گئے

اپنے گلشن میں صبا سے نہ بندھے نقشِ طرب
عمر یاں گزری ہے گل کے لبِ خنداں کو گئے

ہوئی پروا نہ شبِ تارِ لحد سے اُن کو
داغ دل سے جو لیے ساتھ چراغاں کو گئے

اول اس درد میں مر رہیے کہ تا خلق کو بات
ہو نہ کہنے کو کہ جی کے لیے درماں کو گئے

خبط سے دعویٔ سودا ہے اب ان یاروں کو
وہ جو دیوانے تھے تیرے سو بیاباں کو گئے

سنگِ رہ اپنی ہی کم ہمّتی ہے یاں ورنہ
جو چلے سیل کی مانند سو عمّاں کو گئے

فارسی کہنے پر آفتاد ہی ہوگی قائم
رفتہ رفتہ جو ترے شعر صفاہاں کو گئے

۲۹۵

یاں مدا نیشِ بلا وقفِ جگر ریشی ہے
کیجے کیا جان مری عالمِ درویشی ہے

اپنے مذہب میں قرابت نہیں اجداد کی شرط
تجھ سے نسبت ہے جسے اُس سے ہمیں خویشی ہے

مجھ سے اک خستہ سے ناحق یہ شب و روز خلش
اے جفا پیشہ یہ کیا نحوِ ستم کیشی ہے؟

بات ہے شہرہ نصیبی کی نرالی ورنہ
مجھ پہ کس چیز میں مجنوں کے تئیں بیشی ہے؟

گوہرِ اشک کو نشمردہ تو قائم نہ بکھیر
آدمی ہے و میاں عاقبت اندیشی ہے[1]

۲۹۶

دل سے کچھ آج تراونده نیا مضموں ہے
مصرعِ آہ جو سر کھینچے ہے سو موزوں ہے

کاش اس وادی میں اے ناقۂ لیلٰی تیرا
اُس طرف راہ غلط ہو کہ جدھر مجنوں ہے

ہوں میں رسوائے جہاں وضع سے اپنی ورنہ
جو کوئی اہلِ نظر ہے سو کہیں مفتوں ہے؟

۱- ایک اور شعر نسخۂ رام پور و انجمن میں ہے :
کنجے سر پر نہیں زاهد کے کچھ اک موئے سفید
یہ خدا نے انھیں بخشی کلۂ میشی ہے

دیکھ اے چشمِ نم اشک سنبھالے ہی رکھ
ٹک جھپک جائے گی مژگاں تو یہ پھر جیحوں ہے

خوان سے چرخ کے یغما کی توقع ہے غلط
جب سے دیکھوں ہوں میں یہ کاسہ یوھیں واژوں ہے

تہمتِ کینہ فلک پر ہے بھلاوے کے لیے
ورنہ جو دل ہے ترے جور سے یاں پُرخوں ہے

جی کو کچھ مانے ہی بنتی ہے نہ جانے قائم
ہر سخن منہ کا ترے سحر ہے یا افسوں ہے

۲۹۷

اس دل کی خو ہے رو کے اٹھے سر پٹک پڑے
سچ ہے کہ وہ نہ چھوٹے کسو کا جو ٹک پڑے[۱]

اللہ رے آئنے میں ترے حسن کا شکوہ
پانی میں ماہتاب کی جیسے جھلک پڑے

تھا رات سوزِ دل کا مرے بزم میں بیاں
بے اختیار شمع کے آنسو ڈھلک پڑے

عاشق کے گھر خدا نہ کرے جاؤ تم پر آج
کیا جانے کیا کرم تھا جو ایدھر بھٹک پڑے

رہیے تو گھر ہے لیک میں کہتا نہیں میاں
کیا جانے کیا کسو کی طبیعت میں شک پڑے

۱۔ نسخۂ انڈیا آفس، رام پور اور انتخاب حسرت میں یہی مصرع ہے لیکن انجمن اور ایشیاٹک سوسائٹی کے نسخوں میں اصلاح شدہ شکل میں ہے:
یا رب نہ بدمزاج کوئی یاں تلک پڑے

پہنچا سرشک چشم میں اے ضبط رکھ نگاہ
پیالہ یہ بھر چکا ہے مبادا چھلک پڑے

زخمِ جگر کا اس سے مجرّب نہیں علاج
الماس کے جو سودہ میں تھوڑا نمک پڑے

قائم تو وقتِ گریہ دلِ زار کو سنبھال
ایسا نہ ہو کہ مل کے لہو میں ٹپک پڑے[1]

۱۔ نسخہ ہائے انڈیا آفس و ایشیاٹک سوسائٹی میں اس غزل کے سات شعر ہیں (بہ استثنائے شعر ششم) لیکن اول الذکر مخطوطہ میں کاتب سے مختلف خط میں اسی غزل کے حاشیے پر دو شعر بعد میں لکھے گئے ہیں جن میں ایک تو یہی چھٹا شعر ہے اور دوسرا ساتویں شعر کی اصلاح ہے:

الماس سودہ زخم جگر کو دے کیا مزہ
تھوڑا سا ذائقے کو نہ جب تک نمک پڑے

انتخاب بلگرامی و نسخۂ انجمن میں بھی یہی شعر ہے ، باقی ساتوں شعر نسخۂ انجمن میں یہی ہیں ۔

نسخۂ رام پور میں یہ غزل پانچ شعروں پر مشتمل ہے جن میں پہلے تین اشعار کے علاوہ دو شعر یہ ہیں :

غافل بہار عمر کی آخر ہے ، پی شراب
پیمانہ بھر چکا ہے مبادا چھلک پڑے

قائم سا شخص بیٹھ گیا چند روز میں
یا رب کسو بشر کے نہ پیچھے فلک پڑے

عماد الملک نے بھی یہ دو شعر دیے ہیں ، ساتھ ہی یہ مقطع " قائم تو وقت گریہ" الخ بھی دیا ہے ، جو نسخۂ رام پور میں نہیں ۔

"الماس سودہ" الخ تو ظاہر ہے کہ ساتویں شعر کی اصلاح ہے لیکن چھٹے اور آٹھویں شعر کے پہلے مصرعوں ، نیز چھٹے شعر کے دوسرے مصرع اور " پیمانہ بھر چکا ہے" الخ میں خاصی لفظی و معنوی مماثلت ہے ۔

۲۹۸

اے گریہ دعا کر کہ شبِ غم بسر آوے
تا چند ہر اک اشک کی تہ میں جگر آوے

ہر لحظہ ہے ناچاقی و ہر دم خفگی یاں
اس ناز کے عہدے سے کوئی کیوں کہ بر آوے

آئینے پہ کیا حصر ہے جو تجھ سے کو دیکھے
البتہ کہ آب اُس کے دہن بیچ بھر آوے

قاصد تو گیا اُس کی خبر لانے کو لیکن
دل دھڑکے ہے کیا جانیے کیسی خبر آوے

تیاری ہی میں گھر کی میں رہتا ہوں شب و روز
اس سوچ میں شاید وہ کبھو بے خبر آوے

دل خط سے نکل زلف ہی میں اُس کی پھر آیا
بھولا نہیں وہ شخص جو شب کو بھی گھر آوے

قائم تری سب عمر کٹی لہو و لعب میں
اے وائے بر اوقات کہ جو یوں بسر آوے

۲۹۹

تا شوخیِ نگاہ تری گرمِ ناز ہے
میدانِ سینہ پیشِ کشِ ترکتاز ہے

معنی نہ آئیں ذرک میں غیر از وجودِ لفظ
آرے دلیلِ راہِ حقیقت مجاز ہے

شامت ہے کیا کہ شیخ سے کوئی ملے کہ واں
روزہ وبالِ جاں ہے سدا یا نماز ہے

۲۰۰

بوسہ دیا[1] تو غیر کے دھوکے میں شب مجھے
لیکن ہر اک کسی کا خدا کارساز ہے

جوں موم ِ تفتہ کس کو سنبھالے ہے تو کہ یاں
جتنا بدن ہے آتش ِ غم سے گداز ہے

ڈرتا ہوں میں کہ شیخ الجھ کر گرے نہ کہیں
یہ پستہ قد و ریش نہایت دراز ہے

قائم کرے ہے کس سے تو اظہار ِ درد ِ دل
اے بے شعور ، کچھ بھی تجھے امتیاز ہے[2] ؟

۳۰۰

نے ناز نہ عشوہ ہے نہ تقطیع نہ چھب ہے
دل کو جو لبھا لے ہے وہ کچھ اور سبب ہے

یہ شوخی و ناز اور کسی شوخ میں کب ہے
شوخی یہ نہیں قہر ہے ، آفت ہے ، غضب ہے

سوتے میں ترے بخت ہوس جاگے تو کس کام
یاں طالع خوابیدہ کو تو پاس ادب ہے

۱- قائم کے نسخوں میں '' بوسہ تو دے گیا '' ہے - جامع کے مطبوعہ نسخے کی مدد سے یہ اصلاح کی گئی ہے -

۲- نسخۂ انجمن کے حاشیے پر یہی مقطع لکھا ہے لیکن متن میں یہ درج ہے :

قائم کرے ہے لولیٔ دنیا پہ کب نگاہ
کو ہے وہ حسن پرست ولے پاکباز ہے

اسی ردیف و قافیہ میں ایک مطلع تذکرۂ میر حسن میں ہے :

ناز و ادا کہیں ، کہیں عجز و نیاز ہے
کس کس طرح سے یار مرا جلوہ ساز ہے

۲۰۱

آئینے کو ٹک چوم کہ ہو صاف یہ عقدہ
یعنی ہے جگہ بوسے کے لینے کی تو لب ہے
یاں ڈھب تو ڈھبانے کے بہت یاد ہیں لیکن
کیا کیجے کہ اُس بت کی ملاقات کڈھب ہے

قطعہ

رات اُس سے کہا میں کہ ترے کوچے میں پیارے
قائم کو بہت دیر ہوئی داد طلب ہے
کیا ہو جو ٹک اک سن لے تو احوال کو اُس کے
بولا کہ ” ترے فہم سے یہ بات عجب ہے
ہو ایک ستم کش تو کوئی داد دے ، یاں تو
لے صبح سے تا شام یہی شور و شغب ہے“

۳۰۱

فلک نے چغد کو منزل دی مجھ دوانے کی
کی بارے فکر اس اوجڑ کے بھی بسانے کی
ز بس کہ یار نے خلوت کو بارِ عام کیا
خبر کہے ہے ہر اک بے خبر ٹھکانے کی
کبھو ہمیں بھی کہہ آتا تھا دردِ دل اُس سے
پر اس طرح کہ شکایت میں کچھ زمانے کی
وہ طفلِ شوخ ہے صیاد یاں مرا جن نے
اسیر کر کے خبر لی نہ آب و دانے کی
دلا نہیں ہے کچھ اتنی تو اُس کی صورت و شکل
مگر یہ کہہ کہ نرالی ہے بات بہانے کی

خدا نہ کردہ اسے غیر سے تو کیا سروکار
تھی ایک بات ہمارے ہی یہ جلانے کی
برنگِ نقشِ قدم ہوں میں، یاں وہ خاک نشیں
کہ فکر کی نہ کسی نے مرے اٹھانے کی
گیا گلی سے تری چشم برقفا قائم
مگر امید نہ تھی اس کو پھیر آنے کی

۳۰۲

جب میں دیکھا ہے تو اس دل کو غمیں دیکھا ہے
یہ نیا چاؤ محبت کا یہیں دیکھا ہے
حسرتِ دل کو مری سمجھے ہے وہ خستہ جسے
یار نے آ کے دمِ باز پسیں دیکھا ہے
کُو سکندر کی سی ہمت کہ پھرا تشنہ اگر
موج سے آبِ خضر چیں بہ جبیں دیکھا ہے
میری سی طرح کچھ حیران تو آتا ہے نظر
سچ کہہ اے آئینہ، تیں کس کے تئیں دیکھا ہے؟
اے کہ مجھ دل شدہ کا حال تو پوچھے ہے کہیں
تو نے احوالِ مکانِ غیرِ مکیں دیکھا ہے
جائے آسودگی پیدا نہیں گردوں کے تلے
کر کے میں سیر یہ سب رُوئے زمیں دیکھا ہے
یک شناسائی ہمیں بھی تھی طرب سے قائم
لیکن ایسی کہ جسے کہیے کہیں دیکھا ہے

۳۰۳

نہ پوچھو کیوں کہ میری ان دنوں اوقات کٹتی ہے
کہ دن گر رو کے گزرے ہے تو مر کر رات کٹتی ہے

ہیں عاشق اور بھی لیکن جو تجھ بن مجھ پہ گزرے ہے
کسو کی زیست کا ہے کو بہ‌ایں آفات کٹتی ہے

کچھ حاصل پوچھنے سے حال میرا، آپ خوش رہیے
مری بھی ہر طرح سے قبلۂ حاجات کٹتی ہے

برس گزرے کہ ہے بارش مرے مژگاں کی ویسی ہی
غلط ہے یہ کہ بعد از چند مہ برسات کٹتی ہے

پھنسا ہے زلف میں قائم تو مت اس خط سے ہو غافل
کہ غیر از خضر[۴] کے کوئی رہِ ظلمات کٹتی ہے

۳۰۴

ہنوز شوقِ دلِ بے قرار باقی ہے
بجھی ہے آگ تو لیکن ابھرر باقی ہے

شرابِ عشق میں کیا جانے کیا بلا تھی ملی
کہ جس کے کیف کا اب تک خمار باقی ہے

گئی نہ ہم سے اضافت وجود کی کہ ہم آپ
جو اب نہیں تو ہمارا غبار باقی ہے

غلاف کیجو نہ تیغِ ستم کو تیں کہ میاں
ابھی جوارِ حرم میں شکار باقی ہے

گیا تھا آج میں قائم کے دیکھنے کے لیے
کوئی دم اور نفس کی شمار باقی ہے

۳۰۵

خدا ہی حافظ اُس مژگاں کی ہے شوخی و شنگی سے
پڑا ہے کام مجھ کو بے طرح کی فوجِ جنگی سے
نہ زخمِ سینہ سی کر اور مجھ کو تنگ کر ناصح
کہ دم اپنا سما سکتا نہیں پہلے ہی تنگی سے
عبث ہے بادہ دینا زاہدانِ تیرہ باطن کو
کوئی دھونے سے پانی کے سیاہی جا ہے زنگی سے
میں چشمِ مست و خطِّ سبزِ خوباں جب سے دیکھا ہے
تعصب ہے نہ اب مے کش سے نے انکار بنگی سے
شعور اتنا تو کیا گردونِ دوں فطرت میں ہے لیکن
یہ سفلہ پیش لے جاتا ہے اپنی غولہ دنگی سے

قطعہ

حقیقت میں نہیں نقش و نگار اتنے تو یاں قائم
دکھائی دیں ہیں جو تجھ کو زمانے کی دو رنگی سے
نہ ہو پیش نظر تیرے اگر شیشہ یہ پتلی کا
تو کم ہے یہ فضائے دہر صندوقِ فرنگی سے

۳۰۶

جو بُو کچھ اور بھری ہو دماغ میں گل کے
کہوں کہ وہ ابھی لتّے لے باغ میں گل کے

ہے کیا خوشی کی جگہ اس ریاض میں کہ جہاں
مدام خونِ جگر ہو ایاغ میں گل کے[1]
کرے ہے خلق عداوت کو دوستی سے بدل
نہ ضو ہو باد سے کیوں کر چراغ میں گل کے
چمن بھی گور غریباں سے کم نہیں کہ کبھو
نہ تیل دیکھا نہ باتی چراغ میں گل کے
عجب مزا ہے چمن بیچ، پر ہزار افسوس
کہ صبح و شام ہے گل چیں سراغ میں گل کے
نہ دیکھ سرسری اوراقِ گل کہ یاں قائم
ہے شرحِ تنگیٔ غنچہ فراغ میں گل کے

۳۰۷

یوہیں جو یہ چشم تر رہیں گے
عالم کو خراب کر رہیں گے
تسکین دی دل کو پشت خم نے
یعنی پُل ہے اُتر رہیں گے
کہیو تو صبا کہ ہم صفیرو
ملیے گا جو بال و پر رہیں گے
گو ساقی نہ مے دے ہم بھی ہر طرح
پیمانۂ عمر بھر رہیں گے

۱۔ اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر نسخۂ رام پور میں ہے :
گلِ گلاب ہے شیشے میں غنچہ کے تس پر
لہو جگر کا ہے تجھ بن ایاغ میں گل کے

قطعه

کیا لطف ہے زندگی کا پیارے
یوں غیر جو ہم پہ ور رہیں گے
مارا جو نہ جائے گا کسی کو
اتنا تو ہے آپ مر رہیں گے
بس، کی ہی ہے عاشقی جو قائم
باتوں سے ہم اس کی در رہیں گے

۳۰۸

آج جی میں ہے کہ کھل کر مے پرستی کیجیے
خوب مَی مے پیجیے اور دیر مستی کیجیے
زہدِ خشک آخر کہاں تک مایۂ تر دامنی
غرق لاے مے بھی چندے رختِ ہستی کیجیے
تنگ تر ہے دستِ حاجت سے دلِ ابنائے دہر
کس کے آگے ظاہر اپنی تنگ دستی کیجیے
درپۓ ویرانیِ دل ہے وہ جو بستا ہے یاں
کس طرح یا رب اس اُوجڑ گھر کی بستی کیجیے
لب پہ فوارے کے جاری ہے یہ مصرع دم بدم
دے اگر خالق بلندی میلِ پستی کیجیے
مفت تک دوں ہوں میں دل تس پر کوئی لیتا نہیں
ہاں مگر اس سے بھی کچھ یہ جنس سستی کیجیے
ٹک گریباں آج پھٹ کر دھجئیں ہو لے تو پھیر
چاک پر سینے کے قائم پیش دستی کیجیے

۳۰۹

سنبل کو چل کے باغ میں شرمندہ کیجیے
تجھ مکھ پہ یعنی زلف پراگندہ کیجیے

کہتا نہیں میں ترک کرو غیر کا ولیک
ہووے جو اپنی وضع کے زیبندہ کیجیے

یہ لوحِ سادہ دیر سے گردن کا ہے وبال
جی میں ہے دل پہ نام ترا کندہ کیجیے

عیسیٰ ہیں لب ترے بھی و گر ہو کسی کو شک
ہم سے جو مر رہے ہیں انھیں زندہ کیجیے

عذرِ ستم عبث ہے کہ گزرا وہ جو[1] ہوا
منظور اگر ہے لطف تو آئندہ کیجیے

اتنے ہی گر خفا ہو نہ ملنا پر اب تو شوخ
کچھ ہنسیے، بات کہیے، شکر خندہ کیجیے

قائم تری غلامی سے نکلا جو اب کوئی
قابل ہو بندگی کے اسے بندہ کیجیے

۳۱۰

کوئی ٹک اس کو حال کی میرے خبر کرے
پر اس طرح کہ دل میں کچھ اس کے اثر کرے

موقوف شغلِ گریہ مری چشم اگر کرے
اتنا رہے نہ پانی کہ لب کوئی تر کرے

۱- قائم کے نسخوں میں "جوں" ہے۔

پہلے ہی سوجھتی تھی ہمیں اے شبِ فراق
یہ رات بے طرح ہے خدا ہی سحر کرے

غافل نہ فکرِ زاد سے رہ تو کہ بے خبر
کیا جانے کب یہ قافلہ یاں سے سفر کرے

صندل ہے گو صداع کو نافع پر اے طبیب
اتنا کسے دماغ کہ یہ دردِ سر کرے

کیا جانیے یہ باتیں میں سہتا ہوں کس لیے
ایسا ہے ورنہ کون کہ یوں درگزر کرے

گر کیمیا کسو نے بتائی تجھے تو کیا
اس کی تلاش کر جو ترے مِس کو زر کرے

کہتے ہیں لوگ گالئیں قائم کسو دے گیا
اے کاش یہ سلوک وہ بارِ دگر کرے[1]

۳۱۱

کسے حباب نمط یاں ہوائے افسر ہے
ہے بس جو کاسۂ سر سے کلاہ سر پر ہے

نہ غم برا ہے نہ عیش و نشاط بہتر ہے
سبھی مساوی ہیں یاں یہ فقیر کا گھر ہے

۱- اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر نسخہ ہائے انجمن اور رام پور و انتخاب بلگرامی میں اور دوسرا شعر انتخاب حسرت میں ہے :

کوسوں سے آدمی کو جو دیکھا تو کیا ہوا
وہ چشم ہے جو خال پر اپنے نظر کرے

شب کو تو شغلِ گریہ ہے اور دن کو مشقِ غم
اوقات اس طرح کوئی کب تک بسر کرے

ہماری چشم سے سیکھے کرم کوئی کہ سدا
گُہر یہ بخشے ہے تِس پر بھی شرم سے تر ہے

ہے آہ و نالے سے میرے جہاں پہ عرصہ تنگ
یہ شب ہے ہجر کی یا رب کہ روزِ محشر ہے

کرے ہے آئنہ کیا آستین سے تو صاف
ترے تو ہاتھ سے عالم کا دل مکدّر ہے

شریکِ چشم اسے کر کے کس کو مارا تیں
یہ بے سبب نہیں سرمہ جو گریہ آور ہے

یہ آہ اُس سے نہ دے ہم سری سو کیوں رستم
کسی کے تیر میں سرخاب کا مگر پر ہے

یہ طشت و تیغ یہ ہم کُشتنی، درنگ ہے کیا؟
یوھیں مزاج میں آئے اگر تو بہتر ہے

ہوں مست و چاک کی ہے پیرہن کے دل میں ہوس
بتائے مجھ کو گریباں کوئی کہ کیدھر ہے

ڈبویا آہ تو قائم مجھے بھی اپنے ساتھ
اے بے خبر میں تو جانا تھا تو شناور ہے[1]

۱- اسی غزل کے دو اور شعر نسخۂ رام پور میں ہیں :
گناہ کرتے ہیں کس سے چھپا کے ہم اے دل
وہ آپ دیکھے ہے جس کا ہمیں بڑا ڈر ہے
تو داوری پہ نہ پھول اپنی اس قدر نادان
ترے سوائے کوئی اور بھی تو داور ہے

۳۱۲

سحر ہوئی ، رات بیتی ، مے ہے شیشے میں وہیں باقی
ادر کاساً و ناولہا الا یا ایّہا السّاق
کبھو کالی گھٹا میں کوند بجلی کی نہ ہو ایسی
سیاہی میں مِسی کی ہے جو اُن دانتوں کی بَرّاق
بھلا ہم رند ، زاہد تجھ سے نیکوکار کیوں کر ہوں
ظہورِ مختلف کو چاہتی ہے شانِ خلّاق
مودب ہووے جو معشوق ہم تو اُس کے بندے ہیں
اگرچہ دل کش اس فرقے کی ہے شوخی و شلتاق
بسر لے جائے پیارے کیوں کہ کوئی تجھ سے بدخو سے
کہ نت رنجش ، ہمیشہ ناخوشی ، ہر لحظہ ناچاقی
نہ آنے سے مرے وہ خوش نہ جانے سے میں رہتا ہوں
خدا جانے کرے گی کیا یہ ہر ساعت کی مشتاقی
نہ بے اسبابیٔ دنیا سے قائم تنگ ہو اتنا
اگر فعلِ مسبّب جانتا ہے وصفِ رزّاق

۳۱۳

لبریزِ شوق میرا از بس کہ مو بمو ہے
سمجھا نہ میں یہ اب تک یہ میں ہوں یا کہ تو ہے
اب آ نہ آ کہ یاں تک تیرا خیال چھایا
جیدھر نظر کروں میں اودھر تو رو برو ہے
کل کے عوض بھی آج ہی آؤ تو کیا برا ہے
وعدہ خلاف کرنا سرکار کی تو خو ہے

موجِ نفس سے ناداں غافل نہ ہو کہ تیری
یہ ہستیٔ دو روزہ نخلِ کنارِ جو ہے
شبنم کے برگِ گل پر ڈھلنے سے میں یہ سمجھا
جو دیدہ ور ہے اُس کو شوقِ رخِ نکو ہے
سرسبز کیوں کہ ہووے جادہ کہ رہرووں کو
طولِ امل کا دینا نت مانعِ نمو ہے
سر رشتۂ سخن کو قائم اگر تو سمجھے
جو کچھ کہے ہے کوئی اُس کی ہی گفتگو ہے

۳۱۴

تیری زباں سے خستہ کوئی ، زار ہے کوئی
پیارے یہ نحو حرف و یہ گفتار ہے کوئی[1]
ٹھوکر میں ہر قدم کی تڑپتے ہیں دل کئی
ظالم ادھر تو دیکھ ، یہ رفتار ہے کوئی
تجھ سے لگیں تھیں آنکھیں پھنسا مفت میں یہ دل
تقصیر تھی کسی کی ، گرفتار ہے کوئی
چارہ نہیں ہے جس کا کسی چارہ داں کے پاس
مجھ سا بھی اس جہان میں ناچار ہے کوئی
جوں شاخِ گل ہے فکر میں میری شکست کی
میرا گر اس چمن میں ہوادار ہے کوئی
ہر سو لیے پھروں ہوں دلِ خستہ میں بتاں
اس جنس کا بھی تم میں خریدار ہے کوئی ؟

۱- ایک اور مطلع انتخاب حسرت میں ہے :
مجھ سا بھی تیری چشم کا بیمار ہے کوئی؟
جینے کی جو ہو شکل سے بے زار ، ہے کوئی؟

ظالم خبر تو لے کہیں قائم ہی یہ نہ ہو
نالان و مضطرب پسِ دیوار ہے کوئی

۳۱۵

کیوں جائے کو چنی تری زلفوں میں پھنسے کی
کہیں لہر آترتی بھی ہے کالے کے ڈسے کی
کیا ہے کہ دل آس زلف سے اب تک نہ پھر آیا
تھی شرط مری آس کی تو اک رات بسے کی
یاں ہم ہیں تو اے چرخ شش و پنج نہ کرنا
بھیجے ہے بلا بھی کوئی تو پیش پسے کی
نیلم کو نہ کندن پہ یہ جلوہ ہو جو پیارے
ہے حسن ترے منہ پہ سیاہی کا مسے کی
کب گریہ سے قائم کو سروکار تھا نِس دن
یہ جتنی خرابی ہے سو ٹک تجھ سے ہنسے کی

۳۱۶

مر جائیے، کسی سے پر اُلفت نہ کیجیے
جی دیجیے تو دیجیے پر دل نہ دیجیے
موتی سے آنسوؤں کو نہ کھو رائگاں تو چشم
دولت خدا نے دی بھی تو اتنا نہ چھیجیے
کیا ساغرِ ہلاہل و کیا جامِ آبِ خضر
آ جائے بزمِ دوست میں جو کچھ سو پیجیے
مذہب میں اپنے زندگیِ ننگِ کفر ہے
مر جائیے تو نامِ مسیحا نہ لیجیے
تارِ نفس سے سِل نہ سکا زخمِ داغِ دل
رشتے سے کیوں کہ چاک کو شعلے کے سیجیے

پتھر گلا دیے ہیں مرے ہر سخن نے یاں
بارے کبھو تو آپ بھی سن کر پسیجیے
قائم یہ کب کہا میں کہ جینا برا ہے لیک
جینے کے ہیں جو طور گر اس طرح جیجیے

۳۱۷

کس دن مرے جنوں کی خبر دشت تلک گئی
سن کر جسے نہ قیس کی چھاتی دلک گئی
برسات کی ہے رات، میں تنہا، تری گلی
مارا پڑا ہوں آج جو بجلی چمک گئی
ان خوش چھبوں کی ہائے رے یہ تنگ پوشیاں
ذرّہ نہ کسمسائے کہ چولی مسک گئی
نکلے ہے ریم چشم سے میری بجائے اشک
بس گریہ تیرے ہاتھ سے چھاتی تو پک گئی

قطعہ

اے ریش رو سیاہ ترا، پیش مہ وشاں
عزت مری سبب سے ترے یاں تلک گئی
کچھ لگ چلا تھا رات میں بولا کہ "خیر ہے
حضرت مزاج آپ کی کیدھر بھک گئی؟"
قائم شب اس کے گھر میں مرا جی دہل گیا
زنجیرِ در جو باد سے بھی ٹک کھڑک گئی[1]

۱- نسخۂ انڈیا آفس میں اس غزل کے حاشیے پر اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر درج ہیں جو کاتب سے مختلف خط میں بعد کا اضافہ ہیں۔ یہ دونوں شعر اور کسی نسخہ میں نہیں ملے:

هم دم نہ پوچھ مجھ سے کچھ اس مغ بچے کا حال
جلوے کو جس کے دخترِ رز دیکھ چھک گئی
ناصح نہیں ہے چشم پہ کچھ حکم تو مرا
یہ رو سیاہ جن سے کہ اٹکی اٹک گئی

۳۱۸

کیوں کہ تجھ ہجر میں آرام سے سونا ہووے
خوب کانٹوں کا نہ جب تک کہ بچھونا ہووے
خاک سمجھا ہے میں سونے کو خوشی سے اپنی
ورنہ جس خاک کو لوں ہاتھ میں سونا ہووے
درد میٹھا ہے ، تنک لون چھڑک سینے میں
خوش لگے ہے جو مٹھائی پہ سلونا ہووے
شمع ساں عمر کٹی اپنی تو جلتے ہی یہاں
رو چکے کوئی جو اک رات کا رونا ہووے
جیتے جی ہم تو نہ جنت کی طرف میل کریں
گور سا بھی جو کہیں مرنے کو کونا ہووے
کل پہ رکھتے ہو مرے قتل کو کاہے کے لیے
ہو چکے آج ہی وہ کیوں نہ جو ہونا ہووے
منع قائم تجھے رونے کو کرے ہے یاں کون
شوق سے رو نہ جو عالم کو ڈبونا ہووے

۳۱۹

شب غم سے ترے جان ہی پر آن بنی تھی
جو بال بدن پر ہے سو برچھی کی انی تھی
شب گریہ سے وابستہ مری دل شکنی تھی
جو بوند تھی آنسو کی سو ہیرے کی کنی تھی
بے دردی ہے فرہاد سے نسبت مجھے کرنا
آخر یہ جگر کاوی ہے وہ کوہ کنی تھی
میں کشتہ ہوں اسباب کا تیرے شہدا کے
گر چلتے میں کچھ ساتھ لیا بے کفنی تھی

یک عمر رکھی غرق بہ خوں چاک گریباں
ہم کو بھی کبھو خواہشِ گل پیرہنی تھی
اب گریہ تعجب ہے تجھے لختِ جگر کا
اک وقت تو یاں کانِ عقیقِ یمنی تھی
قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ
اک بات لچر سی بہ زبانِ دکھنی تھی

۳۲۰

مردنِ دشوار میں یہ جان بے تقصیر ہے
حسرتِ دل سو طرف سے اس کی دامن گیر ہے
خونِ ناحق سے مرے تو بھی ہوا کچھ منفعل
غرق آبِ شرم میں اب تک دمِ شمشیر ہے
ڈر ستم کرنے سے اے ظالم یہ کچھ لازم نہیں
آہ ہر مظلوم کی میری سی بے تاثیر ہے
گرم رفتن ہو کہ شعلہ قید میں آتا نہیں
موجِ آتش گو سراسر صورتِ زنجیر ہے
کیمیا چاہے ہے گر قائم تو دے دل کو گداز
ٹک یہ پارا آنچ پر ٹھہرا تو پھر اکسیر ہے

۳۲۱

خوب ہی عاشق کو اپنے تم تو بہکاتے رہے
گھر کہاں اور کس جگہ پر اس کو ٹہلاتے رہے
ہاتھ پھیلائے تو مثلِ برق ملنے کو ترے
پر ملے جب تک کہ تو ہم آپ ہی جاتے رہے

شعلہ زن تھی عشق کی آتش ز بس سینے میں رات
جل بجھا دل جب تلک ہم جی کو سنکواتے رہے

گم ہوا سررشتہ ایسا کام کا اپنے کہ آہ !
پھر نہ سلجھا جس قدر ہم اس کو سلجھاتے رہے

ہے رفوے صرف سے جامے کا میرے تار و پود
بس کہ میں پھاڑا اسے اور یار سلواتے رہے

شیخ جی گر امر ہو میں بھی کروں کچھ التماس
آپ تو خاطر میں جو آیا سو فرماتے رہے

شب تو محرم غیر سے چلنے میں کچھ باقی نہ تھی
پر نہ جانے کس لیے ہم ٹال کر آتے رہے

اب بھی کچھ جانے تو قائمؔ عشق سے باز آ کہ یار
ایک عالم کے اسی قصے میں گھر جاتے رہے

۳۲۲

روز و شب ہے حالتِ انجامِ مےنوشی مجھے
کس کی آنکھوں نے کیا پیغامِ بےہوشی مجھے

گو بہ ظاہر تو گلے لگتا نہیں میرے تو کیا
ہے تصور سے ترے ہردم ہم آغوشی مجھے

منحصر ہے شرحِ سوزِ دل پہ میری زندگی
شمع ساں مرتا ہوں گر یک دم ہو خاموشی مجھے

شب کی ہی بدمستیوں سے ہوں میں ساقی منفعل
آج تو کرتا ہے پھر تکلیفِ مےنوشی مجھے

منہ سے منہ لگنے کی قائم کی تو تھی آس سے میں گھات
لیک کرنے دے ہے کب وہ شوخ سرگوشی مجھے[1]

۳۲۳

نیا ہر لحظہ ہر داغِ کہن ہے
بہار سینہ رشکِ صد چمن ہے
دھن تیرے کو پایا بات کہتے
ہماری جز رسی میں کیا سخن ہے
یہ صحرا ہے بھلا دیکھیں تو بارے
جنوں کیسا ترا دیوانہ پن ہے
نہ جمعِ رخت سے خوش ہو کہ اک روز
ترا منصب وہی دس گز کفن ہے
وہ گویا زخم ہے چہرے کے اوپر
جو بے لطفِ سخن کوئی دھن ہے
دلا پوچھ ہم سے احوال غم آباد
کہ اپنا تو وہی بستی وطن ہے
فقط شاعر نہیں ہم بلکہ قائم
ہمارا ایک ادنیٰ یہ بھی فن ہے[2]

۱۔ اسی ردیف و قافیہ میں تین شعر انتخاب حسرت میں ہیں :
اہل دل بھی پردہ دار راز مے نوشاں نہیں
آئینہ ہے شیشہ و ساغر کی سرگوشی مجھے
جس نے دیکھا تعزیت خانے کو میرے ہنس دیا
ظاہرا کچھ نخل ماتم سے تھی ہم دوشی مجھے
یاد میں کس بت کی آیا ان دنوں مصروف ہوں
ہے خدا کے نام سے قائم فراموشی مجھے

۲۔ اسی ردیف و قافیہ میں ایک شعر انتخاب حسرت میں :
شہید غمزۂ خوں ریز ہوں میں
مجھے کب حاجت تیغ و کفن ہے

۳۲۴

شب تنِ زار ملا ، آہ کے سر رشتے سے
سوزنِ گم شدہ جوں آئے نظر رشتے سے
دام کیا کم تھا رگِ گل کا اسیری کو مری
کہ بندھائے تو فلک اور یہ پر رشتے سے
دل میں نا کس کو جگہ دینی سراپا ہے زیاں
شمع کا داغ نہ ہو کیوں کہ جگر رشتے سے
کون سا فخر اگر یار ہیں مجھ سے یک جا
منتظم ہوتی ہی ہے سلکِ گہر رشتے سے
ساتھ یاں دم کی کشاکش کے ہے یوں عقدۂ دل
دانے ہوں سبحہ کے جوں زیر و زبر رشتے سے
اہل جوہر کو مناسب نہیں ناجنس سے ربط
دم بہ دم پہنچے ہے گوہر کو ضرر رشتے سے
مر گئے پر بھی نہیں جانے کی قائم یہ مروڑ
وہ جو بل ذات میں ہے جائے کدھر رشتے سے

۳۲۵

یا رب ، کوئی اس چشم کا بیمار نہ ہووے
دشمن کے بھی دشمن کو یہ آزار نہ ہووے
صورت میں تری گر نظر آوے ملک الموت
جی دینا کسو طرح سے دشوار نہ ہووے
بہتر ہے کہ ہو مرغِ دل اور چنگلِ شاہیں
پر دامِ محبت میں گرفتار نہ ہووے
دوراں نہ کرے یار کو محفل کی مری شمع
تا روز مرا مجھ پہ شبِ تار نہ ہووے

پیارے میں جو کچھ سادہ دلی سے یہ کہا ہے
زنہار کہیں غیر سے تکرار نہ ہووے[1]
اپنی تو مجھے فکر کچھ اتنی نہیں لیکن
ڈرتا ہوں کہیں تم سے وہ بیزار نہ ہووے
قائم میں سنے ہیں مرض عشق کے احوال
مر جائے تو بہتر پہ یہ آزار نہ ہووے

۳۲٦

دامانِ گل تئیں ہے کہاں دسترس مجھے
تکلیفِ سیرِ باغ نہ کر اے ہوس مجھے
بھٹکا میں وہ نہیں کہ ملوں قافلے سے پھیر
کیوں بے دماغ کرتی ہے بانگِ جرس مجھے
بیگانہ ہو وہ مجھ سے میں جس کا ہوں آشنا
کیا کیجیے نہیں ہے محبت سے بَس مجھے
ساقی نہ کھینچ مجھ کو تو مستوں کے دور میں
اک گردشِ نگاہ ہی تیری ہے بس مجھے
میری ازل سے ہے گروِ حزن زندگی
جوں نَے دیا ہے نالہ بجائے نفس مجھے
یہ دل وہ جنس ہے کہ دیا گر کہیں اسے
دھڑکا یہی رہا کہ نہ دے باز پس مجھے
قائم میں عندلیبِ خوش آہنگ تھا پہ حیف!
زاغ و زغن کے ساتھ کیا ہم قفس مجھے

۱- یہ دو شعر قطعہ کے ہیں -

۳۲۷

چشم اگر تا بہ شب یوھیں رووے
دیکھیے حالِ خلق کیا ھووے
نہ لگا دل کو اس کی مژگاں سے
اپنے حق میں تو کانٹے مت بووے
میں اور اس بت کے دام میں پھنس جاؤں ؟
پر کسی کی خدا نہ مت کھووے !
پاک طینت ھے یاں وہ اے ساقی
جس کے دل کا غبار مے دھووے
ٹھگ کی گٹھری پہ تاک ھے قائم
تو جو اپنے کسی جگہ سووے

۳۲۸

گو ھم سے تم ملے نہ تو ھم بھی نہ مر گئے
کہنے کو رہ گیا یہ سخن دن گزر گئے
کس سے سنا ھے تیں کہ یہ ھے خوش دلی کی جا[1]
رنج و تعب ھی ھم نے تو دیکھا جدھر گئے

۱- رام پور اور انجمن کے نسخوں میں اور انتخاب حسرت و بلگرامی میں یہ مصرع ھے :

کہتے ھیں خوش دلی ھے جہاں میں ، یہ سب غلط

نسخۂ انڈیا آفس کے متن میں بھی یہی مصرع ھے لیکن کاتب دیوان جیسے خط میں حاشیے پر بدل کر '' کس سے سنا ھے '' ۔ کر دیا گیا ۔ ایشیاٹک سوسائٹی کے نسخے میں یہ مصرع اسی طرح ھے ۔

بھٹکا پھروں ہوں یاں میں اکیلا ہر ایک سمت
اے ہم رہانِ پیش قدم تم کدھر گئے

صیاد اب تو چھوڑ کہ پہنچیں چمن تلک
چھوڑے کا تب کے فائدہ جب بال و پر گئے

روئے گی کب تک اے مژۂ اشک بار بس
اب کیا مجھے ڈبوئے گی جل تھل تو بھر گئے

جی بچ چکا ہے ایسے چھمیوں کے ہاتھ سے
دل دیکھنے کو لے کے جو ظالم مکر گئے

قائم خدا کے واسطے مت گل رخوں سے مل
اس چہچہے میں یار ہزاروں کے گھر گئے

۳۲۹

لگ کے پھر دل نہ چھٹے جس سے تنک لاگ لگے
گر یہی کچھ ہے محبت تو اسے آگ لگے

کیا بیاں کیجے تبِ دل کی حقیقت محرم
وہ ہی سمجھے ہے اسے جس کو یہ بیراگ لگے

آہ کیا جنسِ وفا جل نہ بجھیں سینے میں
طرح اس گھر کی کہ ناگاہ جسے آگ لگے

عید کا چاند ہوئے نام ہی سن چاہ کا تم
دیکھیں اب اور کوئی روز میں کیا بھاگ لگے

کیا کہوں تجھ سے میاں شیخ کی میں پیل تنی
خاصے گینڈے ہیں جو پیشانی میں اک کھاگ گئے

کوئی بھی ڈھنگ ہے اس خستہ کے جینے کا سجن
جس کے پیچھے کہ محبت کا تری ڈاگ[1] لگے
قائم استاد گنیں ہم تو فسوں میں تجھ کو
زلف کا اس کی ترے ہاتھ اگر ناگ لگے

۳۳۰

جوں طفلِ سرشکِ ارغوانی
پامال ہوئی مری جوانی
ہر سانس گراں ہے تن پہ میرے
اللہ رے ضعف و ناتوانی
دو چیز ہیں یادگارِ دوراں
تیرا ستم ، اپنی جاں فشانی
ہے رشک مجھے پیام بر تک
گو تجھ سے کہے مری زبانی
غافل ، نہ فلک کو دیکھتا چل
نوابی ہے تجھ کو یا کہ خانی[2]
ہر نقشِ قدم تلے ہے تیرے
یاں ابن فلاں و واں فلانی

۱- ڈاگ : ڈاک -

۲- اس کی بجائے نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی میں یہ شعر ہے :

ٹک دیکھ تو زیر پا بھی غافل
کب تک یہ غرور و سرگرانی

نسخۂ انجمن میں یہ دونوں شعر ہیں - ایک متن میں ہے اور دوسرا (”ٹک دیکھ تو“ - الخ) حاشیے پر -

قائم نہ دوائے داغِ دل کر
کیا جانے ہے کس کی یہ نشانی

۳۳۱

فہم کے ساتھ جو شناعت ہے
اپنے آئین میں وہ طاعت ہے
بعد خط اُس سے ہم ملیں گے کہ اب
نوبتِ اہلِ استطاعت ہے
بو نہ یاں تخمِ آرزو کہ ہوس
کب یہ دل قابلِ زراعت ہے
غیر کی غیر جانے یاں تو میاں
ایک بوسے پہ بھی قناعت ہے
قتلِ دشمن ہے کام کیا قائم
مارنا آپ کو شجاعت ہے

۳۳۲

آمد میں میں اشکِ نا تواں کی
ٹکڑوں سے جگر کے نردباں کی
دیکھے ہے جو مجھ کو سو ہنسے ہے
گویا ہوں میں کشت زعفراں کی
اے دل تو جگہ دے اُس کے غم کو
حرمت ہے ضرور میہماں کی
بلبل کی مری صفیرِ جاں سوز
ہے برق پر اپنے آشیاں کی

کس کس صورت سے جلوہ گر ہے
اللہ رے نمود بے نشاں کی!

اے گریہ بتا میں اب کروں کیا
حالت مری سب پہ تیں عیاں کی

وہ کرتے سخن تو میں سہم کر
پوچھے تھا یہ بات ہے کہاں کی

قطعہ

اے دل جو یہ پوچھے تجھ سے قائم
تیں شاعری میری امتحاں کی
کہہ طوطیٔ ہند ہے تو پیارے
کیا پوچھنی ہے تری زباں کی

۳۳۳

جز سیرِ دل اب اور کتابت نہ سبق ہے
جی اٹکے ہے جس میں وہ یہی ایک ورق ہے

مارا ہے وہ کس خستہ کو ایسا کہ مری جاں
اب تک دمِ شمشیر خجالت سے عرق ہے

ہر چند نشے میں تو کئی ڈول کے ہیں رنگ
پر صوفی پنے کی بھی عجب صاف رمق ہے

دیکھو تو یہ خوں ناب میں ہے داغِ دلِ زار
یا مہرِ جہاں سوز چھپا زیرِ شفق ہے

حقا کہ نہیں کچھ حق و باطل سے مجھے کام
فرمائیں جو کچھ آپ مرے حق میں وہ حق ہے
گھبرائے ہے جی وسعتِ دل دیکھ کے ہر دم
اللہ رے یہ دشت بھی کتنا لق ودق ہے
قائم کا بھی کچھ حال سنا تو نے کسو سے
کہتے ہیں کہ آج اُس کو نپٹ سخت قلق ہے

۳۳۴

دل ڈھونڈھنا سینے میں مرے بوالعجبی ہے
اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے
کیا پوچھتے ہو موجبِ آزردگیٔ یار
دل لے چکے مدت ہوئی اب جاں طلبی ہے
کوچے میں ترے گر یہ چلا آئے ہے شاید
مدفون کسی کشتے کی یاں تشنہ لبی ہے
ہے مفت یہ صحبت کہ کوئی دم میں یہ ساقی
نے جامِ بلوریں ہے نہ شیشہ حلبی ہے
قائم نہ رہے کیوں کہ ترے سامنے خاموش
جائے کہ تو ہے بات بھی واں بے ادبی ہے

۳۳۵

کیا لطف ہے واں رہیے جہاں بے مزگی ہے
اے جی تو نکل جلد کہ دل میں خفگی ہے
اُگتے ہیں مری خاک سے گل حلق بریدہ
شاید کبھو اس کھیت میں تلوار پگی ہے

اللہ رے گل و لالہ کی اس فصل میں جوشش
اطرافِ گلستاں کو گویا آگ لگی ہے

گر مرد ہے لگ چلنے پہ دنیا کے تو مت بھول
اس قحبہ نے اک خلق اسی طرح ٹھگی ہے

صد بحرِ ہوس موج زن اس دل میں ہیں ہر دم
یک قطرۂ خوں آپ اگرچہ ہمگی ہے

قائم تو بہ‌ایں وضع ہے خوباں کا دوانا
اے ننگِ خرد کہہ تو یہ کیا مسخرگی ہے

۳۳۶

سنتا ہی نہیں وہ بتِ گمراہ کسی کی
گو آپ سفارش کرے اللہ کسی کی

نے نالے میں تاثیر ہے نے آہ میں یاں درد
معلوم ہو کس طرح تجھے چاہ کسی کی

توفیق جو بوسے کی نہیں گالی ہی دے لو[1]
رکھ چھوڑنی کیا خوب ہے تنخواہ کسی کی

پھولوں کی چھڑی ہے یہ ترے ہاتھ میں پیارے
یا لختِ جگر سے ہے گتھی آہ کسی کی

تنہا کس سے یہ وعدہ کہ طرح شمع کی قائم
دیکھا کیے ہم صبح تلک راہ کسی کی

۱- قائم کے نسخوں میں ''دولو'' (دوتو ؟) ہے ۔

۳۳۷

کسے گل‌گشتِ گلشن کی ہوس ہے
اسیری کا جگر پر داغ بس ہے
جنوں کے ہاتھ سے گو ناتواں ہوں
گریباں تک تو میری دسترس ہے
کوئی ملتا ہے دل تجھ سے وہ گمراہ
عبث نالاں تو مانندِ جرس ہے
نہ پوچھو مجھ سے گلشن کی حقیقت
برس گزرے کہ میں ہوں اور قفس ہے
ہیں خوب و زشتِ باغِ دھر توام
ہمیشہ گرد گل کے جوشِ خس ہے
ہے میرا نالہ یہ دُور از اثر آہ
گویا ہم طالعِ بانگِ جرس ہے
نہ پھٹکے غیر ادھر خطرے سے میرے
کہ ہردم دزد کو بیم عسس ہے
بغیر از آہ و فغاں کون قائم
مرا اس غم کدے میں ہم نفس ہے

۳۳۸

دوں ہمتوں کے فائدہ کیا اضطراب سے
اک خس کبھو نہ بہہ سکے موجِ سراب سے
ایمن زوالِ چرخ سے ہیں نت گرفتہ دل
ہووے نہ خشک آبِ گُہر آفتاب سے
غصہ دلیلِ کوتہیِ عمر ہے کہ دیکھ
رشتہ ہو صرف آپ ہی میں پیچ و تاب سے

دیں آب نخلِ شعلہ کو آنکھوں سے دل جلے
یہ عقدہ حل کیا ہے میں اشکِ کباب سے
شہرت طلب ہے شیخ تو پی اور پلا شراب
مشہور تر ہے پیرِ مغاں آفتاب سے
ذرہ سا نم سرشک سے میرے گرے جہاں
کم تر ہے واں یہ ہفت فلک اک حباب سے
قائم مقام ہووے مرا صومعہ کے بیچ
تجھ بن رکھوں جو کام کسی شیخ و شاب سے

۳۳۹

بانگِ مسجد سے کب اُس کو سرِ مانوسی ہے
جس کے کانوں میں بھرا نالۂ ناقوسی ہے
بے تواضع کے نہ ہو عزتِ انساں کا نمو
کوئی[1] اس نخل کی بالیدگی معکوسی ہے
اشک سے کیوں نہ مرا راز ہو عالم پہ عیاں
محرمِ خانہ مرا درپئے جاسوسی ہے
ایک شب جن نے تری بزم میں پائی ہے راہ
شمع کی طرح وہ نت محوِ قدم‌بوسی ہے
یہ جو امید ہمیں وصل کی تیرے ہے غلط
اے خوشا حال اُنھیں کا جنھیں مایوسی ہے
حضرتِ شیخ کے رونے پہ نہ جانا تُو کہ یہ
زرق ہے، ریو ہے، تزویر ہے، سالوسی ہے

۱- کوئی : کیا ۔

ہیں جو پرداز ترے داغ میں دل کے قائم
ساتھ اس حسن کے کب جلوۂ طاؤسی ہے[1]

۳۴۰

مت کہہ کہ رات اُس سے وعدہ ٹھہر چکا ہے
ایسے تو وہ ہزاروں اقرار کر چکا ہے
اب چشمِ گریہ‌پیما صرفہ ہے کیا جہاں کا
سیلابِ خوں سے تیرے جل تھل تو بھر چکا ہے
یوں تم کسی طرح سے دو غیر کو چڑھاوے
اپنی تو وہ نظر سے کب کا اتر چکا ہے
کہتے ہو دل ادھر دے تم کیا کرو گے دل کا
وہ ہی ہے جو نظر سے آگے گزر چکا ہے
مت جا شمارِ دم پر قائم کے تو کہ پیارے
یہ خستہ فی‌الحقیقت مدت سے مر چکا ہے

۳۴۱

کیا جانے ہم کہاں ہیں اور دین و دل کدھر ہے
عالم میں تفرقہ کے کس کی کسے خبر ہے
آرام سے کوئی دم کٹ جائے گر جہاں میں
ہم عمر صد خضر[2] کی اک فرصتِ شرر ہے

۱۔ دو شعر انتخاب حسرت میں ہیں :
موجب ضعف ہے گر نالہ رہا سینے میں
ورنہ کچھ دل کی رکاوٹ کی بھی محبوسی ہے
زلف کی طرح رہے کیوں نہ پریشاں قائم
شعر کہنے میں اسی مرتبہ منحوسی ہے

اس بحر سے اگرچہ جوں موج جائے ہے تو
پر ساتھ ہے وہ تیرے جدھر تجھے سفر ہے

جز کا وکن کسی نے حاصل نہ مجھ سے دیکھا
گویا میں ہوں وہ دانہ جو سبز بام پر ہے

ہستی میں ٹھیک کر رکھ راہِ عدم کہ آخر
اک دن اسی طرف سے کرنا تجھے گزر ہے

گم کر تو آپ کو یاں گر چاہتا ہے کچھ ہو
قطرہ جو خوب ڈوبا اس بحر میں گُہر ہے

نالہ جرس کا لیلیٰ ہے آج گریہ آور
مجنوں کی حسرتوں کا شاید یہ نوحہ گر ہے

قائم اسی زمیں کو کہتی ہے طبع پھر کہہ
شاید کہ دل میں کوئی مضمونِ شعر تر ہے

صدموں سے یاں طپش کے اب بال ہے نہ پر ہے
اے شوقِ پرفشانی کہہ تیری کیا خبر ہے

وہ دن گئے کہ لوہو آتا تھا چشمِ تر سے
اب لختِ دل ہے کوئی یا پارۂ جگر ہے

غافل قدم کو اپنے رکھیو سنبھال کر یاں
ہر سنگ رہ گزر کا دو کانِ شیشہ گر ہے

کب برقِ غم کے صدمے ہر ڈھال پر رکیں ہیں
ایسی ستم کشی کو سینے ہی کی سپر ہے

ہم چشمی غیر کی ہم کب کر سکیں کہ اس پر
اتنا تو ہے کہ گاھے دزدیدہ یک نظر ہے

غافل نہ رہیو پیارے عاشق کی دکھ دہی سے
نالے میں بے کسوں کے کہتے ہیں اک اثر ہے
جوں نخلِ شمع قائم یاں وہ نہال ہوں میں
جز اشک و آہ جس کو نے برگ ہے نہ بر ہے

۳۴۲

جس طرف سے تو مری جان پلک مار چلے
باپ بیٹے ہوں جو دو شخص تو تلوار چلے
اس چمن کی ہے ہوا سخت مخالف پیارے
چنگے آئے تھے ترے کوچے میں بیمار چلے
ہر قدم پر ہیں رہِ عشق میں لاکھوں لغزش
وہ ہی نبھتا ہے کوئی گام جو ہشیار چلے
اس جوے خانہ سے مت پوچھ کہ جائے کیوں کر
پونجی لائے تھے کچھ اک دور سے یاں ہار چلے
ہم‌نشیں منع کوئی ہو ہیں ہم اس کوچے سے
ٹک تو لوگوں کی نظر بچنے دے اور یار چلے
قائم آ، رختِ سفر باندھ کہ یاں سے اپنا
جی تو جانے کو نہ چاہے تھا پہ ناچار چلے

۳۴۳

کاہے کو شیخی و ریا چاہیے
جوں بنے یک چند جیا چاہیے
مال کے دل کی ابھی ہوتی ہے چاہ
اور کوئی دن نہ دیا چاہیے

پار ہے اس آہ میں کارِ سپہر
اب کے تنک سانس لیا چاہیے
ہوش کی باقی ہے ہنوز ایک خلش
اور بھی کوئی جام پیا چاہیے
زخمِ دل اس شوخ سے ہے یادگار
اس کو تو ناصح نہ سیا چاہیے
عشق تو قائمؔ نہ ہوا آپ سے
اور ہی کچھ پیشہ کیا چاہیے[1]

۳۴۴

آج اے گریہ خبر لے مرے دیوانے کی
کچھ رکا جائے ہے جی گرد سے ویرانے کی
سایے سے مجھ کو مغیلاں کے تو محروم نہ رکھ
اے کہ قدرت دی ہے عالم کو تو خس خانے کی
آج کی رات جو اس گل کا میسّر ہو وصال
شمع روشن میں کروں خاک پہ پروانے کی
رات لیتا ہے زباں شمع کی منہ میں گل گیر
کیوں نہ پروانہ جلے ، بات ہے جل جانے کی
شیخ ڈھونڈے ہے جو تیں حضرت قائمؔ کو تو دیکھ
اینڈتے ہوں گے کہیں کنج میں مے خانے کی

۱- اسی غزل کا ایک شعر انجمن و ایشیاٹک سوسائیٹی کے نسخوں میں ہے :
تجھ سے وہ کیا دور ہے لیکن ٹک ایک
آئینۂ دل میں ضیا چاہیے

۳۴۵

شکوہ اغیار سے نے یار کی بیزاری سے
جو ہوا ہم پہ سو اس دل کی گرفتاری سے
ہر قدم کوئے بتاں کارگہہِ مینا ہے
دیکھیو بچ کے، سنبھالے ہوئے، ہشیاری سے
رو کے پوچھا میں ''میسّر ہو ترا کیوں کہ وصال؟''
ہنس کے کہنے لگا '' طالع کی مدد گاری سے!''
شور تجھ حسن کا گر عالمِ علوی میں نہیں
مہر و مہ جھانکے ہیں کیوں پردۂ زنگاری سے
غافل اس لب سے بہ مقدور حذر اولیٰ تر
گھر اک عالم کا جلا ہے اسی چنگاری سے
ہائے رے لپٹیں تری زلفوں کی سبحان اللہ
کم ہیں خوبی میں یہ کس نافۂ تاتاری سے
ارث ٹھہری ہے گویا عشق ہمارے گھر کی
جو موا ہم میں سو آخر اسی بیماری سے
حسن کو تیرے میں یوسف[۴] سے مقابل کرتا
کون روکش ہو پہ ہر سوقی و بازاری سے
مے نہ جس روز میسّر ہو کوئی بنگ کا قرط
کچھ نہ کچھ شغل بھلا ہوئے ہے بیکاری سے
دار سے کاہے کو منصور نے دیکھا تھا یہ رنج
جو بلا سر پہ مرے آئی ہے ناداری سے
ہائے قائم نہ تری آنکھ پسیجی اک دن
ابر روتا ہے سدا خوفِ سیہ کاری سے

۳۲۶

کب نالہ بلائے جاں نہیں ہے
کب آفتِ دل فغاں نہیں ہے
کب چشم پہ ناگوار نہیں خواب
کب دل پہ نفس گراں نہیں ہے
ہے کون سا دم کہ تازہ نوحہ
سر جوشِ لب و دہاں نہیں ہے
کس دن تہِ دل بہ رنگِ اخگر
صد آتشِ غم نہاں نہیں ہے
کب رات ہوئی کہ چشمِ تر سے
خوں نابۂ دل رواں نہیں ہے
سب کچھ ہے جو چاہیے ، مگر صبر
اک جنس ہے وہ کہ یاں نہیں ہے
بس تا بہ کجا اٹھائیں یہ غم
کیا ہم ہیں تو ہم میں جاں نہیں ہے
کہتا میں نہیں کہ ظلم ہے بد
پر خوب تو مہرباں نہیں ہے
اس منہ سے نہ چہرہ ہو تو اے گل
تیرا یہ لب و دہاں نہیں ہے
سو بات کہوں پر اس کے آگے
گویا منہ میں زباں نہیں ہے
یاں تک سویا میں بختِ بیدار
کھلی آنکھ تو کارواں نہیں ہے

ہوئی جائے ہے رات صبح آ مان
پھر ملنے کا دن گماں نہیں ہے
کیا کہتے ہیں ایسی ہٹ کو پیارے
ہوئی ناں[1] تو پھر ہاں نہیں ہے
قائم سا عزیز خوار ہو، حیف
کوئی ہند میں قدر داں نہیں ہے

۳۴۷

ممکن نہیں دل سے تاب و تب جائے
شعلے کے جگر سے آگ کب جائے
کب آئے گا پھر وہ اے ہوا خواہ
جاتا ہے اگر کوئی تو اب جائے
پامال کیا جو فوجِ غم نے
دل نام بھی شہر تھا عجب جائے
کُو گریہ کہ ہے غبار دل پر
کچھ سینہ ہو اگر تو گرد دب جائے
اے غم ہے یہ دل مقامِ خوباں
ایسا نہ ہو یاں تو بے ادب جائے
جاتا ہے تو[2] جائیو پہ ظالم
دو چار گھڑی تو اور شب جائے

۱- ناں : نہ ۔
۲- قائم کے تمام نسخوں میں ''جاتا تو ہے'' ہے ۔ جامعہ کے مطبوعہ نسخے کی مدد سے یہ اصلاح کی گئی ۔

میں اور سرِ کوے یار قائم
گو نام رہے نہ یا نسب جائے

۳۴۸

ویسی ہی آہ ، وہ ہی نالا ہے
اب بھی یاں فضلِ حق تعالا ہے
اے طپش یک دو روز اور بھی صبر
زخم دل کا ہنوز آلا ہے
دل ہے یا رب کہ چشمۂ خوں ہے
چشم ہے یا لہو کا نالا ہے
سوزِ پروانہ یوں سنے ہے چراغ
کان میں جیسے تیل ڈالا ہے
اے طلب گارِ منزلِ مقصود
کیوں تو بارِ سفر کو ڈھالا ہے
کل ہے یہ بھی کہ ہاتھ میں ہو گُہر
آج گو پاؤں بیچ چھالا ہے
چشم بر راہ ہوں میں کسی گل کے
آج یاں کون آنے والا ہے
نہیں اُترتا گلے سے جوں نرگس
منہ میں سونے کا گر نوالا ہے
دیکھ قائم یہ وہ ہے طفلِ سرشک
ہم جسے خونِ دل سے پالا ہے

۳۴۹

بات جب اس زبان پر آئی
تیغ گویا فسان پر آئی
ہم ہی آئینہ دار تھے اُس کے
یاں جو طوطی بیان پر آئی
دیکھیں کرتا ہے کون سینہ سپر
جب وہ تیغ امتحان پر آئی
میرے جلنے کی قدر سمجھے ہے وہ
جس کے برق آشیان پر آئی
بل بے جرأت میں راز دل نہ کہا
بات جب تک کہ جان پر آئی
یوہیں طوفاں طرازہیں جو یہ چشم
تو پھر آفت جہان پر آئی
کھل گیا آپ ہی آپ کچھ قائم
کیا بلا اس جوان پر آئی

۳۵۰

کوئی اپنی خاطر ایسا کہیں اک مکان ہووے
کہ نہ یہ زمین ہو واں نہ یہ آسماں ہووے
میں کیا تو ہے مس اپنا بہ نمود زر سے بہتر
پر اسی میں خیریت ہے جو نہ امتحان ہووے
رہ و رسمِ ناز پیارے ہے قدیم طورِ خوباں
پہ نہ اس قدر کہ جی کا کسی کے زیاں ہووے

میں تمام رات تجھ بن درِ غیر پر سحر کی
نہ خدا کرے کسی سے کوئی بدگمان ہووے

نہ خفا ہو مجھ سے قائم کہ روا ہے اُس سے رنجش
جو کوئی کہ اک دو دم کا کہیں میہمان ہووے

۳۵۱

کیا کیا عدم میں ہم پر ظلم و ستم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے اور ہائے ہم نہ ہوں گے

قلموں کے وصف اُس کی چھپ چھپ لکھے ہیں تو نے
اے خامہ ہاتھ تیرے کیوں کر قلم نہ ہوں گے

دریا دلی میں ساقی دیکھی تری کہ تو نے
یہ مے دی جس میں لب بھی اپنے تو نم نہ ہوں گے

یوں مجھ کو قتل کر تو لیکن یہ ہے کہ پیارے
مارے سے ایک میرے عاشق تو کم نہ ہوں گے

مسفتِ نظر ہے قائم سیرِ وجود ورنہ
آئے نہیں عدم سے یا پھر عدم نہ ہوں گے

۳۵۲

جو کچھ کہ اس میں ہو شادی و غم غنیمت ہے
تو بے خبر ہے اس عالم سے، دم غنیمت ہے

۳۵۳

خدا کسی پہ کسی دل کو مبتلا نہ کرے[1]
یہ ابتلا ہے بری طرح کا خدا نہ کرے

۱۔ نسخۂ انجمن ، رام‌پور اور انتخاب بلگرامی میں یہ مصرع اس طرح ہے :
خدا کسی سے کسی دل کو آشنا نہ کرے

بجھا نہ جل کے کوئی لعلِ آتشیں سے ترے
کسی کے دل میں الٰہی یہ آگ جا نہ کرے

کہیں سنا ہے کہ رنجورِ عشق کو ہو شفا
کبھو طبیب سے اس درد کی دوا نہ کرے

ہم اپنے وعدے کے دن بھر چلے اب اے ظالم
تو گو وفا کرے وعدہ کو اپنے یا نہ کرے

کسی بلا میں پھنسے، قید ہوئے، جان سے جائے
پر آدمی کو خدا تجھ پہ مبتلا نہ کرے

ہزار شکل سے سمجھاؤں میں تجھے اے دل
پر اس کو کیا کروں ظالم جو تو کہا نہ کرے

بتوں کی دید کو جاتا ہوں دیر میں قائم
مجھے کچھ اور ارادہ نہیں، خدا نہ کرے[۱]

۳۵۴

تا مژہ دل سے پھر اب اشک کا نم پہنچا ہے
چشمِ بد دور عجب شغل بہم پہنچا ہے

۱۔ نسخۂ انڈیا آفس میں اس غزل کے حاشیے پر کاتب سے مختلف خط میں ایک شعر درج ہے جو بعد کا اضافہ ہے اور کسی دوسرے نسخے میں نہیں ملا۔

پھنسا جو کوئی کہ اس دام میں وہ پھر نہ چھٹا
خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے

دیرِ دل سے تو ہم آگہ نہیں پر سنتے ہیں[1]
یاں سے جو قافلہ بھولا ، سو حرم پہنچا ہے
بے سبب تو نہیں احوال یہ دل کا پیارے
تُو بھی تو پوچھ کہ کیا اس پہ ستم پہنچا ہے
سالک اس وادیِ پُرخوف کا ہوں میں کہ کوئی
آ کے جس راہ میں مقصود کو کم پہنچا ہے
یہ کب اعجاز تھے موسٰی[2] کے عصا میں قائم
جن مراتب کو ترا آج قلم پہنچا ہے

۳۵۵

دس طرف وہ نگاہ لڑتی ہے
کبھو ایدھر بھی آن پڑتی ہے
کس کی مژگاں پھریں کہ نوکِ نفس
پھانس سی کچھ جگر میں گڑتی ہے
زور بستی تھی دل بھی لیکن حیف
بے رئیس ان دنوں اجڑتی ہے
گو کہے شیخ ، نوچی ریش مری
ایسی باتوں سے کیا اکھڑتی ہے

۱- نسخۂ رام پور ، انجمن اور انتخاب بلگرامی میں یہ مصرع اس طرح ہے :
دیرِ دل جانیے کیدھر ہے پہ یہ سنتے ہیں
نسخۂ انڈیا آفس کے متن میں بھی یہی مصرع تھا مگر اسے قلم زد کرکے حاشیے پر '' دیر دل سے '' الخ بڑھا دیا گیا ۔ نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی میں بھی یہی مصرع ہے ۔

کیا ہی مکھڑا ہے وہ کہ جس کے حضور
آئنے کی قلعی آ کھڑتی ہے

کھول ٹک زلف تو کہ سنبل آج
اپنی خوبی پہ حد اکڑتی ہے

قائم آیا ہے پھر وہ بن ٹھن کر
دیکھیں کس کس سے اب بگڑتی ہے

۳۵٦

زاہد درِ مسجد پہ خرابات کی تو نے
جی بھی یوہیں چاہے تھا کراسات کی تو نے

جانے دے بس اب یار کہ یہ بھی نہیں کچھ کم
اعمال کی دل کے جو مکافات کی تو نے

ایدھر تو میں نالاں ہوں اُدھر غیر، نہ جانے ے
اب کس سے مری جان ملاقات کی تو نے

اللہ رے محبت تری تعلیم کہ جو بات
دشوار تھی مجھ پر سو مساوات کی تو نے

قائم رہِ پُر خوف ہے اور دور ہے منزل
کب پہنچے گا ظالم جو یہیں رات کی تو نے

۳۵۷

تا اُس کمر کے غم نے کیا مثلِ مو مجھے
کھویا وہ جائے اب جو کرے جست و جو مجھے

ہمت مری ہوئی نہ کسی مرتبے میں بند
کیا جانے کس مقام کی تھی آرزو مجھے

آخر تو جرمِ عشق سے کرتے ھیں مجھ کو قتل
یک بار اُس کے بھی تو کریں رو بہ رو مجھے

یاں چاھیے ھے زینتِ ظاھر کسے کہ ھے
عریاں تنی میں مثلِ گُہر آبرو مجھے

روؤں نہ مثلِ شیشہ میں ھچکی چھٹ ایک اشک
رکھتا ھے بس کہ گریہ گرہ در گلو مجھے

مانگوں نت اُٹھ کے موت میں اپنی ترے حضور
اتنا تو مت بتنگ کر اے تند خو مجھے

کم ظرف اک دو ساغرِ مے سے کریں ھیں دھوم
بھر دے نہ مثلِ شیشہ تو یاں تا گلو مجھے

قائم ترے تو ننگ سے دوزخ میں ھوں میں آج
لے جائے گا بہشت میں کیا کل کو تو مجھے

۳۵۸

کریں ھم یاد کس کس گلستاں کی
فلک کیا کیا بہاریں تیں خزاں کی

کہیں ھوتے ھیں تجھ سے چشم بد دور
میں کی ھے مدتوں خدمت بتاں کی

نکالا ھے نہ ھم نے عشق میں نام
یہ فن ھے ِارث اپنے خاندان کی

۱- ایک شعر انتخاب حسرت میں :
یا رب ! وہ دن نصیب بھی ھوگا کبھو مجھے
مدت سے اُس کے وصل کی ھے آرزو مجھے

نہ ہو یاقوت تو کس کام کا ڈانک
ہے خوبی تجھ لبوں سے رنگِ پاں کی

چلا جاتا ہے جی باتوں میں تیری
خصوصیّت ہے یہ تیرے بیاں کی

نہیں تن پر مرے اک زخم کی جائے
کوئی یہ بھی طرح ہے امتحاں کی

جو قائم خوبیِ کونین ہے قصد
تو خدمت کر محمد یار خاں کی

۳۵۹

پھرے زمانہ جہاں تک ہے ہم سے یا نہ پھرے
کسی کے پھرنے نہ پھرنے سے کیا خدا نہ پھرے

فلک رلائے تو ہے ہم کو لیک یہ ڈر ہے
کہ بلبلا سا کہیں آپ ہی بہا نہ پھرے

گلی میں جائیو اُس کی سمجھ کے تو کہ نسیم
یہی وہ جا ہے جہاں کا کوئی گیا نہ پھرے

خزاں میں سوءِ مروت ہے چھوڑنا گلشن
ہم اور ہوائے چمن جب تلک ہوا نہ پھرے

ہزار حیف کہ گلچیں ہے اُس جگہ گستاخ
میں جس چمن میں یہ چاہے تھا یاں صبا نہ پھرے

یقیں ہے گور پر آئیں گے اب تری قائم
جو جیتے جی کبھو بالیں پر بھی آ نہ پھرے[1]

۳۶۰

عجب اک پیچ و خم کے ساتھ اس عارض پہ رُوواں ہے
خوشا آتش کہ جس کے گرد اس خوبی سے دُھوواں ہے

۳۶۱

پھر وہی دم کو ترے چرخ اثر دیتا ہے
مژدہ اے نالہ کہ عاشق یہ خبر دیتا ہے[2]
کاہے کو رکھیے زمانے سے تمتع کی امید
بخت دیتا نہیں جس کو یہ ہنر دیتا ہے
وائے غفلت کہ ہے واں قتل کو خنجر کی تلاش
مور یہ خوش کہ زمانہ مجھے پر دیتا ہے
جوں حباب اپنا فلک تازہ بنا کیجے گا
فرصت اک دم بھی ہمیں چرخ اگر دیتا ہے

۱- اس غزل کا ایک اور شعر نسخۂ ایشیاٹک سوسائیٹی و انجمن میں ہے :
مزاج عشق بھی کتنا غیور ہے کہ ہم آہ
موئے بن آئی پر اس در کی راہ جا نہ پھرے

۲- نسخہ ہائے رام پور و انجمن میں مطلع یوں درج ہے :
آج کل تجھ کو فلک گنج و گُہر دیتا ہے
مژدہ اے شوخ کہ عاشق یہ خبر دیتا ہے
لیکن نسخہ انجمن میں ساتھ ہی حاشیے پر کسی دوسرے دیوان کے حوالے سے (در یک دیوان بایں طور بود) متن کا مندرجہ بالا مطلع بھی لکھ دیا گیا ہے -

آگ نالے سے جھڑی بھی تو اچنبھا کیا ہے
یاں ہے جو نخل سو اپنا ہی ثمر دیتا ہے

گریۂ ابر بھی اک چیز ہے پیارے لیکن
داد رونے کی مرا دیدۂ تر دیتا ہے

عشق کا داغ نہ کہہ کیوں کہ سہا جاتا ہے
داغ جو دے ہے وہی شخص جگر دیتا ہے

بارور نخل سے سیکھے کوئی احسان کا طریق
سنگ مارے ہے جو اس کو وہ ثمر دیتا ہے

قدرِ ہستی کا پرکھنا نہیں قائم آساں
وہ ہی سمجھے ہے خدا جس کو نظر دیتا ہے

۳٦۲

یہ نیست و ہست اے دل سب وہم ہی تیرا ہے
جب تھا تو کبھو کیا تھا اور اب نہیں تو کیا ہے

اس کاہ نمط جس سے باندھے کوئی گل دستہ
گو ہیچ ہوں پر مجھ سے جمعیّت دلہا ہے

یوں آدمی کہلاوے ہر گربہ و سگ لیکن
جس سے کہ عبارت ہے انسان وہ عنقا ہے

بے فائدہ اٹھ اٹھ کر دروازے تلک جانا
آتا ہے جسے ہم تک وہ آپ ہی آتا ہے

سن شور میں عالم کا یاں موندے بھی کان اپنے
پر خوب جو دیکھا تو کچھ آپ ہی میں غوغا ہے

اپنا تو دکھی ہے دل نالاں نہ ہوں سو کیوں کر
یہ رسم ہے کچھ جس کو ہو درد وہ روتا ہے
قائم ترے مرنے سے ہے پرغمیں سارا گھر
کہہ تو سہی اے ظالم کیا تجھ کو تمنا ہے؟

۳۶۳

مرا جی گو تجھے پیارا نہیں ہے
پر اتنا بھی تو ناکارا نہیں ہے
ہیں اکثر خوبرو اوباش لیکن
کوئی تجھ سا تو آوارا نہیں ہے
جو دل لے کر ہوئے منکر تم اس طرح
میاں ہم نے بھی کچھ ہارا نہیں ہے
ہزاروں آرزو دل میں گرہ ہیں
پہ کہنے کا ہمیں یارا نہیں ہے
نہ مرنے دیتے ہم قائم کو لیکن
خداوندی سے کچھ چارا نہیں ہے

۳۶۴

ہیں نہ اک خوں سے مرے دیوار و در بھیگے ہوئے
کوہ بھی مثلِ شفق ہیں تا کمر بھیگے ہوئے
صید گاہِ عشق میں کیا قدر اُس بسمل کو[1] ہے
ہوں نہ جس کے خوں میں اپنے بال و پر بھیگے ہوئے
زخم سے اُس نوکِ مژگاں کے جیے عاشق سو کیا
ہیں کسی زہراب میں یہ نیشتر بھیگے ہوئے

۱- کو : کی -

لوثِ عصیاں سے ہے کیا نقصانِ اربابِ صفا
آب میں ہیں غرق پر کب ہیں گُہر بھیگے ہوئے

گریہ قائم گو تھا مژگاں ابھی ہوں گی نہ خشک
مینہ کے پیچھے دیر ٹپکے ہیں شجر بھیگے ہوئے

۳۶۵

کیا دلِ غم زدہ ہوگا تو جسے شاد کرے
یوں تری بندہ نوازی جو کبھو یاد کرے

ہے جو شیریں تجھے خسرو ہی کی جانب منظور
تو عبث کوہ کنی کاہے کو فرہاد کرے

صبر کر کنج قفس بیچ کہ اے مرغِ اسیر
رسم نئیں یاں کہ کسی کو کوئی آزاد کرے

درد و غم، داغ ، ہر اک کا ہے مجھے پاس مزاج
جوں کوئی شخص نئے شہر کو آباد کرے

یاں جو حاکم ہے سو محکوم محبت تیرا
کس کے آگے کوئی جا کر تری فریاد کرے

مر تو گئے دام میں رک رک کے اب آگے قائم
کیا کوئی شکوۂ بد خوئیِ صیاد کرے[1]

۱- نسخہ رام پور میں مقطع کی جگہ یہ شعر ہے :
خوبیِ ابرو کی نئی اس چشم سے ظاہر قائم
سطر اللہ ہر اک مست پہ کب صاد کرے

۳٦٦

دیکھتے غیر کے مری اس سے نگاہ لڑ گئی
کام ہی چل بچل ہوا بات ہی سب بگڑ گئی
ڈالے تو ہے ہوس تو ہاتھ اس کی کمر میں پر ابھی
نکلے ہے یہ مصاحبت چین اگر آدھڑ گئی
پوچھے ہے کیا تو ہم نشیں دل کی خرابی کا بیاں
بستی تو خوب تھی یہ لیک ظلم ستے اجڑ گئی
زاہدِ خشک کا مرے ڈول بندھا تھا ایک رنگ
سو وہ بیانِ کشف میں شیخی تمام جھڑ گئی
کون ہے قائم اس جگہ جس کو نہیں کسی سے ربط
میری ہی چاہ کی فقط شہر میں دھوم پڑ گئی

۳٦۷

رکھے تھا صبر کا دعویٰ تری بیداد کے آگے
کیا تھا جو سو آیا اس دلِ ناشاد کے آگے
خدا جانے ترا دل کس طرح کا سنگ ہے ورنہ
ہو زہرہ آب پتھر کا مری فریاد کے آگے
نہیں ہے جوہرِ ہستی مرا تعطیل کے قابل
خدا جانے کہ کیا صورت تھی اس ایجاد کے آگے
سنا ہے میں کہ دھمکاتا تھا زاہد دخترِ رز کو
کبھو بولے نہ کچھ آ کر کسی داماد کے آگے
پیام آتے ہیں مجھ سے مورِ بے پر کی طرف ہر دم
سلیماں[۴] بات ہے پیارے تری تو باد کے آگے

ترے پاؤں میں مر کر جن نے عمرِ جاوداں پائی
وہ سر کیوں کر جھکے گردونِ بے بنیاد کے آگے
امیر اب اور قائم سا نہیں ہے ہند میں شاعر
کہ زانو تہ کی اُن نے تجھ سے اک اُستاد کے آگے

۳٦۸

اٹھاوے ستم یا جفا، کیا کرے
بچارا یہ دل ایک کیا کیا کرے
میں جاتا ہوں کعبے کو اب دیر سے
بھلا یہ بھی دیکھوں خدا کیا کرے
پھرا مدتوں سر پہ میرے وہ خوار
پہ طالع نہ ہوں تو ہما کیا کرے
ہیں گو لاکھ شکوے لبوں میں گرہ
پہ تجھ سے کا کوئی گلا کیا کرے
ہے قائم تجھے عشق سے دردِ دل
طبیب اس مرض کی دوا کیا کرے

۳٦۹

عوض اُمید کے پھر دل کو یاس آئی ہے
عجب زمانے نے جی سے خلش مٹائی ہے
جو پوچھے لولیِ دنیا کا حال مجھ سے تو پوچھ
کہ ایک عمر میں یہ فاحشہ رمائی ہے
اے عندلیب! جو چاہے سو کہہ پہ سچ تو یہ ہے
ہمیں سے طرز یہ نالے کی تیں اڑائی ہے
جو چاہے تُو کہ کسی سے میں آشنا ہوں بہ دل
تو اُس سے مل کہ جسے دل سے آشنائی ہے

یہ کیا نصیب کہ پوچھے وہ ہم نشیں مجھ کو
سہی[1] تو یوں ہے کہ یہ بات تیں بنائی ہے
صلاح شیخ کے گو معترف ہوں عامیِ شہر
پہ ہم تو جانے ہیں[2] جیسی کہ پارسائی ہے
کرے ہے بخل کریموں کا یاں طلب کو دو چند
سوالِ بوسہ بھی قائم عجب گدائی ہے

۳۷۰

جو کترا خطِّ پشتِ لب کو تیں عالم ہوا راضی
بلے شیریں ہے ہر یک طبع میں حلوائے مقراضی
وہ کیا اک بوسہ جس پر رات تم نے ہم سے منہ موڑا
میاں بیٹھو نہ بس دیکھی تمھاری ہم نے فیّاضی
خوشا حال اُن حریفوں کا کہ جن کا وقت یوں گزرا
کہ اندیشہ نہ استقبال کا نے قصّۂ ماضی
طبیب اُس کو کہوں میں جو مرے احوال کو پہنچے
رکھیں ہیں یوں تو اس فرقے میں سب دعوائے نبّاضی[3]

۱- سہی : صحیح - ۲- جانے ہیں : جانیں ہیں -

۳- نسخہ رامپور میں اس شعر کی بجائے جو شعر درج ہے اُس میں قافیہ غلط بندھ گیا ہے :

نہیں جز نالہ کوئی دم ساز اپنا بلکہ اکثر تو
غلط ہے یہ جو میں کہتا ہوں نالہ کی بھی دم سازی

پہلے مصرع میں الفاظ کی ترتیب بھی غلط ہے - درست اس طرح ہوتا ہے :

نہیں جز نالہ دم ساز اپنا کوئی بلکہ اکثر تو

مے و معشوق سے قائم اگر خوش ہے تو وہ جانے
مجھے کیا کام ان قصوں سے میں ملاّ ہوں یا قاضی؟

۳۷۱

جو دیکھتے ہو اس میں خیالات و خواب ہے
دنیا بھی اک نمونۂ موجِ سراب ہے
کہنے لگا طبیب مرا یہ عذاب دیکھ
مرنا ہی اس مریض کے حق میں صواب ہےاب
ہوتی نہیں شمارِ نفس میں کہیں تمام
یا رب یہ شب مری ہے کہ روزِ حساب ہے؟
کس رو سے کچھ سوال کروں میں کہ ہم نشیں
اکثر مرے جواب کا یاں تو جواب ہے
قائم عبث ہے قصدِ رہائی کہ مثل موج
جب تک کہ تو ہے ساتھ ترے پیچ و تاب ہے[1]

۱- نسخۂ انڈیا آفس میں اس غزل کے حاشیے پر کاتب سے مختلف خط میں دو شعر درج ہیں جو بعد میں لکھے گئے ہیں - ان میں سے پہلا شعر نسخۂ انجمن میں بھی موجود ہے لیکن دوسرا شعر اور کہیں نہیں ملا ؎

تعمیر کیوں کہ کیجیے ویراں سرائے دل
اک گھر ہے یہ کہ لاکھ جگہ سے خراب ہے
نقطے سے خالِ گوشۂ ابرو کے ہے عیاں
دیوانِ حسن بیچ یہ بیت انتخاب ہے

۳۷۲

نسبت ہے آفتاب کو کیا روئے یار سے
ہے فرق شمع بزم کو شمع مزار سے
مدّ نظر ہیں یاں جگرِ خوں شدہ کے داغ
تسکین جی کو اپنے ہو کس لالہ زار سے
دیکھا میں یاں تو بخت نے کچھ یاوری نہ کی
ناچار چلیے اور کہیں اس دیار سے
سنّاٹے کے ساتھ ابھی جان ہے ہوا
پیچش نہ کر نسیم ہمارے غبارِ سے
اے دیر جلوہ رحم کہ مانندِ آئنہ
پتھرا چلی ہیں چشم مری انتظار سے
دامان شیخ نیفے سے اونچی ہوئے تو کیا
لٹکی پڑے ہے چولی تو نیچے ازار سے
قائم نہیں یہ سختیِ دوراں دو روز بیش
کرتا ہے کیوں گلہ تو غمِ روزگار سے

۳۷۳

کرو ہو بوسے کا وعدہ تم آج اشاروں سے
یہ چھیڑ کیا ہے بھلا ہم خدا کے ماروں سے
نکل کے ابر سے کہتی ہے برق خنداں زناں
کہ خوب‌رو ہیں گریزاں سیاہ کاروں سے
ہے ورع یوں تو عجب کچھ پر عفوِ حق کے تئیں
معاملہ ہے نرالا گناہ گاروں سے

عرق کی منہ پہ تیرے یہ بہار ہے گویا
جڑاؤ ماہ کے اوپر کیا ہے تاروں سے

نہ شیخ منکر مے ہو کہ دیدہ ور ہیں جو مرد
طلب کریں ہیں وہ ہمت شراب خواروں سے

کھلی گہر کی نہ جب ناخنِ صدف سے گرہ
کشاد کار کی پھر کیا طمع ہے یاروں سے

وہ چشمِ آبلہ پھوٹی ہی خوب ہے قائم
کہ جس کے گرد نہ مژگاں آگی ہوں خاروں سے

۳۷۴

مرے حال سے وہ بت آگاہ کیا ہے
جو گزرے ہے مجھ پر خدا جانتا ہے

نہ بالیدہ ہستی پر اپنی ہو غافل
کہ یہ بلبلا کوئی دم میں ہوا ہے

سنا ہے گلِ زعفراں سے یہ میں نے
ہنسا وہ کیا جو کسی کو ہنسا ہے

نہ کر تکیہ حسنِ عمل پر کہ زاہد
یہ کس کو خبر ہے کہ انجام کیا ہے

جو بے عشق ہے وہ نہیں ہم سے قائم
گھرانے میں اپنے کسو کی دعا ہے[1]

۱- اسی ردیف و قافیہ میں چار شعر :

دلا شکوہ کرتا ہے کیا بے کسی کا
نہیں ہے کوئی جس کا اس کا خدا ہے

نہ کر تفرقہ صاف و دُردِ جہاں میں
جو کچھ تجھ کو ساقی دے سو واہ وا ہے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۳۷۵

نہ پوچھو کہ قائم کا کیا حال ہے
کچھ اک ڈھیر ہڈیوں کا یا کھال ہے
جو بیٹھے تو ہے روئے قالیں کا نقش
کھڑا ہو تو کاغذ کی تمثال ہے
کھٹکتا ہے پہلو میں یوں ہم نشیں
کہے تو یہ دل تیر کی بھال ہے
گرفتار ہے جو تری زلف کا
وہ ہر قید سے فارغ البال ہے
اٹھا روند ڈالے اک عالم کے دل
بھلا شوخ یہ بھی کوئی چال ہے؟
اُلجھتا ہے جی شیخ کی ریش دیکھ
وہ سچ ہے مثل بال جنجال ہے
دھڑکنے کا دل پر ہے گاہے ہجوم
گہے چشم گریہ کی پامال ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کسی در سے آ پیش تو ساتھ میرے
جو مرضی تری اس میں میری رضا ہے
نہ میں عشق چھوڑا نہ تیں جور پیارے
مجھے آفریں اور تجھے مرحبا ہے

نسخۂ انڈیا آفس میں یہ چاروں شعر اسی غزل کے ساتھ حاشیے پر درج ہیں لیکن کسی نے بعد میں لکھے ہیں ۔ نسخہ رامپور میں صرف متن کے پانچ شعر ہی ہیں ۔ نسخہ ہائے انجمن و ایشیاٹک سوسائٹی میں ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ درج کیا گیا ہے ۔ انجمن والے نسخے میں یہ حاشیے پر درج ہیں لیکن قطعہ کی صراحت کی گئی ہے جو درست نہیں ہے ۔

یہ گویا درِ دولتِ عشق پر
دل و دیدہ سامانِ گھڑیال ہے

خوش آئے ہے قائم یہی گر زمیں
تو پھر کہہ نہ مضموں کا کیا کال ہے

کہیں امتحاں ہو تو جنجال ہے
تو کھوٹا ہے اور دَدھر ٹکسال ہے

نہ جانے پسِ پردہ بستا ہے کون
کہ یاں ہر دم اک شورِ خلخال ہے

پسارے ہے گل ہاتھ سب کے حضور
ہوا زر تو کیا جی تو کنگال ہے

نہ کھٹکے کسی چشم میں راست رو
حریفِ کج آنکھوں میں پربال ہے

گیا کون سا گل چمن سے کہ آج
جو بلبل ہے واں سر تہِ بال ہے

نہ اک چھن رہا ہے ستاروں سے چرخ
ترے غم میں ہر سینہ غربال ہے

تلے آسماں کے بجز مار روگ
کوئی شخص ہو زیست اشکال ہے

نہیں دیکھتا چاند کے حال کو؟
کبھو تیغ ہے اور کبھو ڈھال ہے

نہ کھا اس کی باتوں پہ قائم فریب
یہ بوسے کا وعدہ نہیں ٹال ہے

۳۷٦

ہے وہ تجھ میں واسطے جس کے تو اس خواری میں ہے
پر خدا جانے کہ تو کس کی طلب گری میں ہے

جزو و کل کے فرق پر مت جا ٹک اک آتش کو دیکھ
ہے جو تودے میں وہی ذرّہ سی چنگاری میں ہے

قصرِ شاہ و کلبۂ درویش میں راحت کہاں
یہ مزا اپنی ہی ٹوٹی چار دیواری میں ہے

اصل فتویٰ اپنے مذہب میں ہے مے پر اے فقیہ
بنگ و بوزا تو یوہیں اک وقتِ ناچاری میں ہے

لے سکے قائم سے جو کچھ لے اُچک اے ناداں شتاب
وہ مسافر آج کل چلنے کی تیاری میں ہے

۳۷۷

ہم نے تو خبر اس لبِ شیریں کی نہ پائی
اک دیر سے کھاتے ہیں یوہیں یار مٹھائی

جھپکی تھی تنک چشم ابھی اے دلِ نالاں
سوتی ہوئی یہ راڑ تو ناحق کو جگائی

جھگڑے کوئی چکتے ہیں اس آنے سے تمھارے
آئے کہ وہیں اٹھ گئے دے کر کے چکائی

بے جوشِ سرشک آتشِ دل بجھتی ہے کوئی
اس تھوڑے سے رونے نے تو اور آگ لگائی

نے دیں سے ہوا مجھ کو نہ دنیا سے نصیبہ
یہ عمرِ شریف آہ میں کیا مفت گنوائی[۱]

کب گریۂ شبنم پہ دلِ غنچہ ہوا نرم
رو کر کے عبث کیجیے کیوں لوگ ہنسائی

اے چشم تو نشمردہ کرے صرف زرِ اشک
اس خرچ کی ہے آپ کو کب عہدہ بر آئی

کیا جانے چھٹیں قید سے کب چرخ کی قائم
بے طرح یہ خاک اب تو بگھولے[۲] میں گھر آئی

۳۷۸

تو اپنی سی دل کی خو نہ سمجھے
یہ بگڑے تو پھر کبھو نہ سمجھے

تھی خیر یہی کہ رات پیارے
تو غیر کی گفت گو نہ سمجھے

سمجھو گے ہمارے بعد ہم کو
پر حیف کہ روبرو نہ سمجھے

اک عرض تو تھی، پر اُس سے پیارے
کیا کہیے جو بات کو نہ سمجھے

۱- نسخۂ انجمن اور ایشیاٹک سوسائٹی میں یہ مصرع اسی طرح ہے لیکن نسخۂ انڈیا آفس کے حاشیے پر یہ شعر بعد میں بڑھایا گیا ہے اور دوسرا مصرع یہ ہے:

اک عمر سر راہ میں کیا مفت گنوائی

۲- بگھولے: بگولے۔

قسمت کہ وہ چارہ گر ہے اپنا
جو زخم سے تا رفو نہ سمجھے

سو حرف ہیں خامشی میں لیکن
اس بات کو ہرزہ گو نہ سمجھے

شایانِ چمن نہیں وہ بلبل
ہر گل کا جو رنگ و بو نہ سمجھے

وہ آج ہمیں ہیں محوِ ساقی
جو جام سے تا سبو نہ سمجھے

سمجھا رہے ہم تو تجھ کو قائم
پر کیجے کیا جو تو نہ سمجھے

۳۷۹

گر فخر ہے مجھ سے ہے وگر عار ہے مجھ سے
ہر جنس کی یاں گرمیِ بازار ہے مجھ سے

احساس نہیں خلق کی نظروں میں وگرنہ
جوں شمع یہ سب بزم نمودار ہے مجھ سے

جوں رشتہ تو کم زور سا مت دیکھیو مجھ کو
مضبوطیِ ہر سبحۂ و زنّار ہے مجھ سے

حیوان و گیہ[1] راکع و ساجد نہیں بے وجہ
ہر بے خبرِ خلق خبردار ہے مجھ سے

۱- قائم کے تمام نسخوں میں ''گیا'' (گیاہ) ہے۔

کس مہر نے یاں جلوہ گری کی ہے کہ قائم
ذراتِ دو عالم کو سروکار ہے مجھ سے

۳۸۰

حالِ دل صبح و شام کیا کہیے
ایک قصہ مدام کیا کہیے

غم کی چیٹک نہ ہووے جس دل میں
سنگ آسے یا رخام، کیا کہیے

کی تھی جیوں تیوں کے جس سے رات بسر
پھیر آئی وہ شام، کیا کہیے

جو پھنسا یاں سو پھر موا نہ چھٹا؛
زلف یا اس کو دام کیا، کہیے

کر دیا اک جہاں تہ و بالا
عشق کی دھوم دھام کیا کہیے

میری اب تک پھرے ہے آنکھوں میں
ہائے رے وہ خرام کیا کہیے

آپہی چلیے کہ آگے قاصد کے
یار کا ہے پیام، کیا کہیے

دو نہ قائم کو ہاتھ سے کہ میاں
ہے سو ہے وہ غلام، کیا کہیے[1]

۱- اس غزل کا ایک اور شعر نسخۂ رامپور میں ہے:
جانیے کیا ہے کیا نہیں قاصد
چلیے آپ ہی سلام کیا کہیے

۳۸۱

آج ناداں حسن پر جس تن کے تو مغرور ہے
کل وہ طعمہ کرم کا ہے اور غذائے مور ہے
چشمِ پُرخوں سے مری ہو آنسوؤں کو کیوں نہ اُنس
خانۂ رنگیں سے اُلفت طفل کی مشہور ہے
شیخ جی مانا میں اس کو تم فرشتہ ہو تو ہو
لیک حضرت آدمی ہونا نہایت دور ہے
جب تلک اُس شوخ کے کوچے میں ہے یہ مشتِ خاک
بھول کر آوے نسیم اس راہ کیا مقدور ہے
لو، جو شیشہ دل کا لیتے ہو، پر اتنا ہے کہ شوخ
ایک ذرّہ ٹھیس اسے لاگی تو چکناچور ہے
ڈریے چشمِ سرمہ گوں سے خوب رویوں کی کہ زہر
بے طرح ہے اُس میں خاک آلود جو زنبور ہے
سچ کہہ اے قائم کچھ آگے کیا قیامت ہوگا تو
اس بڑھاپے پر تو تیرے سر میں اتنا شور ہے[۱]

۱- نسخۂ رامپور میں اس غزل کا تیسرا، چوتھا، پانچواں اور ساتواں شعر تو یہی ہے، باقی پانچ شعر مختلف ہیں ۔ ان میں سے دوسرا شعر نسخۂ انجمن میں بھی درج ہے :

دیکھیے جب چشم کو رونے پہ کافر چور ہے
ہے درا یہ سیل کا لوہو کی یا ناسور ہے
دین سے بہرہ نہ کچھ مجھ کو نہ دنیا سے نصیب
جانیے اس خلقتِ ناقص سے کیا منظور ہے

(بقیہ حاشیے اگلے صفحہ پر)

۳۸۲

مرا پیغام بر طرزِ ادائے راز کیا سمجھے ؟
خدا جانے کہ یہ کیا بولے وہ طنّاز کیا سمجھے ؟

۳۸۳

کس طرح سے ماہِ نو انجم کے عقدے وا کرے
ہوں جہاں لاکھوں گرہ واں ایک ناخن کیا کرے

۳۸۴

وہ بھی کیا دن تھے کہ جی کو لاگ اُس کے سات[۱] تھی
میں تھا اور کوچہ تھا اُس کا اور اندھیری رات تھی
گوشِ شنوا جب بہم پہنچا نہ کوئی یاں تو آہ
لے گئے ہم ساتھ اپنے وہ جو دل میں بات تھی
چاؤ تھا رونے کا جن روزوں میں اپنی چشم کو
کھول کر آنکھیں جدھر دیکھے تھا میں برسات تھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

زلف میں لپٹا وہ مکھڑا دیکھ کر گھبرائی خلق
چاند ہے اس میں تو یہ کیسی شبِ دیجور ہے
دستِ صنعت نے جسے چاہا بنایا اُس طرح
روئے ہے کیوں شبنم اور گل کس لیے مسرور ہے
موسمِ افسردگی میں جلوہ دے ہے داغِ عشق
کیا ہوا گر شمع سر سے پاؤں تک کافور ہے

۱- سات : ساتھ -

کھائیو مت لولیِ دنیا کی جوشش پر فریب
ایک دن ایسی ہی ہم سے گرم یہ بد ذات تھی
قائم اس جینے پہ کوئی دم کے منصوبے ہیں کیا
جب تلک مہرے چنے گا تو یہ بازی مات تھی

۳۸۵

افغان و آہ کشتۂ بیداد کیا کرے ؟
جو قتل ہو چکا ہو سو فریاد کیا کرے؟
خسرو کے ساتھ شیریں تو محفوظ رہ، ولے
یہ کہہ کہ تیرے ہجر میں فرہاد کیا کرے؟[1]

۳۸٦

شب و روز دل کو اپنے ہے سر حکایت اُس سے
کبھو شکر ہے تو اُس کا ہے و گر شکایت اُس سے
وہ تولے ہے یک نگہ کودو جہاں اب آگے عاشق[2]
ہے تری یہ کاردانی کرے جو کفایت اُس سے

۳۸۷

گھر آ چکا میں تو نہ پھرا اُس کی راہ سے
کہہ دیجو اے صبا دلِ غیرت پناہ سے

۱- ایک شعر انتخاب حسرت میں ہے :
سودے نے میرا خون کیا خشک جوں عقیق
تاثیر مجھ پہ نشترِ فصّاد کیا کرے
۲- اب آگے اے عشق (نسخۂ لندن ، کلکتہ و رام‌پور) - اب آگے ہے عشق (انجمن) -

٣٨٨

رخصت هو تم تو وون گئے هم یون چلے گئے
کب کے هم آ چکے په سجن تم بھلے گئے!

فرصت نه زلزلے کے تئیں دیں گے ایک دم
گر هم سے بےقرار زمیں کے تلے گئے

اس سبزے کی طرح سے که هو ره گذار پر
رودن میں ایک خلق کی یاں هم ملے گئے

معمور دل سے قصر بہت ایک تجھ بغیر
پھوٹے، ڈھے، خرابے میں آئے چلے گئے

قائم شباب هی کے مناسب تھا شورِ عشق
جانے دے اب یه کام که وه ولولے گئے

٣٨٩

کمالِ نُطق میں عیسیٰ[٤] بھلا تجھی سا ہے؟
عجب وہ خر ہیں جو تجھ کو کہیں ہیں عیسیٰ ہے!

روش سے چرخ کی ایمن نه هو که ایک جہاں
اس آسیا نے یوھیں کروٹوں میں پیسا ہے

٣٩٠

ہمارے سوزِ دل کو شمع کا شعله جو سنتا ہے
کبھی ملتا ہے هاتھوں کے تئیں کبھی سر کو دھنتا ہے

بچھاتا ہے جو تانا مہر نت خطِ شعاعی کا
نه جانے کس کی خاطر جامۂ زرتار بنتا ہے

صفائے حسن نے تیری کیا دیوانہ یہ اُس کو
کہ دیکھو کہربا کو جس جگہ تنکے ہی چنتا ہے

جلا ہوں میں نہ تنہا روئے آتش ناک سے تیرے
ہزاروں دل پڑا اس آگ پر دن رات بھنتا ہے

ہوا کیا گر بہ ظاہر خوب ہے احوال قائم کا
وہ باطن میں تو تجھ بن طرح سے لکڑی کی گھنتا ہے

۳۹۱

شب جو ہم تجھ بن دلِ بے تاب کو تھامے رہے
صبح تک باہم عجب قصّے و ہنگامے رہے

چل ہوائے باغ جا یاں سے کہ تھے آگے سو اب
گل ہی وہ گلشن میں باقی ہیں نہ وہ شامے رہے

شوق دل کا میں کچھ اک کرتا تھا شب کاغذ پہ ثبت
تھک گئے لکھتے میں ہاتھ اور کام سے خامے رہے

دیکھیو آیا وہ بت جب راہ مسجد سے تو شیخ
ساتھ میں ننگے سر اور حجروں میں عمّامے رہے

گر یوہیں قائم کرے ہے مشق ظلم اُس کی نگاہ
میں یہ لکھ دوں گر کوئی یاں آدمی نامے رہے

۳۹۲

ہم سے تو ترکِ کوئے یار ہو سکے، یہ نہ ہوسکے
ایسے مقام سے کنار ہو سکے ، یہ نہ ہو سکے

وعدۂ سلسبیل پر ہم سے تو آج واعظا
ترکِ شراب خوش گوار ہوسکے ، یہ نہ ہو سکے

چشم بره هوں روز و شب جیسے میں[1] هجر میں ترے
اور سے تو یہ انتظار هو سکے، یہ نہ هو سکے

شعلے میں گو سکون آئے برق سے اضطراب جائے
پر دلِ زار کو قرار هو سکے، یہ نہ هو سکے

جائے ہے قائم اس جگہ تو هی یہ ذلتیں اٹھائے
اپنی تو آنکھ پھر دو چار هو سکے، یہ نہ هو سکے

٣٩٣

کون سا اهلِ صفا آلودگی سے پاک ہے
آبِ آئینہ بھی جوهر سے پُر از خاشاک ہے

باد پر بنیاد ہے اس هستیِ بے بود کی
ایک ذرہ دم اگر چوکے تو پھر کیا خاک ہے

دعویٔ خوں کی شہادت آپ دے ہے روزِ حشر
کیا کہوں قاتل مرا کس مرتبہ بے باک ہے

کون لب تشنہ مُوا ہے یاں کہ جس کے غم میں آہ!
سو جگہ سے ریگ صحرا کا گریباں چاک ہے

دشمنی سے ایک ادنٰی کی ہے قائم جائے خوف
وائے اس پر جس کسی سے خصمیِ افلاک ہے

۱- یہ غزل نسخۂ رام پور و کلکتہ میں نہیں ہے۔ نسخۂ انڈیا آفس میں ''جیتے هیں'' اور نسخہ انجمن میں ''جیتے میں'' ہے۔ جامعہ کے مطبوعہ نسخے میں ''جیسے میں'' ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے۔

۳۹۴

نہ اے بے مہر مجھ پر ایک تو ھی بر سرِ کیں ھے
همیشه ابروے شمشیر بھی جوھر سے پُر چیں ھے
ڈر آہِ خستگاں سے تو کہ ھنگامِ دعا اُن کے
حریمِ قدس میں لاکھوں ملائک محوِ آمیں ھے
کہوں کیا دل پہ جو ایذا ھے اُس مژگاں کے ھاتھوں سے
وہ مرغ اس دکھ کو سمجھے جو اسیرِ چنگِ شاھیں ھے
یہ شوخی رنگ کی پیارے کہاں پائی ھے مہندی نے
نہ جانے ھاتھ تیرا خوں سے کس بے کس کے رنگیں ھے
نہ اے مشاطہ آئینہ دکھا کر مجھ سے کہو اُس کو
کہ اغوا سے ترے پہلے ھی بہتیرا وہ خود بیں ھے
دوانہ ھوں میں اربابِ جہاں کی حسِّ شامہ کا
کہ جیسا عنبر اُن کے رو بہ رو ویسا ھی سرگیں ھے
نہ اک قائمؔ غمیں ھے تو ھی غم میں عشق کے تنہا
یہ وہ غم ھے کہ اک عالم اسی غم بیچ غمگیں ھے[۱]

۳۹۵

کس دل پہ داغِ غم نے نہ تیرے بہار کی
اللہ رے دھوم اب کے برس لالہ زار کی[۲]

۱- ایک اور شعر نسخۂ انجمن و انتخاب بلگرامی میں ھے :
کرے ھے منع مجھ کو کوسنے سے اپنے ظاھر میں
پہ منہ کو پھیر کر کہتا ھے چپکے سے کہ آمیں ھے
۲- مطلع انتخاب حسرت :
دولت سے ھم بھی اپنے دلِ داغدار کی
یک چند خوب سیر کی باغ و بہار کی

مکروہ اگر یہی ہیں جہاں کے تو لاکھ بار
افزوں ہے عمرِ خضر[۴] سے فرصت شرار کی

آوارگانِ غم کے سروں پر نہ جان بال
نکلی ہیں سر سے پھوٹ کے نوکیں یہ خار کی

شاید وہ بھول کر کبھو یاں بھی رکھے قدم
یکساں کرو زمین ہمارے مزار کی

وعدہ یہ کل کے آنے کا اُس سخت جاں سے کر
طاقت ہو جس کسی کو ترے انتظار کی

صبح و شفق کی ہووے ہے کب مل کے یہ نمود
اُس لب پہ جو بہار ہے خط کے غبار کی

دامانِ جاں جو کھینچے ہے گرد اس زمیں کی یوں
مقتل کی جا ہے آہ یہ کس خاکسار کی

قطعہ

قائم صبا سے اہلِ چمن نے اگر کہیں
آمد سنی نہیں ہے مرے گل عذار کی

غنچے نے کس کے بوسے کو یہ لب کیے ہیں وا؟
گل کیوں بنا ہے باغ میں صورت کنار کی؟

۳۹٦

زیادہ چشم سے ابرو تری پیارے ستم گر ہے
اُسی کو میں تو روتا تھا یہ کچھ اُس سے بھی اوپر ہے

دلیلِ راہ سے مرنے میں فارغ جانِ مضطر ہے
کہ جانے کے لیے برق اپنے آپ ہی صورتِ در ہے

کھلا ہے در ترے منہ پر اگر چشمِ شناسا کا
تو ہر ذرے کا روزن مشرق خورشیدِ انور ہے
مجھے مارے ہے تو، مژگاں کو اپنی سونپ یہ قصہ
کہ سر تیز اس قدر کا ہے کو پیارے نوکِ خنجر ہے
عبث شادی یوھیں لینے کا دل کے قصد کرتی ہے
میں ساری عمر سے واقف ھوں یہ اندوہ کا گھر ہے
ھوا ہے قدر سے غنچے کی دل پر صاف یہ عقدہ
کہ سر پر جا ہے اس کی جس کسی کی گانٹھ میں زر ہے
جلے ہے دل پڑا سینے میں نت اس طرح سے قائم
کہو تو آگ کے تودے میں پوشیدہ اک اخگر ہے

۳۹۷

توقّع بعدِ خط تھی اس سے ھم کو کامیابی کی
پہ کیا کہیے نہایت موت نے اپنی شتابی کی
اگر ھیں اھلِ دل یاں پردہ دارِ رازِ مےخواراں
تو ہر دم جام سے کیا ہے یہ سرگوشی گلابی کی
ھو عزت صفحۂ سادہ کی جوں آیاتِ قرآں سے
ھوئی تعظیم خط سے اور اس روئے کتابی کی
پڑے ھیں ہر طرف یاں شیشۂ دل سینکڑوں ٹوٹے
نہ جانے کس کی چشمِ مست نے یہ بد شرابی کی
طرح اس مرغ کی جو آ کے زیرِ دام تڑپھے ہے
پھنسا اس زلف میں دونا میں جوں جوں اضطرابی کی
انیدی چشم کو نرگس کی اس مستی سے کیا نسبت
ہے کیفیّت تری آنکھوں میں جو کچھ نیم خوابی کی

هزاروں گھر تو قائم عشق نے آگے اجاڑے ہیں
پہ نے اس طرح سے جیسے مری خانہ خرابی کی

۳۹۸

ہے جو دم مفلس کے جی پر نزع سے دشوار ہے
ہر نفس ہے دار اس کو جو کوئی نادار ہے

داوری گاہِ جزا میں ہر عمل کو ہے عوض
وائے اس پر جو کسی کے درپئے آزار ہے

عشق ان دریا کشوں کو ہے کہ جن کا پی کے مے
جوں حباب و موج کئیں[1] سر ہے کہیں دستار ہے

گر یہی ناسازیِ دیں ہے تو اک دن شیخ جی
پھر وہی ہم ہیں وہی بت ہے وہی زنّار ہے

پار ہونے کا عبث اس بحر کے رکھتا ہے قصد
وار کہتے ہیں جسے اودھر سے یہ بھی پار ہے

اس تجاہل پر میں مرتا ہوں کہ سب کچھ جان بوجھ
ہر کسی سے پوچھتے ہو تم "یہ کیا بیمار ہے؟"

غور سے جامے میں تن کا حسن اس کے کر خیال
سرسری یہ بات نئیں قائم تنک تہ دار ہے[2]

۱- کئیں : کہیں -

۲- ایک شعر نسخہ ہائے رامپور و انجمن اور انتخاب بلگرامی میں ہے :

اس تب و لرزہ میں اے خورشید اک تو ہی نہیں
گردشِ دوراں میں دیکھا جس کو میں بیمار ہے

۳۹۹

شادی و عیش وہ پا رنج و عنا دیتا ہے
لے تو دل کھول کے جو تجھ کو خدا دیتا ہے
جب وہ برقع رخِ روشن سے اٹھا دیتا ہے
مہر کو چشم خلایق سے چھپا دیتا ہے
ہوئیں طالع تو عدو کیا ہے کی آئینے کو
مہرِ تاباں کی دمِ صبح جلا دیتا ہے
دے کہ دینا ہے بہ ہر حال وہ بہتر کہ گدا
گر نہیں دینے کو کچھ پاس دعا دیتا ہے
آہ کر آہ کہ ہو دامنِ تر کا چارہ
رختِ نم دیدہ کو ہر شخص ہوا دیتا ہے
کیوں نہ دشنام پس از بوسہ خوش آئے محرم
چڑپڑا بعد مٹھائی کے مزا دیتا ہے
ہے مرا کام طبیب اب کوئی دم میں آخر
میں یہ حیراں ہوں کہ کس کو تو دوا دیتا ہے
میں تو بیچوں ہوں یہ دل نیم نگہ پر پیارے
تو بھی خواہاں ہے تو کچھ بول کہ کیا دیتا ہے
بات کے رتبے کو پہنچے ہے وہ تیری قائم
جس کسی کو کہ خدا طبعِ رسا دیتا ہے

۴۰۰

دل کو پھانسا ہے ہر اک عضو کی تیرے چھب نے
ہاتھ نے، پاؤں نے، مکھڑے نے، دھن نے، لب نے

بات جی کی تھی سوجی ھی میں رھی مرتے تک
رخصت اظہار کی پائی نہ مرے مطلب نے

رات تھی وصل کی کچھ چاؤ نکلتے جی کے
لیک کیا کیجے نہایت ھی کمی کی شب نے

تھا تو بالیدہ صفا اپنی پہ موتی کا حباب
خوب اسے صاف آتارا پہ ترے غبغب نے

قائم اغیار کے اغوا نے بگاڑی شب[1] بات
ورنہ کچھ کچھ تو وہ ان روزوں لگا تھا ڈھب نے[2]

۳۰۱

گو کہیں یار بلایا ھے وہ اب آتا ھے
پر اسے میں تو سمجھتا ھوں کہ کب آتا ھے

شام ھوتی نہیں اک دل پہ بلا ھوتی ھے
صبح آتی نہیں اک جی پہ غضب آتا ھے[3]

کیوں کہ باتوں میں پڑے ھات[4] کسی کا اس پر
مجھ سے بے باک کو جس سے کہ ادب آتا ھے

۱۔ سب (نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی و انجمن)
۲۔ ڈھب نے : ڈھبنے ۔
۳۔ نسخۂ رام پور ، انتخاب بلگرامی اور تذکرۂ میرحسن میں یہ شعر اسی طرح ھے لیکن نسخۂ انڈیا آفس کے حاشیہ پر یہ شعر (یہ غزل قائم کے کسی کم سواد قدردان نے بعد میں بڑھائی ھے) اس طرح ھے :

دن کی آفت تو گزر جاتی ھے جوں توں محرم
رات اک آتی (ھے) اک مجھ پہ غضب آتا ھے

۴۔ ھات : ھاتھ ۔

زیست آن کی ہے بہ کام اہلِ جہاں میں محرم
جن کو خوباں کے ملا لینے کا ڈھب آتا ہے
ہے عجب حال ترا عشقِ بتاں میں قائم
کہ جسے دیکھ کے عالم کو عجب آتا ہے

۴۰۲

گہہ ہوئی صبح گاہ شام ہوئی
عمر انھیں[۱] قصوں میں تمام ہوئی
رنجش آگے جو خاص تھی ہم سے
وائے طالع کہ وہ بھی عام ہوئی
کس گرفتار پر ہوا ہے یہ قہر
جو بلا مجھ پہ زیرِ دام ہوئی
وہی سمجھے ہے رمزِ حکمتِ عین
جس سے وہ چشم ہم کلام ہوئی
یہ بھی نالے کا طور ہے قائم
خواب اک خلق پر حرام ہوئی

۴۰۳

شہا کچھ کام کا بندا ہے یا یہ ہیچ کارا ہے
تمھیں معلوم ہے جیسا کہ ہے، لیکن تمھارا ہے
ہے ظاہر دیدۂ بینا پہ دعوائے سلونی سے
کہ عالم میں جو کچھ پنہاں ہے تم پر آشکارا ہے

۱- انھیں : ان ہی -

کمانِ چرخ کی کیا تاب ادھر تیرِ قضا پھینکے
میں واقف ھوں یہ جس گوشے کا ابرو کے اشارا ھے
کرے ھے سعی تو اے نا خدا کس کی رھائی کا[1]
میں غرق اُس بحر میں ھوں جس کا نا پیدا کنارا ھے
تھی شیریں والہ فرھاد اُس خسرو کی ثروت پر
یہ جی کی چاہ ھے اس میں کسی کا کیا اجارا ھے
غلط اندازیِ زھرِ محبت کا میں بندا ھوں
کہ اس تلخی پہ یہ کتنا طبیعت پر گوارا ھے
خیال اُس شوخ کا کب دل میں رکتا ھے پہ[2] اے محرم
نہ جانے اس پری کو کیوں کہ شیشے میں آتارا ھے
نہ قائم دیں میں رکھتا ھے کوئی جا اور نہ دنیا میں
تمھارے ھی کرم کا آس کو یا مولا سہارا ھے[3]

۴۰۴

ایسی جو تمھیں نا خوشیِ تام ھے مجھ سے
جانے دو مجھے آپ کو کیا کام ھے مجھ سے؟

۱- کا : کی -
۲- پہ : پر -
۳- غزلیات ۴۰۱ ، ۴۰۲ اور ۴۰۳ نسخۂ انڈیا آفس کے حواشی پر درج ھیں - تحریر کاتب کے خط سے مختلف ھے اور بعد کا اضافہ ھیں - غزل ۴۰۱ تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ نسخۂ رامپور میں اور اسی قدر اختلاف کے ساتھ پہلے دو شعر تذکرۂ میرحسن و انتخاب بلگرامی میں شامل ھیں - لیکن باقی دونوں غزلیں (۴۰۲ و ۴۰۳) اور کسی نسخے میں نہیں مل سکیں :

کیا شوخ وہ چتون ہیں کہ ایما میں جنھوں کے
گر غیر سے وعدہ ہے تو پیغام ہے مجھ سے

نزدیک ہے کوئی کفر سے دیں کو نہ کرے فرق
ایسی ہی اگر رونقِ اسلام ہے مجھ سے

کس کس کو نہ دورے نے کیا چرخ کے ماندا
ناساز نہ اک گردشِ ایام ہے مجھ سے

آ جائے کبھو نامِ خدا یاں بھی وہ کافر
کہتا ہوں میں کب یہ کہ وہ بت رام ہے مجھ سے

کچھ مے سے نہ بدنامِ خلائق ہوں میں قائم
سچ پوچھو تو مے خلق میں بدنام ہے مجھ سے[1]

۴۰۵

مرا کوئی احوال کیا جانتا ہے
جو گزرے ہے مجھ پر خدا جانتا ہے[2]

۴۰۶

- - - - - - - - - - - - - - دیکھا تو دا یما ہے
جب تھا کبھو تو کیا تھا اور اب نہیں تو کیا ہے[3]

۱۔ نسخۂ ایشیاٹک سوسائٹی ۔
۲۔ تذکرہ ہائے میر ، گردیزی ذکا ، گلزار ابراہیم اور گلشن ہند ۔
۳۔ تذکرۂ سرور (مطبوعہ) میں یہ شعر نامکمل ہی درج ہے ۔ اسی تذکرے کے ایک مخطوطے ، مخزونہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی میں یہ شعر نہیں ہے ۔

۴۰۷

قاصد کو دے نہ اے دل اس گل بدن کی پاتی
چل خود ہی لے چلیں ہم اپنے سجن کی پاتی

ہر سطر موجِ شیریں اک مدعا رکھے ہے
ٹک دیکھ جوئے پُر خوں ہے کوہ کن کی پاتی

کاغذ ہری زمیں کا نئیں دیکھتا کہ شاید
پہنچے نہ اس ہنر سے اس کو ہمن کی پاتی

منفذ نگہ کا آنسو گھیرے ہی لیں ہیں پیارے
بانچوں سو کس طرح سے اب میں تمھن کی پاتی

آوارہ داغِ دل ہیں نالے سے یوں کہ جیسے
بادِ خزاں سے درہم ہووے چمن کی پاتی

قائم لکھا تھا اس نے آنے کا شب کو وعدہ
سو دن میں دیکھی سو دم اس سیم تن کی پاتی[1]

۱۔ انتخاب حسرت

حواشی

اختلاف نُسخ و تعلیقات

متن کے تقابلی مطالعے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل مخففات کا التزام کیا گیا ہے ۔

أ ۔ دیوان قائم (قلمی نسخے) : مخزونہ انڈیا آفس لائبریری ، (لندن) ؛ مخزونہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی (انجمن) ؛ مخزونہ اسٹیٹ لائبریری ، رام پور (رضا) ؛ مخزونہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی ، کلکتہ (کلکتہ) ۔

ب ۔ دیوان قائم (مطبوعہ) : انتخاب دیوان ، مرتبہ نواب عماد الملک بلگرامی (عماد) ؛ انتخاب دیوان ، مرتبہ حسرت موہانی (حسرت) ؛ دیوان قائم ، مرتبہ خورشید الاسلام (جامعہ) ۔

ج ۔ تذکرہ جات (مطبوعہ و غیر مطبوعہ) : نکات الشعرا ، مؤلفہ میر (میر) ؛ تذکرۂ ریختہ گویاں ، مولفہ گردیزی (گردیزی) ؛ مخزن نکات ، مؤلفہ قائم (قائم) ؛ چمنستان شعراء ، مؤلفہ لچھمی نرائن شفیق (شفیق) ؛ تذکرۂ شعرائے آردو ، مؤلفہ میر حسن (حسن) ؛ گلزار ابراھیم ، مؤلفہ نواب علی ابراھیم خلیل (گلزار) ؛ تذکرۂ ہندی ، مؤلفہ مصحفی ؛ (ہندی) گلشن ہند ، تالیف و ترجمہ علی لطف (گلشن) ؛ مجمع الانتخاب ، مؤلفہ شاہ کمال (کمال) ؛ عمدۂ منتخبہ ، مؤلفہ سرور (سرور) ؛ مجموعۂ نغز ، مؤلفہ قاسم (نغز) ؛ عیار الشعرا ، مؤلفہ خوب چند ذکا (ذکا) ؛ دستور الفصاحت ، مؤلفہ احد علی یکتا (دستور) ۔

دائیں طرف کے جلی ہندسے سے غزل کا عدد مسلسل مراد ہے ۔ اس جلی ہندسے کے تحت جو دوسرے ذیلی ہندسے ہیں ان سے متعلقہ غزل کے کسی مخصوص شعر کی نشان دہی مقصود ہے ۔ غزل کا ہر شعر مصرعوں کی

مناسبت سے دو حصوں ، الف اور ب ، میں تقسیم کیا گیا ہے ، 'الف' سے مصرع اولیٰ ، اور 'ب' سے مصرع ثانی مراد ہے ۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نشان دہی کر دی گئی ہے کہ مختلف نسخوں میں ہر غزل کے کتنے شعر ہیں ۔ تذکروں میں (بہ استثنائے تذکرۂ کمال) مندرجہ اشعار کی تعداد کی صراحت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔

متن کے تقابلی مطالعے میں کاتب کی غلطیوں کو نظرانداز کر دیا گیا ہے ۔ ایسی اغلاط سے قطع نظر حتی‌الوسع اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی با معنی اور موزوں لفظ اس تجزیے سے چھوٹنے نہ پائے ۔

۱۔ لندن : ۷ شعر (چوتھا شعر حاشیے پر) ؛ کلکتہ ، انجمن ، کمال و حسرت : ۷ شعر ؛ رضا : ۲ شعر (چھٹا اور ساتواں ؛ عماد) : پہلے پانچ شعر ۔
۱۔ مقدور نہیں قدرت خالق ۔ الخ ۔ (انجمن و کمال) ۔ ۳ ، الف : رکھ بوجھ تو اپنا (انجمن و کمال) ۔

۲۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (۴ اور ۵ نہیں ہیں) ۔
۴ ، الف : واجب و ممکن (انجمن) ؛ ۵ ، الف : یہ مری (انجمن) ۔

۳۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن ، رضا و کمال : ۷ شعر (رضا میں چوتھا شعر نہیں ہے اور حاشیے پر مندرجہ شعر زائد ہے جو کسی اور نسخے میں نہیں ہے) ؛ عماد : پہلے پانچ شعر ۔
۱۔ یہ مطلع قائم کے تمام نسخوں اور بیشتر تذکروں میں ملتا ہے ، البتہ اس کے دونوں مصرعوں کی ترتیب میں فرق ہے ۔ کہیں شعر کی یہی صورت ہے اور کہیں مصرع ثانی پہلے ہے ۔
۲ ، ب : ذرہ یہ بھی ہے (شفیق) ؛ ہے یہ بھی ذرہ (گردیزی) ۔
۵ ، الف : بھٹکے (انجمن و مقدمہ قائم) ۔

۴۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر ۔
۱۔ الف : ووھی (کلکتہ و انجمن) ۔ نسخوں میں 'دھوکھا' ہے ۔
۲۔ خط نورستہ چھرے پر ترے کیا خوب لگتا ہے ۔
ہے گویا گرد ماہ چاردہ کے دور ہالے کا (انجمن و رضا) ۔

۳ ، الف : کب (لندن و کلکتہ) کیا (انجمن) کم (رضا) - ۶ ، الف :
اگر چرچا یہی (رضا) ؛ کے تو اب کے (انجمن) -

۵- لندن ، کلکتہ و انجمن : ۹ شعر ؛ رضا : پہلے سات شعر ؛ حسرت :
۶ شعر ؛ عماد : ۲ شعر -

۲ ، الف : جھگڑے میں ہم جہاں کے یہاں تک (حسرت) - ۳ ،
ب : جو خام رہ گیا (رضا و حسرت) - ۴ ، الف : آس کو (کلکتہ) -
۵ ، الف : قسمت کو دیکھ (مقدمہ قائم و تذکرہ طور کلیم) قسمت
تو دیکھو (سرور) قسمت کو دیکھیے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند
(تذکرہ گلستان بے خزاں) ؛ ب : دو چار ہاتھ جب کہ سر بام
رہ گیا (سرور) دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا (ذکا و تذکرۂ
طور کلیم) ۷ ، ب : کچھ الزام (عماد) -

۶- لندن : ۷ شعر (پانچواں شعر حاشیے پر) ؛ انجمن : ۷ شعر (چھٹا شعر
کم اور ایک شعر لندن سے زیادہ) ؛ کلکتہ : ۸ شعر - رضا میں یہ
غزل نہیں ہے -

۷- لندن ، کلکتہ و انجمن : ۷ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ؛ عماد ؛ پہلے دو شعر -
رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۱ ، الف : آس بد گماں (عماد) - ۲ ، الف : سن کے ہم تو
(انجمن ، عماد و دستور) ب : ہم کو (نغز) - ۴ ، ب : بشر (انجمن) -
۵ - پانچواں شعر غلطی سے متن میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے :

آہ اے مرغ چمن ، کچھ تو بھی واقف ہے کہ صبح
گل نے کیا پوچھا تھا ہنس کر ، باغباں نے کیا کہا ؟

۷ ، الف : نہ آتا تھا یوھیں (کلکتہ) نہ آتا تھا یوھیں (لندن) نہ
آتا تھا تو میں (حسرت) نہ آتا تھا تمھیں (ہندی) ؛ ب : تجھ کو
(ہندی) -

۸- لندن ، کلکتہ ، انجمن و حسرت : ۷ شعر ؛ عماد : ۳ شعر - رضا میں
یہ غزل نہیں ہے -

۱ ، الف : پھیر کے جو شوخ (مقدمہ قائم) ؛ ب : آک دل (حسرت) ۔ ۲ ، الف : خاک سا (حسرت) ۔ ٦ ، ب : میں ھیں (لندن) ۔ ۷ ، الف : قائم کٹی کیوں کر عمر (مقدمہ قائم) ۔

۹۔ لندن ، کلکتہ و انجمن : ۸ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (آخر کے چار اور حاشیے پر مندرجہ ایک شعر) ؛ حسرت : ۸ شعر (تیسرا شعر کم اور حاشیے والا شعر زائد) ؛ عماد : ۳ شعر ۔

۱ ، ب : ساغر سے تیرے (کلکتہ) ۔ ۲ ، ب : طوفاں خروش تھا (حسرت) ۔ ۳ ، ب : پیش خیز (کلکتہ و جامعہ) ۔ ۵ ، الف : کس نے (حسرت و کمال) ۔ ٦ ، الف : دو نوحہ گر (حسرت) ۔ حاشیے پر مندرجہ شعر " واشد کے بعد " ۔ الخ ۔ حسرت کے علاوہ رضا میں بھی ھے ۔

۱۰۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ اور رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ٦ شعر (پانچواں شعر نہیں ھے) ۔

۱ ، الف ؛ جلوہ کس جا پہ نہیں اس بت ہرجائی کا (قائم)
جلوہ ھر رنگ میں ھے اس بت ہرجائی کا (حسن) ؛
ب : یہ پریشاں نظری (ھندی ، قائم ، قاسم ، حسن و کلکتہ) ۔ ۲ ، الف : چھوڑ بیٹھے (کلکتہ) ۔ ٦ ، الف : ھم کو تجا (حسرت) ؛ اس کو نہ چاھا تو نے (انجمن) ۔ ۷ ، الف : کرنا چھڑکاؤ (ذکا ، حسرت و نغز) ؛ رکھا چھڑکاؤ (دستور) ؛ بس دیوانہ (لندن ، کلکتہ و دستور) ۔

۱۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔

۱ ، الف : آتش ھجراں سے (کلکتہ و انجمن) ؛ سمہالا (کلکتہ و لندن) ؛ ب : ولے ھم سے (سرور و ذکا) ۔ ۴ ، ب : دل سے ٹالا نہ گیا (انجمن) ۔

۱۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا : ۹ شعر ؛ حسرت ۹ شعر ؛ عماد : ۳ شعر ۔

۴ ، ب : ھم نے کاٹی (انجمن ، کمال ، قائم) ۔ ٦ ، الف : ساتھ (کمال) ۔ ۸ ، الف : راہ میں (کمال) ؛ ب : تر نہ کیا (قائم) ۔

۱۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و کمال : ۷ شعر ؛ حسرت : ۸ شعر (۱ ، ۲ ، ۵ ، ۷ اور حاشیے کے چار شعر) ؛ عماد : ایک شعر (دوسرا) ۔
۱ ، الف : عہدے میں تیرے یار (حسرت)؛ عہدے سے اس صنم کے (گلزار ، گلشن ، سرور ، حسن) ۔
۲ ، الف : کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ (مقدمہ قائم و حسن) ؛ کعبہ اگر جو (گلزار و گلشن) ؛ کون سا یہ جائے (عماد ، کمال و انجمن)[1] ۔ ۴ ، الف : مجال (انجمن و کمال) ۔ ۵ ، الف : مجرم ہوں وہ کہ سارے قیامت کے دن میں ایک (حسرت) ۔ ۶ ، الف : ہیں خواجہ (کمال) ۔ ۷ ، الف : جانتے تھے ننگ (انجمن) ۔

۱۴۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر ۔

۱۵۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : ۸ شعر ۔
۲ ، الف : مجھ کو (انجمن) ؛ ب : سو حال (حسرت) ۔ ۳ ، الف : نہ کیجو عمر گرامی تلاش فضل میں صرف (انجمن و کلکتہ) ۔ ۴ ، الف : نہ جائیں (انجمن) ۔

۵- کبھی ہے شیخ جسے چشم خلق سے تو نہاں
آسے تو ہم نے اسی خلق میں عیاں دیکھا (انجمن) ؛

الف : ہم دبویں کس طرح ترجیح (حسرت) ؛ ب : خدا کو (حسرت) ۔ ۶ ، ب : جوں ہیں (لندن و کلکتہ) جو ہیں (رضا) ۔

۱۶۔ لندن ، کلکتہ و کمال[2] : ۷ شعر ؛ انجمن : ۶ شعر (تیسرا شعر نہیں

۱- میر ، قاسم ، مصحفی ، گردیزی ، یکتا اور سرور وغیرہ نے یہ شعر (ٹوٹا جو کعبہ ۔ الخ) ۔ نہیں دیا ہے ۔ قائم کے چاروں نسخوں ، حسرت اور عماد کے علاوہ ذکا ، گلشن ، گلزار ، کمال ، حسن اور قائم میں یہ شعر قائم ہی کے نام سے ہے ۔ سعادت خاں ناصر (خوش معرکۂ زیبا) نے غلط فہمی اور سودا سے عقیدت کی بنا پر اسے اُن سے منسوب کیا ہے اور قائم پر سرقے کا الزام لگایا ہے ۔ کلیات سودا کا وہ نسخہ جو سودا کی حیات میں جانسن کے لیے لکھوایا گیا تھا اور جو انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے ، اس میں یہ شعر نہیں ہے ۔
۲- کمال میں ایک مطلع زائد ہے اور تیسرا شعر کم ۔

ہے) ؛ رضا : ۵ شعر (تیسرا اور چوتھا شعر کم ہے) ؛ حسرت : ۵ شعر ؛ عماد : ۲ شعر ۔

۱۔ کمال میں ’’ غرور مجھ کو نہیں ‘‘ ۔ الخ ۔ اور ’’ ہے مختصر تو یہ قصہ ‘‘ ۔ الخ ۔ دونوں ہی مطلعے ہیں ۔ ۲ ، الف : کہ ایک گردش میں (حسرت) ؛ ب : فقیر کا سا پیالہ ہے تاج شاہی کا (رضا و حسرت) ۔ ۵ ، ب : کبھو (کمال و انجمن) ۔ ٦ ، الف : بقیدِ عمر (قائم) ؛ ہم آپ (انجمن) ہم اب (کمال) ۔ ۷ ، الف : کو لے ہے اب قائم (قائم) ۔

۱۷۔ لندن ، کلکتہ ، رضا و انجمن : ۷ شعر ؛ حسرت : ٦ شعر (شعر ۱ ، ۲ ، ٦ ، ۷ اور دو شعر حاشیے پر) ۔

۱ ، ب : ہنس کے ٹک بات کہو گے تو بہل جاؤں گا (حسرت) ۔ ۲ ، ب : نشاۃ (قائم) ۔ ۳ ، الف : کھاتا کہ نہیں (قائم) ؛ ب : سمہل (رضا) ۔ ٦ ، ب : اپنے ہمراہ (حسرت) ۔ ۷ ، الف : پہنچیے جوں ہند میں (لندن ، کلکتہ ، رضا) ؛ ب : آگے سودا کے لیے میں یہ (انجمن) ۔

۱۸۔ لندن : ۱۰ شعر (چوتھا شعر حاشیے پر بعد کا اضافہ ہے) ؛ کلکتہ : ۸ شعر (چوتھا اور نواں شعر نہیں ہے) ؛ انجمن : ۷ شعر ؛ رضا : ۹ شعر (چوتھا شعر نہیں ہے) ۔

۳ ، الف : لگ کے (رضا) ۔ ۸ ، ب : اٹھاوے گا (لندن) ۔ ۹ ، ب : پاوے گا (لندن) ۔

۱۹۔ لندن ، رضا ، انجمن اور کلکتہ : ۷ شعر ؛ عماد : ۴ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۲۔ قائم کے تمام نسخوں میں یہ شعر اسی طرح ہے ۔ حاشیے پر مرأۃ الشعرا ، مؤلفہ محمد یحییٰ تنہا سے حوالہ محذوف سمجھا جائے ۔ ۷ ، ب : کیا کیا کچھ ہے (لندن ، رضا ، انجمن و کلکتہ) ۔

۲۰۔ لندن و کلکتہ : ٦ شعر ؛ انجمن و حسرت : ۵ شعر (چوتھا شعر کم ہے) ؛ رضا : ۵ شعر (پانچواں شعر کم اور حاشیے پر مندرجہ شعر زیادہ ہے) ۔

۱ ، ب : وهی پیارے (رضا) - ۳ ، الف : دکھا دیں گے (جامعہ) ؛ رنگ سرخ کا جھمکا (رضا) ؛ ب : کہ (انجمن) ۔

۴ ، الف : بہار آئی پہ قائم کا خدا ھی اب کے حافظ ہے (رضا) - ۵ ، الف : دل ہے کہ گذرا (لندن ، انجمن ، کلکتہ و حسرت) کہ گذرے (جامعہ) ؛ ب : کہوں (لندن ، انجمن و کلکتہ) ۔

۲۱۔ لندن و انجمن : ۸ شعر ؛ رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر (مطلع اور آخر کے دو شعر) ؛ عماد : پہلے دو شعر ۔

۵ - یہ شعر کلکتہ و رضا میں نہیں ہے اور لندن کے حاشیے پر بعد کا اضافہ ہے - الف : چلو نہ (انجمن و جامعہ) ؛ ب : لیا بھی ایک (جامعہ) ، لیا جو ایک بھی (انجمن) ۔

۷ ، الف : کبھو بھی حال تو بلبل کا یوں سنا اے گل (رضا) ؛ ب : تیں رلا نہ دیا (حسرت) - ۸ ، ب : جس نے کبھو (رضا) ۔

۲۲۔ لندن ، رضا ، انجمن ، کلکتہ و کمال : ۷ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ؛ عماد : ۲ شعر ۔

۵ ، الف : پہنچے ھم بے خودی میں واں کہ خیال (کلکتہ)
۷ - سودا کا انتقال ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں ھوا اور یہ بات واضح ہے کہ یہ قطعہ ان کی وفات کے بعد لکھا گیا ۔

۲۳۔ لندن ، رضا ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ عماد : پہلے دو شعر ۔

۱ ، ب : وھی یہ جانے (حسن) - ۲ ، ب : جو ٹک مقام ھوا (رضا) ۔

۲۴۔ لندن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ انجمن : ۶ شعر (چھٹا شعر نہیں ہے) ؛ عماد : ۲ شعر ۔

۱ ، ب : کسو (انجمن) - ۳ ، الف : عرصۂ عمر (رضا و عماد) - ۶ ، الف : پھر گئی (جامعہ) ؛ محروم (کلکتہ) ۔

۲۵۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۹ شعر ؛ عماد : ۳ شعر ؛ حسرت و کمال : ۸ شعر (چھٹا شعر نہیں ہے) ۔

۳ ، الف : نیشوں کے دکھ (حسرت) - ۵ ، الف : صرصری (لندن ؛ انجمن ، کلکته ، رضا و کمال) ؛ ب : باغ میں (کمال) - ۷ ، ب : محمل لے کے (رضا و کمال) - ۸ ، الف : مرا (کمال) - ۹ ، ب : ناز برداریِ معشوق کا دستور گیا (حسرت) -

۲۶- لندن ، انجمن ، کلکته : ۱۰ شعر ؛ رضا : ۹ شعر ؛ عماد : ۵ شعر -

۱ ، الف : لندن کے متن میں 'قوت هی' تھا جسے کسی نے بعد میں حاشیے پر 'زور اپنا' سے بدل دیا - جامعه میں 'زور اپنا' هی هے لیکن کلکته ، انجمن ، رضا ، عماد ، هندی ، نغز ، سرور ، ذکا اور دستور میں 'قوت هی' هے - ۴ ، الف : طائر نو (انجمن ، رضا اور مقدمۂ قائم) -

۵ ، الف : معامله یه هے (مقدمۂ قائم) ؛ ب : آپ ساتھ (مقدمۂ قائم)- ۶ ، الف : آئے بنائے (انجمن و عماد) - یه شعر 'رضا' میں نہیں هے اور 'لندن' کے حاشیے پر بعد کا اضافه هے - الف : گئی بہار (جامعه) ؛ ب : دنیا میں (لندن و جامعه) ۹ ، ب : کبھو (انجمن ، رضا و عماد) -

۲۷- لندن ، انجمن ، کلکته ، رضا و کمال : ۳ شعر -

۲۸- لندن ، انجمن ، کلکته و کمال : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر -

۲ ، الف : تھا باطن میں جوں چوب کرم خورده (رضا و حسرت) - ۳ ، الف : نہیں کرتا هے (کمال) ؛ ب : کم ملنا (کلکته و انجمن) - ۵ ، الف : شیخ نے چاه ذلالت میں (انجمن و کمال) ۶ - رضا میں یه شعر نہیں هے اور لندن کے حاشیے پر هے - الف : کوه کو (انجمن و کمال) ۷ ، الف : هر اک سے راز دل کهه کے تو یاں رسوا هوا قائم (رضا و حسرت) -

۲۹- لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۷ شعر ؛ حسرت : ۶ شعر (۱ ، ۳ ، ۶ ، ۷ اور دو شعر حاشیے پر) ؛ عماد : صرف مطلع -

۱ ، الف : کسب میں (حسرت) ؛ ب : عقوبت کا (حسرت) - ۳ ، الف : آه اے اشک (انجمن ، رضا و حسرت) - ۴ ، الف : مرے بلبل کو (جامعه) -

۳۰۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر ۔

۳۱۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۸ شعر ؛ عماد : دو شعر (٦ اور ۷) ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے اور انجمن میں حاشیے پر ہے ۔

۳ ، الف : ہو دو جہاں (انجمن) ۔ ۴ ، الف : قائم کے نسخوں میں ''روتے کڑھتے گئی اک عمر'' ہے ۔ ۵ ۔ حاشیے والا شعر ''کہاں ہے شیشۂ مے'' الخ ۔ شفیق کے علاوہ گلزار میں بھی ہے ۔

۳۲۔ لندن ، کلکتہ و رضا : ٦ شعر ؛ انجمن و حسرت : ۵ شعر (پانچواں شعر نہیں ہے) ۔

۱ ، ب : پر خمار (کلکتہ) ۔ ۳ ، الف : جاتے ہیں (انجمن ، کلکتہ و رضا) ۔ ٦ ، الف : مری بیاض ہے قائم مشابہ خط ہند (انجمن ، رضا و حسرت) لندن کے متن میں بھی یہی مصرع تھا لیکن اسے قلم زد کر کے حاشیے پر ''بخط ہند'' الخ ۔ سے بدل دیا گیا ؛

ب : زبس میں لکھ کے ہر اک بیت پر قلم کھینچا (انجمن ، رضا و حسرت) ۔

۳۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔

۲ ، الف : رکی (جامعہ) ؛ گرتے ہیں (انجمن) ۔

۳۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ٦ شعر (چوتھا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۵ شعر (۲ اور ۳ ندارد) عماد : ۳ شعر ۔

۱ ، الف : نہیں کہا جاتا (گردیزی) ؛ ب : ہائے (حسرت) ؛ نہیں رہا جاتا (گردیزی) ۔ ۳ ، ب : نہیں دہا جاتا (گردیزی) ۔ ۵ ، الف : نادم ہوں (حسن) ؛ ب : کیا کہوں (حسن) ؛ نہیں رہا جاتا (گردیزی) ۔

۳۵۔ لندن ، رضا و کلکتہ : ۸ شعر ؛ انجمن : ۹ شعر ۔ رضا میں دوسرے شعر کی بجائے حاشیے پر مندرجہ شعر ہے ۔

۳ ، الف : آئے ہے (انجمن) آئے ہیں (جامعہ) ؛ تو آپ دیکھ یہ کام آئینے کا ہے پیارے (رضا) ؛ ب : جن نے کہ (انجمن) ۔ ۵ ، ب :

بہ آن ادا (لندن ، رضا ، انجمن و کلکتہ) بہ آن ادا (جامعہ) - ۷ ،
الف : شریک ِ قسمت ازل کے تھے دل ھم اور بلبل (رضا) -

۳۶- لندن ، کلکتہ و انجمن : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (مقطع ندارد) -

۱ ، ب : نسخوں میں ' ترکتا ' ھے - ۶ ، ب : ستم ھوتا کہن جامہ (رضا) - ۷ ، ب : دیوان پن (انجمن) -

۳۷- لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (دوسرا اور پانچواں) -

۱ ، الف : کسو کا (سرور) آسی کا (گلشن) ؛ ب : لینا نہ کبھو (ھندی ، میر ، شفیق ، حسن) لینا نہ کہیں (گلشن) لینا ھو جو تو (نغز) لیتا جو تو ھو نام کسو کا (سرور) لیتا ھو کبھو (انجمن) لیتا ھو اگر (رضا ، لندن و کلکتہ) لیتا ھے کبھو (گردیزی) -
۲ ، الف : آنا ھو (ھندی) ؛ ب : ھو ھی چکا (ھندی و سرور) -
۴ ، الف : قید نہ ھووے (کلکتہ) -

۳۸- لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر -

۵ ، الف : نہ جانیں (انجمن) -

۳۹- لندن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ انجمن : ۶ شعر (پانچواں شعر ندارد) ؛ حسرت : ۳ شعر (مطلع اور دو شعر مندرجہ بر حاشیہ) -
۱ ، ب : کہ کیا (حسرت) - ۲ ، الف : چھوٹا اگر مریض ترا مر گیا (انجمن) - ۴ ، ب : کی یاں (کلکتہ) -

۴۰- لندن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر - انجمن میں پانچواں اور چھٹا شعر حاشیے پر ھے -
۶ ، الف : لندن کے متن میں ' اس طرح دل کو ' ھے لیکن نسخے کے حاشیے پر اسے ''اس طرح پھر دل'' سے بدل دیا گیا ھے -

۴۱- لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (۴ ، ۵ اور ۶) -

۱ ، الف : تا اس طرف سے راہ ھے (رضا) - ۳ ، ب : پیارے کنار کا (رضا) - ۵ ، الف : نہ (لندن) -

۴۲۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ؛ عماد :
۳ شعر (۴ ، ٦ و ۷) ۔ لندن میں پانچواں شعر حاشیے پر ہے ۔
۵ ، الف : فراق میں (رضا) ۔

۴۳۔ لندن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر ؛ حسرت : ٦ شعر
(۲ اور ۵ ندارد) ؛ عماد : ۵ شعر (۳ اور ۴ ندارد) ۔

۱ ، الف : ہم نے (انجمن ، گلزار ، گلشن ، حسن) ؛ ترے ہجر میں
(گلزار ، حسن و گلشن) ؛ ب : کہ ہمیں (گلزار ، گلشن و حسن) ۔

۵ ، الف : تم سے (رضا و عماد) ؛ جھوٹتھ (رضا) ۔

۷ - کس جگہ ڈھونڈھیے قائم تجھے اے خانہ خراب
جانیے کون سے جنگل کو تو آباد کیا (حسرت ،
عماد ، رضا) لندن کے متن میں بھی یہی شعر ہے مگر حاشیے پر
'' ڈھونڈھے جا کر'' الخ ۔ سے بدل دیا گیا ہے ۔

۴۴۔ انجمن ، لندن و کلکتہ : ۹ شعر ؛ رضا : ۸ شعر (آٹھواں شعر ندارد) ؛
حسرت : ۷ شعر (تیسرا اور ساتواں ندارد) ؛ عماد : ۲ شعر (مطلع
اور چوتھا شعر) ۔

۱ ، ب : حسرتیں (انجمن) ؛ سرو ِسمن (انجمن ، حسن ، گلزار ،
گلشن) ۔ ۲ ، الف : خسرو تو ساتھ شیریں کے (کلکتہ) ؛ کر ذوق
سے معاش (گلزار ، گلشن) ۔ ۳ ، الف : زیر ِ سایۂ دیوار (انجمن ،
گلزار ، گلشن ، حسن) زور (لندن ، رضا ، کلکتہ) ؛ ب : کوئی داؤ
(گلشن) ۔ ۵ ، الف : کشتوں کے ہیں (حسرت) ؛ ب : نہ اب تلک یہ
(کلکتہ) ۔ ٦ ، ب : روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور (انجمن ، مقدمہ
قائم ، گلزار ، حسن و گلشن) روٹھا تجھی سے آپ ہی اور آپ من گیا
(حسرت) ۔

۴۵۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : مطلع و مقطع ۔
۳ ، الف : ابر یار (لندن و جامعہ) ۔

۵ ، الف : آغوش میں میں بالش ِ مخمل کو کیوں کہ لوں (انجمن) ۔

۴۶۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن ، رضا و حسرت : ۵ شعر ۔

۲ ، الف : گل کی (دستور ، حسرت ، جامعہ) ۔ ۳ ، ب : مل کے جس کو (رضا) ۔ ۴ ، ب : یہ مرحلہ (حسرت) ۔ ۵ ، ب : کسو (انجمن) ۔

۴۷۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (دوسرا اور چھٹا) ۔

۳۔ ہیں کاہیدہ زبس غم سے ، ہے جوں شمع
وہی جیب اور وہی دامن ہمارا (رضا)

۴۸۔ لندن ، رضا ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (پانچواں اور مقطع) ۔

۱ ۔ انجمن کے حاشیے پر یہ شعر بعد کا اضافہ ہے ۔ متن میں مطلع یہ ہے : یہی ہے شہرہ اگر تیری بے وفائی کا
نہ لے گا نام کوئی جگ میں آشنائی کا

۵ ۔ انجمن میں یہ شعر بعد کا اضافہ ہے ۔

۴۹۔ انجمن ، لندن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ رضا : ۴ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (دوسرا اور مقطع) چوتھا شعر رضا و حسرت میں نہیں ہے اور لندن کے حاشیے پر ہے ۔ حسرت میں ایک شعر زائد ہے :

کرے تھا اپنا قدم بوس آپ شب قائم
تری گلی میں کہیں یار پھر گیا ہوگا

۵۰۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۹ شعر ؛ عماد : ۵ شعر ۔ یہ غزل رضا میں نہیں ہے ۔

۱ ، ب : میں تو اثر (انجمن) میں اس تیرے (جامعہ) ۔ ۵ ، الف : کوچے میں آس کے (انجمن و عماد) ۔

۵۱۔ لندن ، رضا ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : ۷ شعر (چھٹا شعر کم اور حاشیے والا شعر زائد) ؛ عماد : ۵ شعر (دوسرا اور چھٹا ندارد) ۔

۲ ، الف : سر سے کفن کو باندھ کے آیا ہے تجھ تلک (رضا و حسرت) لندن کے متن میں بھی یہی مصرع تھا لیکن حاشیے پر ''یک سر'' ۔ الخ ۔ سے بدل دیا گیا ہے ۔ ۴ ، ب : سو پھر (انجمن) ۔ ۵ ، ب : کوچے سے آس کے خاک کو (انجمن) ۔ ۶ ، ب : ہیز (لندن) ۔

۵۲۔ لندن ، رضا ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۱ ، الف : تو مہرباں کبھو ہم پر ہی (جامعہ) ۔

۵۳۔ انجمن ، لندن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (چھٹا ندارد) ؛ حسرت : ۵ شعر (پانچ اور چھ ندارد) ؛ عماد : ۲ شعر ۔

۵۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و حسرت : ۵ شعر ؛ عماد : مطلع ۔

۱ ، الف : نہ جی نے (جامعہ) کبھی جس نے نہ آرام دیا (سرور) ؛ ب : ہمیں وہ (سرور) ۔ ۰ ۔ ، الف : سیہ کار (حسرت) ۔

۵۵۔ لندن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر ۔ رضا میں چوتھے شعر کی بجائے حاشیے پر مندرجہ شعر ہے ۔ انجمن میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۱ ، الف : جلوں کے (کلکتہ) ؛ ب : آتش ہے (کلکتہ) ۔ ۳ ، الف : بنی بھووں سے ڈرا چاہیے کہ کہتے ہیں (گلشن) بنی بھواں سے (گلزار) ؛ ب : کرے ہے کاٹ (گلزار و گلشن) ۔

۵۶۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : ۲ شعر ۔

۴ ۔ کیوں کر چھٹیں قید زیست سے ہم
ہر تار نفس ہے دام اپنا (رضا) ۔

لندن کے متن میں یہی شعر ہے لیکن اسے حاشیے پر ''کس سے ہے گلہ'' ۔ الخ ۔ سے بدل دیا گیا ہے جو کلکتہ اور انجمن میں بھی ہے ۔

۵۷۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (چوتھا شعر ندارد) ۔

۱ ، الف : بت گلفام (دستور) ۔ ۵ ، ب : دیکھی (انجمن و نغز) ۔ ۷ ، الف : آ سویا تھا قائم (انجمن) ۔

۵۸۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر ۔

۱ ، الف : دن کو (نغز) دن میں (سرور) ۔ ۲ ، ب : قائم کے نسخوں میں ''ڈھبائیے گا'' ہے اور یہی درست ہے ۔ ٦ ، الف : کرنی جو ہو (کلکتہ) ۔

۵۹۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ؛ عماد : ۲ شعر ۔

۵ ، ب : قائم کے نسخوں میں ''یوهیں'' ہے ۔

٦۰۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و حسرت : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر ۔

۵ ، الف : تھیے (انجمن و رضا) ۔

٦۱۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (پانچواں اور چھٹا شعر ندارد) ۔

۱ ، ب : پر خدا جانیے وہ (حسن) ۔

۳ ، الف : جوشش گریہ میں کیجسو نہ دلا ضبط سرشک (انجمن) ۵ ، ب : مجھ سے (انجمن) ۔ ۷ ، ب : پھر یہ امید نہیں ہے (ذ کا) نہیں ہے (میر) ۔

٦۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔

۳ ، الف : ٹل گئے تا بہ (انجمن) ؛ ب : قائم کے نسخوں میں 'وعدے' کا املا 'وادے' ہے ۔ ۵ ، ب : لیک (انجمن) ۔

٦۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ؛ عماد : ۲ شعر ۔ لندن میں یہ غزل حاشیے پر ہے ۔

۱ ، الف : ہوائے آہ سے (حسرت) ۔ ۳ ، الف : حباب کئی دم کی (انجمن) ۔

٦۴۔ لندن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر ۔

۱ ، ب : سب کچھ گذر گیا (دستور و حسرت) ۔ چوتھا شعر انجمن میں حاشیے پر ہے اور حاشیے پر مندرجہ شعر متن میں ہے ۔

٦۵۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۹ شعر ؛ حسرت : ۸ شعر (ساتواں شعر ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر ۔

۳ ، ب : جدھر جائے (حسرت) ۔ ۲ ، الف : یوں لگا (انجمن) ۔
۸ ، ب : گھر سے (حسرت) ۔

۶۶۔ لندن ، انجمن رضا و کلکتہ : ۹ شعر ؛ عماد : ۴ شعر ۔

۲ ، ب : تیں کام (جامعہ) اور یہی موزوں تر ہے ۔ ۲ ، الف : پوچھ (انجمن ، کلکتہ و عماد) ۔ ۸ ، ب : سرد میں (انجمن) انجمن ھی میں کسی دوسرے نسخے کے حوالے سے حاشیے پر ''اس کو ڈبو دیا'' بھی لکھا ہے ۔

۶۷۔ لندن ، انجمن و کمال : ۷ شعر ۔ کلکتہ و رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔ لندن میں بھی حاشیے پر کسی کم سواد نے بعد میں اضافہ کیا ہے ، جامعہ میں اس غزل کے صرف پہلے تین شعر ھیں ۔ کمال میں اس کے ساتوں شعر ھیں ۔

۲ ، الف ، فرقۂ عشاق (کمال) ۔ ۵ ، ب : چینٹی (لندن) ۔

۶۸۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۲ شعر (چوتھا شعر ندارد) ۔ ۲ ، ب : سوالیہ نشان یہاں سے ھٹا کر تیسرے شعر کے آخر میں لگا دیا جائے ۔

۶۹۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۲ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ؛ عماد : ۳ شعر ۔ رضا میں دوسرے شعر کا پہلا مصرع اور تیسرے کا دوسرا مصرع ملا کر ایک شعر بنا دیا گیا ہے ۔

۳ ، الف : گھڑ (لندن و انجمن) ۔ ۲ ، الف : جی مرا دیکھ کہ اس مہ سے لڑاتے ھیں ھم آنکھ (انجمن) جی ھمارا ہے کہ اس مہ سے لڑاتے ھیں ھم آنکھ (کلکتہ) ۷ ، الف : تو پھنس کے جو (انجمن) ۔

۷۰۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ رضا : ۲ شعر (پہلا اور چوتھا) ؛ حسرت : ۳ شعر (تیسرا اور پانچواں ندارد) ۔

۱ ، الف : مایوس (رضا) ۔ ۲ ، الف : لے جا (حسرت و انجمن) ۔
۴ ، ب : باد فصل خزاں (رضا) ۔

۷۱۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔ اس غزل کا ایک اور شعر دیوان قائم مملوکہ سید مسعود حسن رضوی میں ہے جو جامعہ کے مطبوعہ دیوان (صفحہ ۲۳۰) کے

حوالے سے درج کیا جاتا ہے :

ہوتا ہے کس سے خاک نشینوں کا سرفرو
اٹھے کسو کے واسطے پاپوشِ نقشِ پا

۲ ، الف : جیتے (لندن) چیتے (جامعہ) - ۴ ، ب : گوش (انجمن) -
۶ ، لندن میں یہ شعر حاشیے پر ہے -

۷۲- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۸ شعر - رضا میں یہ غزل نہیں ہے - اس غزل کا ایک اور شعر دیوان قائم مملوکہ سید مسعود حسن رضوی میں ہے جو جامعہ کے مطبوعہ دیوان (صفحہ ۲۴۰) کے حوالے سے درج کیا جاتا ہے :

مانا میں یہ کہ ایک ہے معنی میں سنگ و لعل
آپس میں پھر ملاپ ہے کیا لعل و سنگ کا

۶ ، الف : کسی کے (جامعہ) - ۸ ، ب : جیسے (جامعہ) -

۷۳- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر - رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۲ ، ب : ہونٹھوں کا (لندن) - ۳ ، ب : دی تھی (لندن) - ۷ ، ب : کھینچی (لندن) -

۷۴- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۱۰ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر - رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۱ ، الف : کس منہ (حسرت) - ۲ ، ب : سنبھالا (انجمن و حسرت) -
۴ ، الف : انجمن کے حاشیے پر کسی دوسرے دیوان کے حوالے سے یہ مصرع یوں لکھا ہے : ''مستی نہ چوٹے کیوں کہ ان آنکھوں سے کہ قائم -'' دسواں شعر بھی انجمن کے حاشیے پر ہے -
۷ ، ب : موزونیِ گام (انجمن) -

۷۵- لندن ، انجمن ، کلکتہ و کمال : ۸ شعر - رضا میں یہ غزل نہیں ہے -
۶ ، الف : بھرّا آئے ہے (انجمن و کمال) -

۷۸- نسخۂ قائم مملوکہ سید مسعود حسن رضوی میں اس غزل کے پانچ شعر ہیں - جامعہ کے مطبوعہ دیوان (صفحہ ۲۴۰) کے حوالے سے

باتی دو شعر (تیسرا اور چوتھا) درج کیے جاتے ھیں ۔

ایک عالم کیا ھے جن نے شہید
ھے وہ خون خوار رنگ پان کی ادا
دم بہ دم خشم ، جب نہ تب دشنام
بارے کاڑھی (ھے؟) یہ کہاں کی ادا

مقطع کا پہلا شعر بھی اس طرح ھے : ''کرے عاشق پہ تہمتیں قائم''۔
اسی نسخے میں ردیف الف کے دو اور شعر ھیں :

قصہ کرتے ھم اگر ھامون کا
نام لیتا نا کوئی مجنون کا
خال ھے اس گوشۂ لب پر ضرور
ساتھ ھے قند و حبِ افیون کا

۷۹۔ لندن ، رضا ، انجمن ، کلکتہ و حسرت : ۵ شعر ۔

۱ ، ب : ھووے جب آہ و نالہ سے ھمراز عندلیب (حسرت) ۔

۸۰۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ عماد : صرف دوسرا شعر ۔ ۲ ، ب : جو کر لے (انجمن) ۔

۸۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۲ ، ب : دی ان نے (لندن ، رضا و انجمن) ۔ ۳ ، الف : تیڑھی نگاہ (لندن و رضا) ۔

۵ ، الف : سے دنگ ھوں (انجمن) ۔

۸۲۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و کمال : ۷ شعر ؛ حسرت : ۶ شعر (تیسرا شعر ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر ۔

۵۔ لندن کے متن ، رضا اور حسرت میں یہ شعر ھے :

دل کے تابع ھیں ، جو ھوا سو کیا
ھم سمجھتے نہیں ثواب و عذاب*

*عذاب و ثواب (حسرت)

لیکن بعد میں لندن کے حاشیے پر اسے ''جس کو ھے'' الخ ، سے بدل دیا گیا ھے ۔ انجمن ، کلکتہ اور کمال میں یہی شعر ھے ۔

(لندن ، کلکته و انجمن) تشتط (رضا) - ۷ ، الف : کبھو (رضا) ؛ ب : کھلنے کا (جامعه) -

۸۹- انجمن ، لندن ، کلکته و کہال : ۳ شعر ؛ رضا : ۶ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع

۲ ، الف : کسو کی کوئی دے (انجمن) -

۹۰- لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر -

۱ ، الف : دل سے آج (عماد) ؛ ب : مری جان جو ملنا ہے تو مل آج (انجمن و عماد) - ۴ ، ب : کی نمط خاک میں مل آج (انجمن) - ۶ ، ب : یاں (انجمن) -

۹۱- لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۷ شعر ؛ حسرت : ۴ شعر -

۱ ، الف : کس آزار (کلکته) ؛ ب : مرے (لندن ، کلکته و رضا) ؛ جز مرگ ہے کچھ عشق کے (انجمن) - ۴ ، الف : پھریں ہیں (انجمن) ؛ ب : یاروں کی (کلکته) - ۵ ، الف : تب غم (جامعه) - ۶ ، الف : شیخ جیو (لندن و رضا) - ۷ ، الف : لوگ ہو (انجمن) -

۹۲- لندن ، رضا ، انجمن ، کلکته و حسرت : ۷ شعر ؛ کہال : ۶ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ عماد : ۲ شعر - حسرت میں اس غزل کا مطلع حاشیے پر مندرجه ہے - دوسرا شعر اس طرح ہے :

گرچه ہوں بیچ میں دریا کے یه (؟) ہوں
جیسے رہتی ہے صدا حلقۂ زنجیر کے بیچ

باقی پانچوں شعر یہی ہیں -

۶ ، الف : ترے مارے اب (حسرت) تری ہار ہے اب (جامعه) -

۹۳- لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۷ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، ب : تجھ عہد میں تو گذری عجب درد و غم کے بیچ (کلکته و انجمن) -

۳- سینے میں چند نالہ مہیا ہیں یاں مدام
جوں صوفِ خامه ہو ہے ہمیشه قلم کے بیچ

۸۳۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و حسرت : ۷ شعر ؛ عماد : ۴ شعر ۔
۲ ، الف : یک دگر (گردیزی و میر) ؛ تو پھر جھگڑا کیا (نغز) ؛
ب : تجھ کو خواھندہ بہت مجھ کو طرحدار بہت (میر) ؛
خریدار (گردیزی) ۔ ۳ ، الف : دل (حسرت) ۔ ۴ ، ب :
ھجر کی میں نے تو کاٹی ھیں (کمال و انجمن) ۔ ۵ ، ب ۔ ''طبیعت پہ''
پڑھا جائے ۔ ۶ ، الف : قتل پہ اب کس کے کمر (کمال و انجمن) ۔

۸۴۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (پانچواں شعر ندارد)
حسرت : صرف مطلع ۔

۱ ، الف : ھر چند (سرور) ؛ ب : کعبہ کا نہ یاں قصد (سرور) ۔
۳ ، الف : دھوم بھی (سرور) ۔ ۶ ، الف : ھو آئی ھو مقبول نہیں
ھے (سرور) ؛ ب : کھائی نہ ھو (سرور) ۔ ۷ ، الف : کبھہ کے
پکاروں (سرور) ۔

۸۵۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۱۱ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر ۔

۷ ، ب : دل کی بات (رضا) ۔ ۱۰ ، الف : آج (نغز) بس کہ
(دستور) ۔ ۱۱ ، الف : دل (انجمن) مکدر رھے (جامعہ) ۔

۸۶۔ لندن ، رضا ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ۔

۱ ، الف : چاھے ھیں (دستور و ھندی) ھم چاھتے یہ ھیں کہ رھے
پاک محبت (سرور) ؛ ب : پر یہ ھی نہ ھو جس میں (رضا) ۔ ۲ ،
الف : کہ یک جا (کلکتہ) ۔ ۴ ، ب : اب گو کہ بے خلق ھو
تریاک محبت (رضا) ۔ ۵ ، الف : قائم ھوں میں اس باغ کا بلبل کہ
جہاں یار (رضا) ۔

۸۷۔ نسخۂ قائم مملوکہ سید مسعود حسن رضوی میں بھی یہ مطلع ھے
(رک ۔ جامعہ ص ۲۴۰) ۔

۸۸۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر ؛ عماد :
۳ شعر ۔

۱ ، الف : کاھے میرے (حسرت) کاھے تیرے (انجمن) ۔ ۳ ، الف :
تدبیر سے (انجمن) ؛ ب : زیادتی کا (جامعہ) ۔ ۶ ، ب : تنشطط

(رضا ؛ نسخۂ رضوی میں 'یوں مدام' ہے) ؛ الف : ہم یوں (انجمن) ؛ ب : ہوتا ہے بال (انجمن) - ۴ ، الف : جانے تو (جامعہ) - ۵ ، ب : پیتے ہیں (جامعہ) -

۹۴- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ رضا : پہلے دو شعر ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ : الف : کیفیت شب جاگنے سے تجھ پہ جو آتی ہے صبح (رضا و حسرت) - ۵ ، ب : میں ہوئی جاتی ہے صبح (لندن) -

۹۵- لندن ، رضا ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : ۶ شعر (چھٹا شعر ندارد) -

۲ ، الف : کس کوں (لندن) - ۳ ، الف : مشق بلبل نے ایک مدت کی (حسرت) - ۷ ، ب : کھپ گئے دل میں (حسرت) -

۹۶- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : پہلے دو شعر - رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۱ ، ب : حال (کلکتہ) - ۲ ، الف : چھپیں (انجمن و جامعہ) - ۶ ، ب : سیکھے ہے (کلکتہ) - ۷ ، ب : غرق (جامعہ) میں ہوں (انجمن) -

۹۷- لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و کمال : ۷ شعر -

۳ ، الف : باد (انجمن ، لندن و رضا) ؛ ب : ' یاد آ جا ہے' پڑھا جائے -

۹۸- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر -

۳ ، الف : ہو کیو نہ (لندن) - ۴ ، الف : جن سے (جامعہ) -

۹۹- لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و کمال : ۵ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع -

۳ ، الف : جو یک دن (رضا) ؛ ب : مقتاد (جامعہ) - ۴ ، الف : بیٹی سے تری تجھ پہ حرام (انجمن و کمال) ؛ نسخوں میں آوپہ بمعنی اوپر ہے - ب : رند تیرے سب اسی رشتے سے داماد ہیں شیخ (انجمن ،کلکتہ و کمال) -

۵ - تھوڑی سے بات میں قائم کی تو ہوتا ہے خفا
کچھ حرمزدگئیں اپنی بھی تجھے یاد ہیں شیخ (رضا)

لندن کے متن میں بھی یہی شعر ہے مگر حاشیے پر '' رشک کرتا ہے'' الخ - سے بدل دیا گیا ہے - انجمن ، کلکتہ اور کمال میں یہی شعر ہے -

۱۰۰- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (تیسرا اور چھٹا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۶ شعر (آخر کے تین شعر اور تین شعر مندرجہ بر حاشیہ) -

۱ ، ب : کہ پانو (لندن و رضا) ؛ ' رکھتے ہیں ' یا ' رکھتی ہیں ' (لندن) - ۲ ، ب : ہم دگر (انجمن) - ۶ ، ب : بہ فرقۂ خوباں (حسرت) -

۱۰۱- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۶ شعر (مقطع ندارد) - جامعہ میں چوتھا شعر نہیں ہے -

۲ ، الف : یوهیں (انجمن ، لندن ، کلکتہ و رضا) یوں ہیں (عماد) -
۵ ، الف : تیڈھی (رضا و لندن) - ۶ ، الف : کل صبر و طاقت آس کی (انجمن ، رضا و عماد) - لندن کے متن میں یہ مصرع اسی طرح ہے لیکن حاشیے پر اسے '' کل طاقت'' - الخ - سے بدل دیا گیا ہے - کلکتہ میں بھی یہی مصرع ہے -

۱۰۲- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر -

۱ ، ب : روے سفید (سرور) - ۳ ، الف : سنبھالے (جامعہ) -
۵ ، ب : ملگجے گرد سے کب ہوتے ہیں (انجمن) ملگجی ہوتی ہے کب (جامعہ) - ۷ ، ب : ''کہیں'' کو ''کوئی'' پڑھا جائے -

۱۰۳- لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و حسرت : ۵ شعر -

۱ ، ب : کہ ہو (حسرت) - ۵ ، الف : یہ کہیں (جامعہ) ؛ ب : ہو کہ (انجمن) -

۱۰۴- لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ ، حسرت و کمال : ۷ شعر -

۱ ، ب : آس کے مکھڑے (حسن و انجمن) - ۴ ، الف : مستقل (جامعہ) -

۱۰۵- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر - رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۱ ، الف : یہ طور (انجمن) -

۱۰۶- لندن و رضا : ۴ شعر ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ، حسرت : ۶ شعر (تیسرا شعر کم اور حاشیے پر مندرجہ دو شعر زائد) -

۴ : گئی بہار ، خزاں آئی ، گل ہوئے پامال
مری رہائی میں اب کیا درنگ ہے صیاد (حسرت)

۵ : قفس میں تنگ نہیں میں ہی صرف اے قائم
مرے بھی نالہ و افغاں سے تنگ ہے صیاد (حسرت)

۱۰۷- لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و حسرت : ۷ شعر -

۲ ، ب : اب رہا کہاں کاغذ (حسرت) - ۳ ، ب : پانو (لندن ، کلکتہ و رضا) - ۴ ، الف : کرے ہے (حسرت) ؛ و لیک (انجمن) ؛ ب : کدھر دیار میں تیرے قلم (حسرت) - ۵ الف : آگیں ہیں (انجمن) آگے ہے (حسرت) - ۷ ، الف : دیار یار سے پہنچا (حسرت) ؛ ب : قلمرو (مرکب) پڑھا جائے۔

۱۰۸- لندن ، انجمن ، کلکتہ و کمال : ۵ شعر : حسرت : ۳ شعر - رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۱۰۹- لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۹ شعر -

۲ ، ب : لگ لگ (کلکتہ میں گ کے دونوں مرکز واضح ہیں) لیکن اسے لک لک (عربی لق لق کا مفرس) پڑھا جائے - ۴ ، الف : تراشے ہیں (انجمن) ؛ ب : ڈاری (انجمن) داڑھی (لندن) ڈاڑھی (کلکتہ) ؛ بکری کی (لندن) پگری کی (کلکتہ) پگڑی کی (انجمن) - ۶ ، الف : خونتابہ کش (انجمن) - ۷ ، ب : ''اپنے ہمیشہ خاک مستک پر'' پڑھا جائے - ۸ ، الف : فرسودہ نالے کی (جامعہ) -

۱۱۰- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۹ شعر ؛ رضا : ۸ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ حسرت : صرف مطلع -

۲ ، ب : چلتی ہے سدا (رضا) ؛ برق سے (سرور) ۔ ۳ ، الف : تڑپھیں (انجمن و کلکتہ) ۔ ۴ ، الف : گرا (مقدمہ قائم) ۔

۵ ، ب : کھچتی (لندن و رضا) ۔ ۸ ، الف : اُلجھیں ھیں (انجمن) ؛ 'باد' یا 'باؤ' ؟ انجمن ، رضا اور لندن میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے وھاں 'باد' یا 'باو' دونوں ھی طرح پڑھا جا سکتا ہے لیکن کلکتہ میں بالعموم واضح طور پر 'باؤ' لکھا گیا ہے (قصائد پر اس کا اطلاق نہیں ھوتا) جس سے اس کی ترجیح کا ایک جواز پیدا ھو جاتا ہے ۔

۱۱۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔

۲ ، ب : ناسور کے (انجمن و کلکتہ) ۔ ۵ ، ب : اپنی ذی پر (لندن ، کلکتہ ، رضا) اپنے جی پر (انجمن و جامعہ) ۔ '' اپنی زے پر '' پڑھا جائے ۔ '' زے '' بمعنی جان ، زندگی (اسٹائن گاس ، صفحہ ۶۳۱)

۱۱۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔

۲ ، الف : ھیں (انجمن) ؛ ' زنداں ' پڑھا جائے ۔ ۵ ، الف : پھیر (لندن و کلکتہ) ؛ ب : قید کر کر (لندن و رضا) ۔

۱۱۳۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۹ شعر ؛ رضا ۸ شعر (مطلع ، اور مقطع کا مصرع ثانی ندارد) ؛ عماد : ۸ شعر (پانچواں شعر ندارد) ؛ حسرت : ۶ شعر (۱ تا ۴ ، مقطع اور شعر مندرجہ بر حاشیہ) ۔

۲ ، ب : شب تھوڑی ہے قصہ مختصر کر (رضا ، حسرت و عماد) ۔ ۳ ، ب : اس سے کوئی جیا سو مر کر (عماد) جو کوئی جیا تو مر کر (حسرت) جو کوئی جیا سو مر کر (حسن ، گلزار ، گلشن ، مقدمہ قائم) ۔ ۴ ، الف : زائر (رضا) ۔ ۷ ، ب : پانو (لندن ، کلکتہ ، رضا ، عماد) ۔ ۸ ، الف : عاقل (رضا) ۔ ۹ ، الف : جا نہ (حسرت) ۔

۱۱۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۹ شعر ؛ عماد : ۳ شعر ۔

۱ ، ب : جائیں (دستور ، ھندی و انجمن) ۔ ۲ ، ب : آتی ہے (دستور) ۔ ۳ ، الف : کہ پیارے یاں تو (انجمن) ۔ ۵ ، الف : یاروں نیں (لندن) ۔ ۷ ، ب : ایک قطرہ کوئی تر کاڑ ہے تو گھر سے باھر

(کذا ـ کلکته) ـ ۸ ، الف : دل ہے کس کا کہ مقابل ہو نگہہ سے تیری (انجمن) ؛ ب : ہو یو ہی (لندن ، جامعه) ـ

۱۱۵ـ لندن ، انجمن ، کلکته ، رضا ، کمال و حسرت : ۷ شعر ؛ عماد : پہلے دو شعر ـ

۱ ، الف : اب تو (گلزار ، ذکا ، نغز ، شفیق ، میر ، گردیزی و گلشن) ؛ ب : ہے تو (گردیزی) ہے تیں (حسرت) ـ ۳ ، ب : نه لینا تیں مجھے چنگل میں کس کر (انجمن) نه لینا مجھ کو تو چنگل میں کس کر (کمال) ـ ٦ ، ب : مرے (حسرت) ـ ۷ ، ب : جیوں گل (ذکا ، گلزار ، نغز ، گردیزی ، شفیق ، مقدمه قائم) ؛ اسے مانند گل تو کاٹ ہنس کر (سرور) ـ

۱۱٦ـ لندن ، انجمن و کلکته : ۷ شعر ؛ رضا : ٦ شعر (تیسرا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۴ شعر ؛ عماد : ۳ شعر ـ

۱ ، الف : پہ ہے (جامعه) ـ ۲ ، ب : سرواته (لندن) سرواه (کلکته و رضا) سرد آہ (انجمن) ؛ اتنا ہی سر درد ہے (جامعه) ـ ۳ ، الف : تو کچھ سمجھ (انجمن) ـ ۴ ، ب : اگر تو ہے مقر (انجمن) ـ

۱۱۷ـ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۹ شعر ؛ حسرت : ٦ شعر (۳ ، ۴ ، ۵ ، اور تین شعر مندرجه بر حاشیه) ؛ عماد : ۳ شعر ـ

۴ ، الف : ہی ہیں جن کو (انجمن) ـ

۱۱۸ـ لندن ، کلکته و انجمن : ۲ شعر ؛ رضا : دوسرا شعر (یه شعر بھی علیحده نہیں بلکه غزل ۱۱٦ میں شامل ہے) ـ

۲ ، الف : کیو نه (لندن) ـ

۱۱۹ـ لندن ، انجمن و کلکته : ۹ شعر ؛ رضا : ۸ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۵ شعر ؛ عماد : ۷ شعر (چوتھا اور پانچواں ندارد) ـ

۱۲۰ـ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ـ

۱ ، ب : آگ بھی (سرور) ـ ۲ ، الف : اٹکی (نغز) ؛ اٹکی نه آنکھ خط میں تری چشم کے حضور (سرور) ؛ ب : پانی پیے ہے کون

مئےناب دیکھ کر (سرور) ۔ ۳ ، الف : جو تیری یاد میں (جامعہ) ۔
۶ ، ب : کیا جائیے اس آن سے (رضا) ۔

۱۲۱۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ ، عماد و حسرت ۔

۱۲۲۔ لندن ، کلکتہ و رضا : ۹ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر (چوتھا شعر ندارد) ؛
حسرت : ۸ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ کمال : ۶ شعر (چوتھا ، چھٹا اور آٹھواں شعر ندارد) ؛ کلیات سودا : ۹ شعر ۔ یہ غزل در اصل قائم کی ہے ، غلطی سے سودا کے کلام کے ساتھ چھپ گئی ہے ۔
۱ ، ب : ہوا نہ کبھو (انجمن و کمال) ۔ ۲ ، الف : کسی ہی طرح (حسرت و سودا) ؛ ب : ہونے نہ دے کبھو (سودا) ۔ ۳ ، الف : رونق نہ پاوے شام تری زلف کے حضور (سودا) ۔ ۴ ، ب : کلہ سے ہوا ہے[1] (سودا) جگر سے آگے ہے (حسرت) ۔ ۷ ، الف : مزرع کو میرے (جامعہ) ؛ ب : مری (سودا) ۔ ۸ ، الف : ترے (سودا) ؛ ب : چشم فیض (انجمن و سودا) ؛ خارو کاہ[2] (سودا) ۔ ۹ ، الف : سودا تو درد دل سے نپٹ اب ہے بے قرار[3] (سودا) ۔

۱۲۳۔ لندن و انجمن : ۷ بیت ؛ رضا و کلکتہ : ۶ شعر (چوتھا شعر ندارد ۔ لندن میں بھی یہ شعر حاشیے پر بعد میں بڑھایا گیا ہے) ؛ حسرت : ۵ شعر (چوتھا اور چھٹا شعر ندارد) ۔
۲ ، الف : اک دم تو چین دے مجھے (حسرت) ۔ ۴ ، ب : تڑپھے ہین (انجمن) ۔ ۵ ، الف : اے شعلہ خو (میر) ؛

۱۔ کلیات سودا کے تین قلمی نسخوں (مخزونہ انڈیا آفس لائبریری) میں یہ مصرع اسی طرح ہے جیسے قائم کے متن میں چھپا ہے (شعلے کے یاں جگر سے ہوا ہے گیاہ سبز) ۔
۲۔ اس مصرع کی بھی یہی کیفیت ہے ، تینوں نسخوں میں اس طرح ہے : ہے آن کے فیض چشم سے ہر خار راہ سبز ۔
۳۔ ان تینوں نسخوں میں یہ مصرع اس طرح ہے (۱) سودا تو اپنے درد سے اب بے قرار ہے ۔ (۲) سودا تو درد دل سے بہت اب ہے بے قرار (۳) سودا تو درد اپنے سے کیا بے قرار ہے ۔

ب : هوں بے قرار (حسرت) پر بے قرار هوں (میر) ۔

۱۲۴۔ لندن و کلکته : ۹ شعر ؛ انجمن : ۷ شعر (چوتها اور پانچواں شعر ندارد) ؛ رضا : ٦ شعر (چھٹا ، ساتواں اور آٹھواں شعر ندارد ۔ لندن میں بھی یه تینوں شعر حاشیے پر هیں) ؛ حسرت : ۵ شعر ۔

۱ ، ب : نابداں (جامعه) ۔ ۲ ، الف : هے تو (انجمن و حسرت) ۔ ۳ ، الف : عالم سے حیف جس کے لیے کی میں دشمنی (حسرت) ۴ ، ب : مستِ خوابِ صبح مرا (حسرت) ۔ ۸ ، الف : اک عمر گذری (کلکته و جامعه) ۔ ۹، الف : تو نے جو قائم(حسرت) ؛ ب : هونٹوں په (کلکته و حسرت) جم رها هے مرے (حسرت) ۔

۱۲۵۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر ؛ رضا و حسرت : ۳ شعر (تیسرا اور چوتها شعر ندارد ۔ لندن میں بھی یه شعر حاشیے پر هیں) ۔

۱ ، ب ۔ انجمن میں یه مصرع هے : ''بجائے گل هیں هزاروں جگر په داغ هنوز'' مگر اس کے اوپر هی ، اسی خط میں ، '' نیا هی ایک'' ، الخ ۔ لکھ دیا گیا هے ۔ ۲ ، ب : بددماغ (انجمن) ۔

۱۲٦۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکته و حسرت : ۵ شعر ۔

۱ ، الف : صحت (لندن) صیحت (رضا) صحّت (کلکته) ۔ ۲ ، ب : کیوں هیں (کلکته و رضا) ۔

۳ ، الف : چھانو (لندن و رضا) ۔ ۵ ، الف : اس کی (لندن) ؛ ب : نکلی هے (جامعه) ۔

۱۲۷۔ لندن ، کلکته ، رضا و انجمن : ۷ شعر ۔

۱ ، ب : دین و دنیا سے هے کچھ اودھر (انجمن) ۔ ۲ ، الف : خاک ماٹی (انجمن) ۔

۱۲۸۔ لندن ، انجمن و رضا : ۷ شعر ۔ یه غزل کلکته میں نہیں هے ۔

۱ ، ب : هم نے باندھا بہت (رضا) ۔ ۳ ، الف ۔ 'تغئیر' پڑھا جائے ؛ ب : بغیر (انجمن) ۔

۱۲۹۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکته ، عماد و حسرت : ٦ شعر ۔

۱ ، الف : یاں کیوں نہ (حسن) ؛ ب : حالت مری ہے (حسن) ۔
۲ ، الف : دل و لیکن (حسن) ۔ ۴ ، الف : نہ سرد ہوں میں (انجمن و عماد) ۔

۱۳۰۔ لندن ، انجمن و رضا ۔ یہ مطلع کلکتہ میں نہیں ہے اور لندن میں بھی حاشیے پر بعد میں بڑھایا گیا ہے ۔
۱ ، ب : ہے خرمن (لندن) ۔

۱۳۱۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ٦ شعر ؛ رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (پانچواں شعر ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر ۔
۲ ، الف : ہوئیں خاک (لندن ، کلکتہ ، رضا) ۔ ۳ ، ب : کہتا ہے (حسرت) ۔ ۴ ، الف : بھی (حسرت) ہے (جامعہ) ؛ ب : طلب کیجو یہاں آن کر (حسرت) ۔ شعر بر حاشیہ ۔ رضا میں ''دوزخ سے'' ہے ۔

۱۳۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و کمال : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ۔
۴ ، الف : اغیار کا (انجمن و کمال) ۔ ۵ ، ب : رنجہ کرتا ہے اس عارض کو (رضا و حسرت) ۔

۱۳۳۔ لندن و انجمن : ۸ شعر ؛ رضا : پہلے دو شعر ۔ یہ غزل کلکتہ میں نہیں ہے ۔
۵ ، الف : اپنے نصیب میں جوں شمع (انجمن) ۔ ٦ ، ب : ''میں آتش'' پڑھا جائے ۔

۱۳۴۔ لندن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ۔ یہ غزل رضا میں نہیں ہے ۔
۱ ، الف : غیر کے رہو (دستور) تم کہاں رہے (نغز و سرور) ۔ ۲ ، الف : بھی کام ہے (نغز) کا کام ہے (ذکا) ۔ ۳ ، ب : ''اور'' قائم کے کسی نسخے میں نہیں ہے ، محذوف سمجھا جائے ۔ ٦ ، ب : جس گلی میں پڑی ہیں (کلکتہ)ــــ پڑی ہے (انجمن) ۔ اس کے علاوہ انجمن (اور مصحفی) میں اس مضمون کا ایک اور شعر ہے :

ہے نکلنا تری گلی سے محال
بس کہ ہر سو پڑی ہے لاش پہ لاش

۱۳۵۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر ۔ یہ غزل رضا میں نہیں ہے ۔

۱۳۶۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۷ شعر ؛ کمال : ۵ شعر (دوسرا اور تیسرا شعر ندارد) ؛ حسرت اور عماد : ۲ شعر ۔ یہ غزل رضا میں نہیں ہے ۔

۲ ، الف : لکو نہیں (لندن) لگو نہیں (کلکته ۔ گ کے دونوں مرکز ہیں) لکھو ہیں (انجمن) ۔ جامعہ میں بھی ''لگو نہیں'' ہے ۔ میرے خیال میں یہ 'لکوں ہیں' یا 'لکھوں ہی' (لاکھوں ہی) ہے ۔

۱۳۷۔ لندن ، کلکته ، انجمن ، حسرت و کمال : ۲ شعر ۔ رضا میں یہ بھی نہیں ہے ۔

۱ ، الف : کیوں کیا مجھ کو تو صیاد گرفتار قفس (گلزار و گلشن) ؛ ب : میں (گلزار و گلشن) ۔ ۲ ، الف : سے بلبل (کمال) ۔ کمال میں بھی 'قفس' ہی ہے ۔ حاشیے میں حوالہ 'المنجد' سے دیا گیا ہے ۔

۱۳۸۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۷ شعر ؛ کمال : ۶ شعر (پانچواں شعر ندارد) ۔

رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۳ ، الف : رگڑا ۔نہ (کمال) ۔

۱۳۹۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۱۴۰۔ لندن ، انجمن ، کلکته و حسرت : ۲ شعر ۔ رضا میں یہ بھی نہیں ہے ۔

۱ ، ب : پہ (حسرت) ۔

۱۴۱۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر ؛ کمال : ۳ شعر (دوسرا اور چوتھا شعر ندارد) ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۲ ، ب : اکسیر مس (انجمن) ۔ ۳ ، الف : تری (جامعہ) ۔ ۵ ، ب : بس (جامعہ) ۔

۱۲۲۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر ۔ رضا میں یه غزل نہیں ہے ۔
۱ ، الف : نه تو (انجمن) ۔

۱۲۳۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔ رضا میں یه غزل نہیں ہے ۔
۱ ، الف : کیا ہے (انجمن و حسرت) ۔ ۲ ، ب : بے مزہ گی (انجمن) ۔

۱۲۴۔ لندن ، کلکته ، انجمن ، رضا و حسرت : ۵ شعر (حسرت میں چوتھے شعر کی بجائے حاشیے پر مندرجه شعر ہے) ۔
۱ ، الف : بھوکھے (لندن ، انجمن ، رضا ، حسرت) ۔ ۵ ، الف : کیو نه (لندن) ۔

۱۲۵۔ لندن و انجمن : ۷ شعر ؛ رضا و کہال : ۶ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ کلکته : ۵ شعر (پانچواں اور چھٹا شعر ندارد ۔ لندن میں بھی چھٹا شعر حاشیے پر ہے) ؛ حسرت : ۵ شعر (تیسرا اور چھٹا شعر ندارد) ۔
۱ ، ب : جوش فصل بہار سے کیا حظ (حسرت) ۔ ۳ ، الف : دور ہیں کب کے (جامعه) ۔ ۴ ، الف : جھوٹھا (لندن ، انجمن و رضا) ۔ ۵ ، الف : پونچھے آنسو (حسرت) ۔ ۶ ، الف : مانگیے (انجمن) ۔ ۷ ، الف : ہیں یه اپنے نصیب گر قائم (حسرت) ۔

۱۲۶۔ لندن ، کلکته ، انجمن : مطلع ؛ رضا : دو مطلعے ؛ حسرت : مطلع مندرجه بر حاشیه ۔

۱۲۷۔ لندن ، انجمن ، کلکته ، رضا ، حسرت و کہال : ۵ شعر ۔ اس غزل سے پہلے ''ردیف ع'' کی صراحت ہونا چاہیے تھی جو سہواً طباعت سے رہ گئی ۔
۲ ، ب : فانوس میں (رضا و حسرت) ۔ ۳ ، الف : ''بے تابیِ پروانه'' پڑھا جائے ۔ ۵ ، الف : سمجھایا (انجمن ، حسرت و کہال) ۔

۱۲۸۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۱۰ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔
۳ ، الف : ہم ہیں (انجمن و رضا) ۔

۱۴۹۔ لندن و انجمن : ۵ شعر ۔ رضا و کلکتہ میں یہ غزل نہیں ہے اور لندن میں بھی حاشیے پر بعد میں بڑھائی گئی ہے ۔

۱۵۰۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ حسرت و رضا ؛ ۴ شعر (چوتھا شعر ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر ۔
۵ ، الف : کیوں قائم (حسرت) ۔

۱۵۱۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ۔
۲ ، الف : کیو نہ (لندن) ۔

۱۵۲۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۸ شعر ؛ رضا و کمال : ۷ شعر (رضا میں دوسرا اور کمال میں پہلا شعر ندارد ۔ انجمن میں یہ دونوں شعر ہیں مگر مطلع دوسرا شعر ہے) ؛ حسرت : ۶ شعر (دوسرا اور تیسرا شعر ندارد) ؛ عماد : ۲ شعر ۔
۱ ، الف : نالا ہے (انجمن) کھائیوں (لندن) کھاؤں کیونکہ میں (کلکتہ) جاں بہ لب ہے دل نہ کھاؤں کس طرح سینے میں داغ (حسرت) ۲ ، الف : کیو نہ (لندن) ۔ ۵ ، ب : یا (رضا) ۔ ۶ ، الف : او (حسرت) ۔ ۷ ، الف : گلگشت چمن (حسرت) ۔ ۸ ، ب : آگے بلبل کے کسے آتی ہے خوش فریاد زاغ (حسرت) ۔

۱۵۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و حسرت : ۵ شعر ۔
۱ ، الف : نہیں ہے (حسرت) ۔ ۳ ، الف : کیو نہ (لندن) ۔ ۵ ، الف : اشک (حسرت) ۔

۱۵۴۔ رضا : دو شعر ۔ یہ شعر اور کسی نسخے میں نہیں ملے ۔ حاشیہ ، دوسری سطر ۔ ''جا سکے'' پڑھا جائے ۔

۱۵۵۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر ؛ عماد : ۴ شعر (تیسرا شعر ندارد) ۔
۱ ، ب : اشفاق و عنایات و کرم مہرو تلطف (انجمن) ۔ ۲ ، الف : اک بار (لندن ، رضا و کلکتہ) ؛ ب : وہ (سرور) ۔

۱۵۶۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و کمال : ۸ شعر ؛ حسرت : ۷ شعر (ساتواں شعر ندارد) ؛ عماد : ۴ شعر ۔

۱ ، الف : کر امتحان ٹک ھو کے[1] تو خون خوار یک طرف (رضا و حسرت) لندن کے متن میں بھی یہی مصرع تھا لیکن حاشیے پر '' دیکھ ھو کے '' الخ - سے بدل دیا گیا - کلکتہ ، انجمن و کمال میں یہی مصرع ھے - ۴ ، ب : اپنے (انجمن و رضا) - ۶ ، الف : پرودے (عماد) - ۷ ، الف : سے منہ کو ملیں ھیں (شفیق) -

۱۵۷- لندن ، انجمن : کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (تیسرا اور پانچواں شعر ندارد) -

۳ ، ب : ٹک یاں سے (کلکتہ) - ۶ ، الف : قاصد پتا ھے یار کے کوچے کا بوئے خون (رضا و حسرت) - ۷ ، الف : قائم تو جی لگا کے کہیو یہ ریختہ (حسرت) - ب : قائم کے نسخوں میں 'سرسری' کا یہی املا ھے -

۱۵۸- لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (مطلع و مقطع) -

۱ ، ب : ستم ھے (عماد) - ۳ ، ب : جو چاھے ان سے سو کر تو (رضا) - ۴ ، ب : بتائیوں (لندن و رضا) -

۱۵۹- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۶ شعر (تیسرا شعر ندارد) -

۲ ، الف : جسم و دل (لندن و کلکتہ) ؛ ب : ھو سکے گی (رضا) - ۵ ، الف : کبھی (کلکتہ) - ۶ ، الف : اپنے کو (حسرت) -

۱۶۰- لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و کمال : ۷ شعر ؛ حسرت : ۶ شعر (چوتھا شعر ندارد) -

۱ ، ب : تب خوش ھو (میر) تب خوش ھے (ھندی و حسرت) - ۳ ، الف : وہ (حسرت) - ۷ ، ب : بس بس تو (حسرت) -

۱۶۱- لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، الف : ابکی (حسرت و جامعہ) ؛ ب - کہیے گا (رضا ، انجمن و

۱- حسرت میں '' کر امتحان ھو کے '' ھے -

حسرت) - ۲ ، الف : ہے صبح (انجمن) - ۳ ، ب : جس جس (لندن و کلکتہ) -

۱۶۲- لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ عماد : پہلا اور تیسرا شعر -

۱ ، الف : تجھ کو (انجمن) ؛ ب : میں آ کے در تلک (رضا و عماد)
۳ ، ب : نباہے ہمیں (کلکتہ) - ۵ ، ب : کوہ بھی اب تو (انجمن) -
۶ ، الف : رونے کی دیکھیو تو مرے دھوم ، اے سحاب (انجمن) -

۱۶۳- لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و حسرت : ۵ شعر ؛ کمال : ۴ شعر (تیسرا ندارد) -

۱ ، الف : میں جو طوفاں ہے (حسرت) - ۳ ، الف : آلودہ گاں (لندن) - ۵ ، الف : جو کوئی مر گیا (حسرت) ؛ ب : آس کی (حسرت) -

۱۶۴- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۶ شعر (تیسرا شعر ندارد) ؛ عماد : ۲ شعر (قطعہ) -

۱ ، ب : اب اور جگر کروں (حسرت) - ۳ ، الف : سب بر افتاد (دستور) - ۶ ، الف : ہے جو (دستور) - ۷ ، الف : تو میں (ہندی) ؛ ب - " استخواں " پڑھا جائے -

۱۶۵- لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا : ۷ شعر -

۳ ، الف : وقت شگفتن (انجمن) - ۴ ، الف : انگشتری کی طرح سے قد تو ہوا دوتا (کلکتہ) ـــــ طرح سے ترا قد تو ہوا دوتا (انجمن) -
۶ ، الف : سے ہے (انجمن) ؛ صد طراز (رضا) ؛ ب : دیکھو (رضا) -
۷ ، ب - قائم کے نسخوں میں " سب رنگ " ہے مگر یہ " شب رنگ " (بمعنی دھندلاہٹ ، سیاہی) پڑھا جائے -

۱۶۶- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر - یہ غزل رضا میں نہیں ہے
۶ ، الف : عالم کے عشق کا (انجمن) -

۱۶۷- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ہے - رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۲ ، الف : میں ہے کتنا اندھیر (انجمن) - ۳ ، الف - قائم کے نسخوں میں 'جن نے' ہے اور یوں ہی پڑھا جائے گا - ۴ ، الف : گل برگ (انجمن) - ۵ ، الف : عشق کے (جامعہ) - ٦ ، ب : گڑبے (کلکتہ) - ۷ ، الف : مرے (لندن) ترے (انجمن و کلکتہ) -

حاشیہ - انجمن میں پہلا مصرع اس طرح ہے :

کیا چڑھے نٹ ہیں کہ گھوڑوں کے شناسے ہے سو آج

تصحیح قیاسی کی گئی - اس شعر کی نثر یہ ہوگی کہ جب حالت یہ ہو جائے کہ گھوڑوں کے شناسے ، تو سن چالاک کی قیمت پر اسپ گلی خریدنے لگیں تو پھر غریب نٹ کی سواری کے لیے کیا رہا ؟

۱٦۸- انجمن ، لندن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر -

۱ ، ب : کام پہ (انجمن) - ۳ ، ب : نئیں (انجمن) -

۱٦۹- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۷ شعر (۱ ، ۲ ، ۴ ، ۷ اور تین شعر حاشیے پر) -

۱ ، الف : کہہ دو مرے مزار پر (ذکا و سرور) کوئی اب مرے مزار پہ لائے نہ لائے گل (حسرت) - ۲ ، الف : آئی (جامعہ) - ۴ ، ب : کس نے (حسرت) ؛ ب : پہ آ کر (کلکتہ ، رضا ، حسرت ، سرور و ذکا) -

۱۷۰- لندن و انجمن : ۵ شعر - کلکتہ اور رضا میں یہ غزل نہیں ہے اور لندن کے بھی حاشیے پر بڑھایا گیا ہے -

۲ ، ب : دکھلاؤں میں کہ ہوں ہیں (انجمن) - ۳ ، ب : جو تیرے (انجمن) -

۱۷۱- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر -

۱ ، الف : نہیں یہ (انجمن) ؛ ب : یا کہ (لندن) - ۲ ، ب : بپھرے (جامعہ) - ۳ ، ب : کون ٹھہرے (انجمن) - ۴ ، ب :

چشم کے پردوں میں کی غربال جن نے خاک دل (کلکتہ و رضا) ۔
۵ ، ب : پیارے پہ (جامعہ) ۔

۱۷۲۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و حسرت : ۶ شعر (تیسرا شعر لندن میں حاشیے پر ہے) ۔

۱ ، ب : مانند ہمیں (حسرت) ۔ ۳ ، ب : افسردن (حسرت) ۔ ۵ ، ب : ہے عوض اشک کے (حسرت) ۔ ۶ ، ب : بیداد (حسرت) ۔

۱۷۳۔ لندن ، انجمن و کمال : ۷ شعر ۔ یہ غزل لندن کے حاشیے پر بڑھائی گئی ہے ، کلکتہ و رضا میں نہیں ہے اور قائم کے مقدمے میں بھی شامل ہے ۔

۲ ، الف : تھامبو (انجمن ، کمال و مقدمۂ قائم) ۔ نسخوں میں ' ناگاہ ' ہے ۔ ۴ ، الف : رو سے (کمال) ۔ ۵ ، الف : کیا نقشے (انجمن و کمال) ؛ ہوئے مجھ کو (لندن و جامعہ) ؛ ب : ہر نقش (جامعہ) ۔

۱۷۴۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و حسرت : ۵ شعر ؛ رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۳ ، الف : کیو نہ (لندن) کیوں کہ (کلکتہ) ۔ ۵ ، ب : کیف (جامعہ) ۔

۱۷۶۔ لندن ، رضا و انجمن : ۱۱ شعر ؛ کلکتہ : ۱۰ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ کمال : ۸ شعر (پانچواں ، آٹھواں اور نواں شعر ندارد) ؛ عماد : ۶ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر ۔

۱ ، ب : دکھلائیں ہم (کمال) ۔ ۲ ، الف : گلی سیں (مقدمۂ قائم و انجمن) ۔ ۵ ، ب : گالیاں (گلزار ، گلشن ، انجمن و رضا) ۔ ۶ ، الف : لڑوں (رضا) ؛ ب : بر نہ آئیں گے (مقدمۂ قائم) ۔ ۱۰ ، الف : جو (گردبزی) جو شرط ہے دوستی کی پیارے (حسن) ؛ ب : قائم ہیں (گلزار و گلشن) ۔

۱۷۷۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔

۴ ، الف : کیو نہ (لندن) ؛ ب : آئیوں گا (لندن ، کلکتہ و رضا) ۔

۱۷۸۔ لندن ، کلکته و انجمن : ۵ شعر ؛ حسرت : ۴ شعر (چوتھا ندارد) ۔
رضا میں یه غزل نہیں ہے ۔
۴ ، ب : درازی رات کی (انجمن ــــ کسی دوسرے دیوان کے حوالے سے '' درازی بات کی '' الخ ۔ بھی حاشیے پر درج ہے) ۔

۱۷۹۔ لندن ، رضا و انجمن : ۷ شعر (تیسرا شعر لندن میں حاشیے پر ہے) ؛ کلکته : ۶ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۴ شعر ۔
۱ ، الف : آ گئی (گلزار و گلشن) ؛ ب : بہا گئی (گلزار و گلشن) ۔
۲ ، ب : ''اولے'' پڑھا جائے گا ۔ (جامعه) ۳ ، ب : پھر هم کسو (انجمن و رضا) ۔

۱۸۰۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۹ شعر ؛ رضا : ۸ شعر (پانچواں شعر ندارد) ؛
حسرت : ۷ شعر (دوسرا اور پانچواں شعر ندارد) ۔
۳ ، الف : لے پنهچیو (حسرت) ۔ ۶ ۔ جامعه میں یه شعر نویں نمبر پر ہے ؛ ب : کے وہ هیں (مقدمه قائم و انجمن) ۔ ۷ ، الف : پانو (لندن ، کلکته و رضا) ۔ ۸ ، الف :
کیا جانتے تھے هم که یه آک دن بہے گی باؤ (انجمن و مقدمه قائم) ؛
۹ ، ب : چاهیں گے گرچه سینه خراشی کو خار هم (حسرت) ۔

۱۸۱۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ۔
۴ ، الف : آج آس ابرو هی سے کرنی ہے دو دو بات چیت (رضا) ۔
۶ ، الف : بڈھاپے (لندن و رضا) ۔ ۷ ، ب : اهل غیرت (جامعه) ۔

۱۸۲۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (دوسرا اور چوتھا شعر ندارد) ۔
۱ ، الف : کب شمع یاں تلک گئی سر سے گزر که هم (حسرت) ۔
۲ ، ب : دیکھیں تو روتا ہے تو لخت جگر که هم (رضا) ۔
۳ ، الف : مرے (شفیق و گردیزی) ؛ نہیں کہا (میر) ؛ ب : لے سپر (میر ، شفیق و گردیزی) ۔ ۴ ، الف : کہاتے هیں ترے جو (رضا) ۔ ۷ :

قائم نه کہتے تھے که نه مل ان بتاں سے گرم
اب سنگ آستاں سے تو مارے ہے سر که هم (حسرت) ۔

۱۸۳۔ لنـدن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر ؛ کمال : صرف مطلع ۔ چھٹا شعر لندن کے حاشیے پر ہے ۔

۱ ، ب : سورنگ کے (انجمن ، مقدمه قائم و سرور) ۔ ۴ ، الف : جو تو دیکھے ہے قاصد (حسرت) ۔ ٦ ، الف : بے وجه (حسرت) ۔ ۷ ، الف : اصلح ہے جو (رضا) اچھا ہے تو (انجمن) ؛ دبا دیں (جامعه) ؛ جو اسی طرح (انجمن و حسرت) ؛ ب : رکھنے کا (لندن و کلکته) ۔

۱۸۴۔ لندن ، انجمن رضا و کلکته : ۹ شعر ؛ حسرت : ٦ شعر (۴ ، ۵ اور ۷ ندارد) ؛ عماد : ٦ شعر (۲ ، ۳ اور ۴ ندارد) ۔

۲ ، الف : کھو دیں (رضا) ۔ ۴ ، الف : نه توڑ (انجمن) ۔ ۵ ، الف : تو ہیں لیک (لندن و کلکته) ۔ ٦ ، الف : ہم نے کہا (عماد) ۔

۱۸۵۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۱۰ شعر ؛ عماد : ۴ شعر ۔ رضا میں یه غزل نہیں ہے ۔

۱۸٦۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۹ شعر ؛ حسرت : ٦ شعر (۲ ، ۴ ، ۵ ، ۹ اور دو شعر حاشیے پر) ۔

۴ ، الف : تو جنوں (انجمن) ؛ ب : کے کئی (حسرت) ۔ ۵ ، الف : شیخ کی ثابت ہے ولیکن (حسرت) ؛ ب : کیا جانیے کس کام (حسرت) ۔

۱۸۷۔ لندن ، انجمن[1] ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۳ شعر ؛ حسرت : ۴ شعر ۔

۳ ، الف : پھینکیو (انجمن) ۔ ٦ ، الف : دیے ہیں چرخ نے ہم کو بھی اشک و لختِ جگر (رضا ، حسرت و نسخهٔ رضوی[2]) ؛ ب : ہیں گو که (رضا ، حسرت و نسخهٔ رضوی[3]) ۔

۱۔ انجمن میں اس غزل کا صرف مطلع متن میں ہے ، باقی چھ شعر حاشیے پر ہیں ۔

۲۔ رک ۔ جامعه صفحه ۲۴۱ ۔

۳۔ ایضاً صفحه ۲۴۱ ۔

۱۸۸۔ لندن ، انجمن[1] و کلکته : ۷ شعر ؛ رضا : ۸ شعر ؛ حسرت : ۲ شعر (چھٹا اور حاشیے والا) ؛ عماد : ۴ شعر ۔

۲ ، ب : خزف (جامعه) ۔ ۵ ، الف : یه مرا (انجمن و عماد) ۔ ۶ ، الف : کیا ہو کہ جس کی دید سے خاطر سے (حسرت) ۔
حاشیه : مصرع اول رضا میں ,, ملتا جو وہ نہیں'' ہے ۔

۱۸۹۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۵ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (مطلع و مقطع) ۔

۴ ، ب : کسی کے (رضا) ۔ ۵ ، الف : خوش آمد (انجمن و کلکته) ۔

۱۹۰۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۹ شعر ؛ رضا : ۱۱ شعر ؛ کمال : ۸ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۳ شعر (پہلے دو ، اور شعر بر حاشیه) ۔

۱ ، ب : ہم سمجھتے ہیں جہاں تک که ہے مقدور ہمیں (حسرت) ۔ ۲ ، الف : پانو (لندن ، کلکته و رضا) پانوں بھی اپنے (حسرت) ؛ ب : لے جاہے کدھر (کمال) ۔ ۳ ، الف : جو کے ہیں (انجمن و کمال) ؛ ب : تو (انجمن) ۔ ۴ ، الف : بحث (لندن ، انجمن ، رضا ، کلکته و کمال) ۔ ۶ ، ب : نالے کے تو (انجمن) ۔ ۷ ، الف : آزاده (لندن و کلکته) ؛ ب : جو ہے (کلکته) ۔ ۹ ، الف : اے دل لیکن (رضا) ۔

۱۹۱۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۷ شعر ؛ رضا : ۹ شعر ۔

۱ ، ب : جھوک دیا (رضا) ۔ ۴ ، ب : گریاں ہے (کلکته) ۔
حاشیه : دوسرا شعر ، پہلا مصرع ۔ نسخے میں ,, تو په لے دل ,, ہے ۔

۱۹۲۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۶ شعر (۲ ، ۵ اور ۶ کم اور حاشیے کے دو شعر زائد) ؛ عماد : ۳ شعر ۔

۱۔ انجمن میں اس غزل کا مطلع حاشیے پر ہے اور باقی چھ شعر متن میں ہیں ۔

۱ ، الف : کشتہ کرتا ہے پسند ہم کو ترا ناز کہاں (رضا) ۔ ۳ ، الف : گو کہ رخصت ہے بس اے خواہش گلگشت کہ بس (حسرت) ۔ ۷ ، ب : ہے وہ آواز کہاں (حسرت) ۔

۱۹۳۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : ٦ شعر (چوتھا شعر ندارد) ۔

۳ ، ب : اک وقت میں تو (انجمن) ۔

۱۹۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (مطلع ، تیسرا اور قطعہ) ؛ عماد : ۳ شعر (قطعہ) ۔

۵ ، الف : مایوس ہے (رضا) ۔ ۸ ، ب : دیکھ کر حالتِ (حسرت) دیکھ کر حال کو (رضا) ۔

۱۹۵۔ رضا : ۷ شعر ؛ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۸ شعر (مع ایک شعر حاشیے پر) ؛ حسرت : ۵ شعر (۳ اور ۵ ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر ۔

۱ ، الف : کل سا (کلکتہ) ۔ ۵ ، الف : نعمتِ دو جہاں بھی بس ہے ہمیں (رضا) ۔

حاشیہ ، پہلا مصرع : سر کو بھی (لندن) شہ کو بھی (جامعہ) ۔

۱۹٦۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۵ شعر (دوسرا اور چھٹا شعر ندارد) ۔

۱ ، الف : دل کو نگہہ پر تو (سرور) دل جو نگہہ پر تو (انجمن) ۔ ۳ ، ب : ہاتھ گریباں پہ تو اک (انجمن) ۔ ۵ ، ب : تو (کلکتہ و انجمن) وہ (مقدمہ قائم) ہو (لندن و رضا) ۔

۱۹۷۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ۔

۱ ، الف : تمام و سحر (رضا و لندن) ۔ ۲ ، ب ۔ یہ آیت ، سورۃ اللہب (نمبر ۱۱۱) سے ماخوذ ہے ۔ اشارہ ابولہب کی بیوی کی طرف ہے کہ ''جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے'' ۔ ۳ ، الف : خشم بد کو (انجمن) ۔

۱۹۸۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ۔ (رضا میں چوتھے ، چھٹے

اور ساتویں شعر کی بجائے حاشیے پر مندرجہ شعر ہیں) ؛ حسرت : ۵ شعر (پہلے تین اور حاشیے والے شعروں میں سے پہلا اور تیسرا) ۔

۲ ، الف : پھرتے ہیں (لندن و رضا) ۔ ۳ ، ب : آدل (لندن و رضا) ۔

حاشیہ ۔ پہلا اور تیسرا شعر حسرت ، اور پہلا و دوسرا شعر نسخۂ رضوی[1] میں بھی ہے ۔ تیسرا شعر ، دوسرا مصرع :
اب وہ ہو فکر کہ ہم آرک سب اسباب کریں (حسرت) ۔

۱۹۹۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۲ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر ۔
۲ ، ب : جو حرف سو وہ ہے آہ (حسرت) ۔

۲۰۰۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (پانچواں اور چھٹا شعر ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر ۔
۲ ، الف : تیرا اے شیخ (انجمن) ۔ ۵ ، الف : میں شدرہے (لندن و کلکتہ) میں صدقے (انجمن) ۔

۲۰۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ عماد : ۳ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔
۱ ، ب : دونو (لندن و رضا) ۔ ۲ ، الف : ہے کس سے تو خفا (رضا) ۔

۲۰۲۔ لندن ، کلکتہ ، رضا ، انجمن و کمال : ۷ شعر ۔
۲ ، الف : کیا عشرہ ہے ذی حجہ کا (کمال) ؛ ب : ہاتھ آئے ہے (رضا) ۔ ۳ ، الف : جینے کے (انجمن) ۔

۲۰۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔

۲ ، ب : یہ وہی بات ہے (انجمن) یہ تو وہ بات ہے (جامعہ) ۔ وزن کے اعتبار سے اس ٹکڑے کی یہ دونوں ہی صورتیں بہتر ہیں ۔
۳ ، ب : 'نہہ' بمعنی ناخن ۔ ۵ ، الف : بد نہ کہہ (کلکتہ و انجمن) ۔

۱۔ رک ۔ جامعہ صفحہ ۲۳۱ ۔

۲۰۴۔ لندن ، کلکتہ ، انجمن و کمال : ۵ شعر ؛ رضا و حسرت : ۴ شعر (حسرت میں دوسرا اور رضا میں چوتھا شعر ندارد) ۔

۱ ، الف : پھرا ہے (رضا) نہ دل میں آب ہے نے نم (گلشن) ؛ ب : کبھی (میر و گردیزی) کبھی روئے تھے سو (حسن ، گلزار و گلشن) کبھو تھے روئے سو (حسرت) کبھو روئے تھے سو (نغز) ۔
۲ ، ب : ذرا دم (گلشن و گلزار) ۔

حکیم نجم الغنی نے اسی ردیف میں ایک شعر قائم سے منسوب کیا ہے (بحر الفصاحت ، صفحہ ۱۰۲۷) جسے کسی اور ماخذ سے تصدیق کیے بغیر قبول کرنے میں تامل ہی ہوگا :

جو تیری چشم کے گوشے میں تل ہے اے پیارے
نظر پڑا ہے کہیں خال خال آنکھوں میں

۲۰۵۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ کمال : ۷ شعر (پانچواں شعر ندارد) ۔

۲۔ مانوگے میری بات کو یا مانیں (کذا) نہیں[۱]
ہاہا میں تا کجا کروں اور تم نہیں نہیں

الف : مان جائیو (لندن و کلکتہ) ؛ ب : ہاں ہاں (جامعہ) ۔

۲۰۶۔ لندن ، انجمن و رضا : ۸ شعر ؛ کلکتہ : ۷ شعر (پانچواں شعر ندارد) ؛ حسرت : ۳ شعر ؛ عماد : ۲ شعر ۔

۱ ، ب : سینے پہ (عماد) ۔ ۲ ، الف : پیشہ کیا آداب (انجمن) ۔

۲۰۷۔ لندن ، کلکتہ و انجمن : ۹ شعر ؛ رضا : ۷ شعر (قطعہ ندارد) ؛ حسرت : ۷ شعر (چوتھا ، ساتواں اور نواں ندارد) ؛ عماد : پہلے پانچ شعر ۔

۱۔ یہ شعر نسخۂ رضوی میں بھی ہے (جامعہ ، صفحہ ۱۴۳) ۔ خورشید صاحب نے اس موقع پر اسے '' یا ما نہیں نہیں '' پڑھا ہے لیکن نسخۂ رامپور (رضا) کے سلسلے میں یہی لفظ '' یا مانیے نہیں '' پڑھا گیا ہے (جامعہ ، صفحہ ۲۲۳) ۔

لندن اور کلکته میں آخری دو شعر (قطعه) غزل ۲۲۹ کے بعد درج هیں لیکن لندن میں اس غزل کے ساتھ حاشیے پر بھی (مختلف خط میں) یه اشعار بڑھا دیے گئے هیں ۔ انجمن میں اس غزل کے اشعار کی ترتیب اس طرح هے: ۱، ۹، ۸، ۲ تا ۷ ۔

۱ ، الف : صبح کو یاں (نغز) دم صبح یہاں سے (سرور) ۔ ۷ ، الف : '' دیکھی هے وه جھمکی '' پڑھا جائے ۔ ۸ ، ب : جون بانگ درا (حسرت) نیم نفس (انجمن و مقدمه قائم) ۔

۲۰۸۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ۔

۱ ، ب : لکھی (لندن و کلکته) ۔ ۳ ، الف : کام شیریں کا (کلکته) ؛ ب : بد نما تھی (لندن ، کلکته و رضا) ۔ ۵ ، الف : اولتی (لندن و کلکته) ۔ ۶ ، الف : بناتے (جامعه) ۔

۲۰۹۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : ۲ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۲ ، الف : تجھے کہاں لے کر (انجمن) ۔ ۵ ، ب : سامھنے (لندن و رضا) ۔

۲۱۰۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۵ شعر (چوتھا شعر لندن کے حاشیے پر هے) ؛ عماد : پہلے دو شعر ۔

۲۱۱۔ لندن ، کلکته و انجمن : ۸ شعر ؛ رضا : ۷ شعر (ساتواں شعر ندارد ۔ لندن میں بھی یه شعر حاشیے پر بڑھایا گیا هے) ؛ حسرت : ۷ شعر (تیسرا اور ساتواں شعر کم اور حاشیے والے شعر زائد) ؛ عماد : ۳ شعر (۱ ، ۴ اور ۵) ۔

۲ ، ب : دل هے آخر یه کچھ جماد نہیں (انجمن ، کلکته و مقدمه قائم) عاقبت دل هے (حسرت) ۔ ۳ ، الف : هے (انجمن) ۔ ۵ ، الف : عہد کیا همارا هے (ذکا) ۔

۲۱۲۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۸ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (دوسرا ، تیسرا اور مقطع) ۔

۳ ، الف : واں سے (رضا) - ذکا میں اس غزل کے دو شعر ہیں - ایک پانچواں اور دوسرا یہ ہے :

آ طفلِ سرشک مل کے رو ویں
میں بھی تیری طرح بے پدر ہوں

۲۱۳- لندن[۱] ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر - یہ غزل رضا میں نہیں ہے -

۲ ، ب : قائم کے نسخوں میں '' برسا '' ہے ،گویا برسات کو مذکر باندھا گیا ہے -

۵ ، الف : شیخ کی ریش کی (انجمن) بڈائی (کلکتہ) -

۲۱۴- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر (تیسرا اور چوتھا ندارد) ؛ عماد : صرف مطلع -

۵ ، الف : پہنچے ہے یاں وہی قائم (انجمن) -

۲۱۵- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (تیسرا اور چھٹا شعر ندارد) -

۱ ، ب : موج سے (مقدمہ قائم ، حسرت و جامعہ) - ۲ ، الف : پتھر موم ہوتے تھے (انجمن) - ۳ ، ب : چلیں (انجمن و حسرت) - ۵ ، ب : چھپی تھی (لندن ، کلکتہ و رضا) -

۲۱۶- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۱۰ شعر ؛ حسرت : ۴ شعر ؛ عماد : مطلع و مقطع -

۱ ، ب : کبھی (ہندی) - ۵ ، الف : جیب کو ناصح (انجمن) -

۲۱۷- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (پہلا ، تیسرا ، چھٹا ، مقطع اور حاشیے پر) -

۵ ، الف : ملی (انجمن و رضا) - ۷ ، ب : روئیوں (لندن و رضا) روئوں (کلکتہ) -

---

۱- لندن میں غزل کے اشعار تو اسی طرح ہیں مگر ہندسوں کی مدد سے ترتیب بدل دی گئی ہے - اب اشعار کی ترتیب یوں ہوگی : ۱ ، ۴ ، ۲ ، ۳ ، ۵ تا ۷ -

۲۱۸۔ لندن ، کلکتہ و انجمن : ۹ شعر ؛ رضا : ۷ شعر (ساتواں و آٹھواں ندارد) ؛ حسرت : ۴ شعر (ساتواں اور تین شعر حاشیے پر) ؛ عماد : ۴ شعر ۔

۱ ، ب : یہاں ہیں (کلکتہ) ۔ ۲ ، الف : چاہے کہ (انجمن) جائے کہ (لندن ، کلکتہ و رضا) ۔ ۴ ، الف : تو نے (ہندی) ۵ ، ب : بڈا (لندن ، کلکتہ و رضا) ۔ ۹ ، الف : میں ہے (انجمن) ۔

حاشیہ ۔ پہلا شعر ذکا اور سرور میں بھی ہے ۔ الف : ظالم تو مت یہ جان (سرور) ۔

۲۱۹۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۱۱ شعر ؛ حسرت : ۹ شعر (مطلع اور چوتھا شعر ندارد) ؛ عماد : ۷ شعر (۱ ، ۴ ، ۶ و ۱۱ ندارد) ۔

۲ ، ب : پہ نہ ہو (کلکتہ) ۔ ۳ ، الف : کھولے تھے (شفیق) ہوتی تھی ــــ یہ جوں (حسرت) تیری (جامعہ) ؛ ب : بن آپ (میر) ۔ ۴ ، الف : تو دیکھ (رضا) ۔ ۵ ، الف : میرے نقش (حسرت) ؛ ب : لے جائیں گی (لندن و کلکتہ) ۔ ۶ ، ب : بلبل (حسرت) ۔ ۷ ، الف : روتی ہے تو گلوں ہی کو (حسرت) ۔ ۸ ، ب : آ کے پڑ گئی (کلکتہ) ۔

۲۲۰۔ لندن ، رضا و انجمن : ۹ شعر ؛ کلکتہ : ۸ شعر (آٹھواں شعر ندارد ۔ لندن کے حاشیے پر بھی یہ شعر ہے) ؛ عماد : ۳ شعر ۔

۲۲۱۔ لندن : ۱۴ شعر ؛ انجمن : ۱۵ شعر ؛ رضا و کلکتہ : ۹ شعر ؛ حسرت ۵ شعر (مطلع ، پانچواں ، ساتواں ، مقطع اور حاشیے پر) ۔

۱ ، ب : حباب میں (انجمن ، شفیق ، میر و سرور) ۔ ۲ ، ب : ہمیں (رضا) ۔ ۳ ، الف : جو خواب میں (انجمن) ۔ ۶ ، ب : وہ رخت (رضا) ۔ ۹ ، الف : ربط و اختلاط (حسرت) ۔

حاشیہ[1] ، پہلی سطر : ''کاتب کے'' محذوف سمجھا جائے ۔ پہلا

۱۔ قائم کے یہ وہی کم سواد قدردان ہیں جنھوں نے لندن کے حاشیے پر اور بھی کئی جگہ تصرف فرمایا ہے ۔ ان کی کم سوادی اس سے عیاں ہے کہ 'طور' کو 'تور' لکھا ہے ، بد خط بھی ہیں اور چار مصرعے ساقط الوزن ہیں ۔ ان پانچ شعروں کا متن لندن اور انجمن دونوں نسخوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے ۔

شعر ، پہلا مصرع : گوهو (لندن) ؛ ب : گناه مرے (انجمن) - ۲ ، ب : اگر اس سحاب میں (لندن) - ۳ ، الف : چشم میاں تیری جوکور (لندن) ؛ ب : حسن تو وہ ہی (انجمن) - ۴ ، الف : کی راہ (لندن) ؛ ب : بار (لندن) هر (انجمن) -

۲۲۲- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۲ شعر - یه قطعه انجمن میں حاشیے پر ہے -

۲ ، ب : 'تو چاهتا ہے ـــــ تو کہتا هوں ، الخ - پڑها جائے -

۲۲۳- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۸ شعر ؛ عماد : ۶ شعر (چوتھا اور ساتواں شعر ندارد) -

۱ ، الف و ب ؛ ۲ ، ب ؛ ۸ ، ب : هندی میں 'بھی' محذوف ہے اور ردیف '' یوں هیں '' ہے - جامعه میں بھی یہی ردیف ہے -

۲۲۴- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر -

۱ ، الف : بھری (انجمن وکلکته) ٹیڈھی (لندن ، رضا و کلکته) ٹھنڈی (انجمن) - ۲ ، الف : میں تیرے (انجمن) - ۳ ، الف : نه میرے (کلکته) - ۴ ، الف : کہے ہے کس سے (انجمن) - ۷ ، ب : کھلنے کو (رضا) -

۲۲۵- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر - رضا میں مقطع کی بجائے حاشیے والا شعر ہے -

۱ ، الف : سامنھے (لندن و ذکا) هوتی هیں (کلکته و حسن) ؛ ب : قائم کے نسخوں میں '' دونو'' ہے ؛ پھر کلیاں (مقدمه قائم و گلشن) ۳ ، الف : کٹ کے (کلکته) گٹھ کے (انجمن و لندن) ؛ ب : ہے تیں (لندن) - ۴ ، ب : نالے مل کے یک دگر (انجمن) ۵ ، الف : لکو هیں (انجمن) لگوں هیں (جامعه) - ۷ ، ب : هیں وہ (انجمن) -

حاشیه - نسخهٔ رضوی[1] میں یه شعر اس طرح پڑها گیا ہے :

سحر هوتی هی نئیں قائم یه شب کچھ آج کیا جانے
که گھر پانی میں ہے ڈوبا هوا یا کھل گئیں کڑیاں (کذا)

۱- جامعه ، صفحه ۲۳۱ -

اس کا پہلا مصرع تو درست ہے مگر دوسرا محل نظر ہے ۔

۲۲۶۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۹ شعر ؛ رضا : ۷ شعر (دوسرا ، تیسرا اور ساتواں شعر کم اور حاشیے کا پہلا شعر زائد) ؛ عماد : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر (مقطع اور دو شعر حاشیے پر) ۔

۱ ، الف : کیا چشم ہے وہ چشم (رضا) آنکھ (جامعه) ۔ ۲ : انجمن میں مطلع یہ ہے اور پہلا شعر اس کے بعد ہے ۔ ۴ ، الف : 'ہو جو' بہ معنی 'ہو جیو' ۔ ۵ ، الف : اے گل (لندن) ۔ ۶ :

ساقی تو شب کی دست درازی معاف کر
ظالم قسم لے مجھ سے ، مجھے کچھ خبر نہیں (رضا و عماد) ۔

۲۲۷۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر (تیسرا اور چوتھا ندارد) ۔

۴ ، ب : بڈی (لندن ، کلکته و رضا) ۔ ۵ ، ب : ایسی تو (حسرت) ۔

۲۲۸۔ لندن ، انجمن ، کلکته ، رضا و حسرت : ۷ شعر (۳ ، ۶ اور ۷ کی بجائے حاشیے پر تین شعر) ۔

۱ ، الف : دم کو بھی ھم (حسرت) ؛ ب : گاہ باشد که (حسرت) ۔

۳ ، الف : جانیے کیدھر ہے فلک (رضا) ۔ ۴ ، الف : ھرگز بھی (حسرت) ۔ ۵ ، ب : تعزیر (رضا) ۔

۲۲۹۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۵ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۵ ، الف : تو کرے ہے (کلکته) ۔

۲۳۰۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۵ شعر ۔

۵ ، ب : ترے ھو کے (کلکته) ؛ دکھ سے (انجمن) ۔

۲۳۱۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکته : ۷ شعر ۔

۲۳۲۔ لندن[1] ، انجمن و کلکته : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (تیسرا شعر ندارد ۔

۱۔ لندن میں دوسرے اور چوتھے شعر کے مصرعوں کی ترتیب اس طرح ہے :

۲ ، الف : ۴ ، ب ؛ ۴ ، الف : ۲ ، ب ۔

موجودہ ترتیب کلکته ، انجمن اور رضا کے مطابق ہے ۔

لندن میں یہ حاشیے پر ہے) ؛ حسرت : ۳ شعر (۱ ، ۵ ، ۷) ؛
عماد : ۴ شعر (۱ ، ۳ ، ۵ ، ۶) -

۲ ، الف : کوچۂ جنب (جامعہ) قائم کے نسخوں میں '' کوچۂ
جیب '' ہے ۶ ، ب : یہی ایک قسم (لندن ، انجمن و کلکتہ) -

۲۳۳- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ رضا : پہلے دو شعر ؛ حسرت :
صرف مطلع -

۱ ، ب : کیوں نہ ہوں (انجمن) کیو نہ ہو (لندن) - ۴ ، الف :
'رکھتا (انجمن و کلکتہ) - ۵ ، ب : پرنم ہے (لندن) -

۲۳۴- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر -

۱ ، ب : کسو سے (انجمن) ؛ چاھوں جو (نغز) ؛ صحبت رکھو
(رضا) - ۴ ، الف : نبھا ھوں (لندن ، رضا و انجمن) نباھوں
(کلکتہ) ؛ ب : آپ میں (انجمن ، کلکتہ و رضا) ؛ پیاھوں آپ میں
(جامعہ) -

۲۳۵- لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و حسرت -

۱ ، الف : درد دل کو آہ کب (ذکا) درد دل کو کب ستم ایجاد
(حسرت) ؛ بوجھے ھیں (گردیزی) ؛ ب : جیو سے (میر) ؛ انھو کو
(میر) ؛ سوجھے ھیں (گردیزی و شفیق) -

۲۳۶- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ حسرت : ۲ شعر -

۳ ، الف : ساتھی ہے (رضا) ؛ ب : جانیے کس سے (رضا) -

۵ - نت ھوں قائم خموش ، کیا جانے
کس تہی دست کا چراغ ھوں میں (رضا و حسرت) ؛
الف : نہ میرا (کلکتہ) -

۲۳۷- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۸ شعر ؛ رضا : ۷ شعر (ساتواں ندارد) ؛ عماد :
۳ شعر -

۱ ، الف : تجھ کوں (لندن) ۔ ۲ ، الف : مرید خاندانِ دل ہے جو مرد (کلکتہ) ۔ ۷ ، الف : کلی (لندن) ملے (انجمن و کلکتہ) کُلی ماریں ہیں دو رکعت پہ زاهد (جامعہ) اور یہی موزوں تر ہے ۔

۲۳۸۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (تیسرا اور چوتھا شعر ندارد ۔ لندن میں بھی یہ شعر حاشیے پر بڑھائے گئے ہیں ۔ خط اسی کم سواد کاتب کا ہے) ؛ عماد : ۳ شعر (۲ ، ۶ اور ۷) ۔

۲ ، ب : ٹھہر جائیو (لندن ، کلکتہ و رضا) ۔ ۳ ، الف : چلنے کی ہے جو تنک پاوں میں تاقت (طاقت) باقی (لندن) ۔ ۴ ، ب : نظروں میں یہ کافر ووھیں (لندن) ۔

۲۳۹۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : صرف چوتھا شعر ۔

۲ ، ب منجمد (انجمن) ۔ ۵ ، ب : تیغ تیری گو سراپا (کلکتہ) ۔ ۶ ، الف : خرابی (جامعہ) ۔

حاشیہ ۔ یہ دونوں شعر نسخۂ رضوی میں بھی ہیں (رک ۔ جامعہ صفحہ ۲۴۱) اس میں ،، جاہِ مقبل ،، (۱ ، الف) کو ''چاہے مقبل'' اور ''تر ہے تب سے'' (۲ ، ب) کو '' طرح تب سے'' پڑھا گیا ہے ۔

۲۴۰۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ۔

۱ ، الف : روپیہ جو خرچ کے (رضا) ۔ لندن کے متن میں بھی اسی طرح ہے مگر حاشیے پر '' جو زر کو خرچ کے '' سے بدل دیا گیا ہے ۔ انجمن اور کلکتہ میں یہی بدلا ہوا مصرع ہے ۔ ب : ذرہ (کلکتہ و انجمن) نجم (رضا و لندن) ۔ دراصل لندن میں پہلے مصرع میں تو اصلاح کر دی گئی لیکن دوسرا مصرع یوں ہی رہ گیا ۔ ' روپیہ ' کے ساتھ تو ، نجم ، درست تھا کیونکہ دونوں سفید ہوتے ہیں ۔ ، زر ، کے ساتھ ، ذرہ ، ہونا چاہیے ۔ اس میں ایک تو لفظی رعایت ہے دوسرے دونوں کا رنگ بھی مماثل ہونا ہے ۔ ۲ ، الف : پڑچوں (لندن و کلکتہ) ۔ ۴ ، الف : دل کی بھڑاس (رضا) ؛ ب : بولتے ہیں (انجمن و رضا) ۔ ۷ ، الف : وفائے وعدہ جو قائم کرے ہے وہ تو کرے (رضا) ۔

۲۴۱۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ٦ شعر (حاشیے والا شعر زائد اور دوسرا و تیسرا شعر کم ۔ لندن میں بھی یہ دو شعر حاشیے پر بڑھائے گئے ھیں ۔ خط اُسی کم سودا کاتب کا ھے جس نے ' صیاد ' کو ' سیاد ' لکھا ھے) ۔ حسرت : صرف مطلع ۔

۱ ، ب : کس کی میں اب تک (انجمن) ۔ ۲ الف : گوش کو ایدھر کہ (انجمن) ۔ ۷ ، ب : میں پھر (انجمن) ۔

۲۴۲۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ھے ۔

۲ ، ب : پانو سے (لندن و کلکتہ) ۔ ۳ ، الف : آٹھائیں گے (لندن و کلکتہ) ۔ ۴ ، الف : آپ (جامعہ) ۔ ٦ ، الف : عرق آلودیاں (کلکتہ) ۔

۲۴۳۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ھے ۔

۲ ، ب : ڈھونڈھو (لندن و کلکتہ) ۔ ۴ ، ب : سمجھا نہ کوئی یاں پہ (انجمن) ۔ ٦ ، الف : کیو نہ (لندن) ۔

۲۴۵۔ یہ غزل صرف رضا میں ھے اور غزل ۲۱۹ کے بعد ھے ۔

۳ ، الف : جلوں ھوؤں (رضا) ۔

۲۴۷۔ یہ غزل صرف انجمن میں ھے اور غزل ۲۴۳ کے بعد ھے ۔

۱ ، ب : ھے صحبت (انجمن) ۔ ٦ ، الف : بھوت مشکل (انجمن) ۔

۲۴۸۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۹ شعر ؛ عماد : صرف مقطع ۔

۱ ، ب : رنگ (لندن و رضا) ۔ ۲ ، الف : رندوں کا (لندن ، کلکتہ و رضا) ؛ ب : بنے اب گتکوں کے (انجمن) ۹ ، ب : کہ وہ (رضا) ۔

۲۴۹۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ٦ شعر (پانچواں ندارد) ؛ حسرت : ۴ شعر (۳ ، ۴ اور ٦ ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر (۳ ، ۵ اور ۷) ۔

۲ ، الف : مینے (لندن ، رضا و حسرت) ؛ ب : تم عبث (حسرت) ۔
۳ ، الف : میں یہاں (عماد) ۔

۲۵۰۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۱ ، الف : واں ہے (لندن ، کلکتہ ، انجمن و رضا) واں ہو (حسرت) ۔

۲۵۱۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۸ شعر ؛ رضا : ۹ شعر ؛ حسرت : پہلے تین شعر ؛ عماد : ۳ شعر (۱ ، ۲ اور ۵) ۔

۳ ، ب : اظہار مت کرو (حسرت) ۔ ۴ ، الف : کال (جامعہ) ؛ ب : پھیٹے (لندن ، کلکتہ ، رضا) پٹّی (انجمن و جامعہ) ۔ ۷ ، ب : جھونٹھ (لندن ، کلکتہ ، رضا) ۔ ۸ ، الف : تب (لندن ، کلکتہ و جامعہ) بت (انجمن و رضا) ۔

۲۵۲۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۹ شعر ؛ رضا : ۷ شعر (ساتواں اور آٹھواں ندارد) ؛ حسرت : ۵ شعر (پہلے چار شعر اور مقطع) ۔

۲ ، الف : جس سے (انجمن و رضا) ؛ ب : انصاف گر ہے (انجمن) ۔
۳ ، الف : ہوئے ہے (لندن ، انجمن ، کلکتہ) ۔

۲۵۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و حسرت : ۷ شعر ۔

۳ ، الف : کار عشق مشکل (سرور) ؛ ب : اپنا (حسرت) رہتا ہے بہت ہراس مجھ کو (سرور) ۔

۲۵۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : صرف مطلع ۔

۱ ، ب : تو وھی (انجمن) ۔ ۲ ، الف : داغ مرجھائے جو سینے کے ، اچنبھا کیا ہے (انجمن و کلکتہ) ۔ ۳ ، الف : بوجھ (رضا) ۔

۲۵۵۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : صرف مطلع ۔ رضا میں پانچویں شعر کی بجائے حاشیے والا شعر ہے ۔

۴ ، ب : آ کر کے (رضا) ۔ ۵ ، الف : یہ تو کہو (انجمن) ۔ ۷ ، ب : جو وہ (انجمن) ۔

۲۵۶۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (پانچواں شعر ندارد) ؛ عماد : ایک شعر (دوسرا) ۔

۲ ، ب : ڈھونڈھے (لندن و کلکتہ) ۔ ۳ ، الف : پھینکے جائیں (انجمن) پھینکی چاھیے (جامعہ) یوھیں (لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا)

خدنگ تیغ (رضا) - ۲ ، ب : جوں طفل بھاگے چھیڑ کے زنبور خانے کو (انجمن) -

۲۵۷- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر (۱ ، ۳ ، ۵) -

۳ ، ب : اس فلک نے (رضا) - ۵ ، ب : در خور نہ ھو (جامعہ) -

۲۵۸- لندن ، کلکتہ ، رضا و انجمن : ۷ شعر ؛ کمال : ۳ شعر (پہلے تین شعر اور مقطع) ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، الف : کتنے ھیں چاک ابھی کرنے گریباں مجھ کو (حسرت) چاک کرنے ھیں ابھی کتنے (کمال) کتنے کرنے ھیں ابھی چاک (ذکا) :

جب آسے غیر سے ھو نین گھلانے کا شوق
سرمہ کے واسطے بھیجے ھے صفاھاں مجھ کو (گلزار و گلشن)

مرتب گلشن اور جامعہ نے ''نین کھلانے'' پڑھا ھے لیکن یہ '' گھلانا '' ھی ھونا چاھیے ؛ ایک تو اس لیے کہ گھلانا ، لگانے کی جگہ دھلی میں سرمہ کے لیے اور لکھنؤ میں کاجل کے لیے مستعمل ھے (نوراللغات ، جلد چھارم ، صفحہ ۱۳۱) ؛ دوسرے نین گھلانا محاورہ ھے جس سے مراد آنکھیں لڑانا یا کسی کو رجھانا ھے (پلیٹس ، صفحہ ۹۳۵) - ۲ ، الف : انجمن کے حاشیے پر یہ مصرع بڑھایا گیا ھے مگر متن میں یوں ھے :

ھوں میں یہ شیفتۂ حسنِ امارد کہ اللہ

۲۵۹- لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و کمال : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (تیسرا اور چھٹا ندارد) ؛ عماد : ۲ شعر -

۱ ، الف : کبھی (گلزار ، حسن ، گلشن ، سرور) ؛ ب : تپٹ (حسرت ، حسن ، گلزار ، گلشن) - ۲ ، الف : بار (حسرت) - قائم کے نسخوں ، کمال اور عماد میں ''ناز'' ھے - ۵ ، الف : اپنے واسطے (کمال ، ذکا ، گلزار ، گلشن) ؛ ب : نپٹ ھے (گلشن) بہت ھیں (کمال) - ۲ ، الف : روا رکھوں نہ ملک کو بھی ھمنشیں میں ترا

(انجمن) روا رکھوں نہ کہ مجھ سے بھی جب نہ تب تو ملے (رضا) ۔ لندن کے متن میں بھی یہی ہے مگر حاشیے پر " ہووے ملک بھی پاس ترے " سے بدل دیا گیا ہے ۔ ۷ ، ب : نہیں میاں مجھ کو (حسرت) ۔

۲۶۰۔ لندن ، کلکتہ و انجمن : ۹ شعر ؛ رضا و حسرت : ٦ شعر (قطعہ ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر (۲ ، ۳ ، ۴) ۔

۳ ، ب : رنج سے (حسرت) ۔ ۴ ، الف : سے تھی (حسرت) تک ہے (مقدمہ قائم و انجمن) ۔ ۵ ، الف : جو کمر کہتے ہیں (میر ، انجمن ، حسرت ، شفیق و مقدمہ قائم) ؛ ب : کبھی کچھ (شفیق) ؛ کچھ کر دو بیاں (حسرت) ۔ ٦ ، الف : کہنے لگے (حسرت) ؛ یوں بات (انجمن و مقدمہ قائم) ۷ ، الف : شاعری کا اسے آیا ہے بہت ساغرا (نغز) ؛ ب : جو یہ کہتا ہے وہ آستاد زماں (نغز) ۔ ۹ ، الف : کسو سے (انجمن ، مقدمۂ قائم) ؛ کبھی (مقدمۂ قائم) کہیں (نغز) ؛ ب : ہوتی ہے (نغز) بنتی ہے (مقدمہ قائم و جامعہ) ۔

۲٦۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ۔

۵ ، ب : ہو مرے (رضا) ۔ ٦ ، الف : وہ کہتا ہے یہ شوخ (انجمن) دل مرا چھین یہ کہتا ہے وہ دلبر قائم (نغز ، حسن ، گلزار ذکا ، سرور ۔ ذکا و سرور میں " چھین کے " ہے) ۔

۲٦۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر (۱ ، ۳ ، ۸) ؛ عماد : ۲ شعر (۳ ، ۵) ۔

۲ ، ب : روئیوں (لندن و رضا) روئوں (کلکتہ) روؤں (انجمن) ۔
۳ ، الف : ہے کوئی (میر ، شفیق) ۔

۸ ۔ قائم بس اب تو چھوڑ یہ بد مستیوں کا طور
رسوا کرے گا اور کہاں تک شراب کو (انجمن)

۲٦۳۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر ۔

۱ ، الف : راہ کے بیچ جو رکھتا ہوں آسے گھیر کبھو (گلزار و گلشن) راہ پینڈے میں جو رکھتا ہوں آسے گھیر کبھو

(نغز و سرور) ؛ ب : کہ اب جانے دے چل پھیر کبھو (نغز و سرور) کہ اب چھوڑ مجھے پھیر کبھو (گلزار و گلشن) - ۳ ، الف : آج کل (رضا) -

۲٦۴- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۳ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع - لندن میں دوسرا اور تیسرا شعر حاشیے پر ہے -

۲ ، الف : مسلماں میں (کلکتہ ، لندن و جامعہ) -

۲٦۵- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (۵ اور ٦ ندارد) ؛ حسرت : صرف مطلع - لندن میں مطلع حاشیے پر ہے -

۱ ، الف : جانتا ہوں (جامعہ) - ۳ ، الف : کہتا ہے کون اپنے لیے ، چاہو سو کرو (رضا) -

۴ - اصلاح میں جنوں کی میرے وہ ہے مگر
کچھ ان دنوں میں خبط ہوا ہے طبیب کو (رضا)

۷ - قائم سخن سرا ہے جس انداز سے تو یاں
یہ زمزمے ہیں یاد کہاں عندلیب کو (رضا)

۲٦٦- لندن و انجمن : ۵ شعر ؛ رضا و کلکتہ : ۳ شعر (تیسرا اور چوتھا ندارد - لندن میں بھی یہ دونوں شعر حاشیے پر ہیں) -

۲ ، ب : یا کوئی جیوے نصیبوں ستے یا مر جاؤ (میر و شفیق) -
۴ ، الف : نہیں وقت (انجمن) -

۲٦۷- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : پہلے دو شعر -

۱ ، ب : ہاتھ لگا آس نے (سرور و نغز) - ۲ ، ب : خواب نے ہستی سے (عماد) - ۵ ، الف : کچھ تو تھی بات خلل کی (کلکتہ ، انجمن ، ہندی ، دستور و مقدمہ قائم) ؛ آس نے (ہندی و دستور) - مرتبہ جامعہ نے ''سو بسے'' کو ''صبح سے'' پڑھا ہے - 'سو بسے' یا 'سو بسوے' بمعنی بلا شبہ ، یقیناً (پلیٹس ، صفحہ ٦۹۰) - ٦ ، الف : بھول کر بھی وہ نہیں یاد سے جاتا اپنی (انجمن و مقدمہ قائم) -

۲٦۸- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر - انجمن میں یہ غزل حاشیے پر ہے -

۱ ، الف : مرے (رضا) - ۳ ، ب : آن نے جگہ کیوں کہ (کلکتہ) -
۳ - لندن کے متن میں تو یہی شعر ہے مگر حاشیے پر یہ شعر بڑھایا گیا ہے جو غالباً اس شعر پر اصلاح ہے :

دیدہ و دل کو ہی کیا روئیے ، یاں تو پیارے
مستعد سب ہیں مرے خون جگر پینے کو

انجمن میں ان دونوں شعروں کے ایک ایک مصرع سے مل کر ایک شعر بن گیا ہے ؛ '' دوس کیا '' الخ - کے ساتھ '' مستعد سب '' الخ - ہے - مگر باقی دو مصرعے '' دیدہ و دل '' الخ اور '' جو کوئی ہے '' الخ - نہیں ہیں - ۵ ، الف - نسخوں میں '' یوف '' ہے - ۷ ، ب : چیر کے دیکھ لے (انجمن) - حاشیے والا شعر نسخۂ رضوی (جامعہ ، صفحہ ۲۴۱) میں بھی ہے - اس میں دوسرا مصرع اس طرح ہے : پشم سے جانے ہیں کم وہ ترے پشمینے کو

۲۶۹- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (۵ اور ۶ ندارد) - رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۵ ، ب : تینوں نسخوں میں ''ذخامت '' ہے -

۲۷۱- لندن : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر ؛ کلکتہ : ۵ شعر (پانچواں اور چھٹا شعر ندارد - لندن میں بھی یہ شعر بعد میں حاشیے پر بڑھائے گئے ہیں) ؛ عماد : ۲ شعر (۲ اور ۳) - رضا میں یہ غزل نہیں ہے - ۱ ، ب : کہ ہو جوں ماہ نو عقدہ نہ اس ناخن میں پوشیدہ (انجمن) - لندن کے حاشیے پر بھی یہ مصرع ہے (متن اور کلکتہ میں '' مبادا جوں ہلال '' الخ - ہے) - خط آسی کم سواد کاتب کا ہے - پانچواں اور چھٹا شعر بھی اسی کاتب کے خط میں ہے - ۷ ، ب : دیکھیں ہیں (انجمن و لندن) -

۲۷۲- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر - رضا میں یہ غزل بھی نہیں ہے -
۱ ، الف : نسخوں میں 'صرصری' ہے - ۴ ، الف : ہی پناہ (انجمن) - ۶ ، ب - یہ انجمن کے حاشیے پر ہے - متن میں اس طرح ہے : ورنہ ہر سو واں جمی ہے - الخ - ۷ ، ب : پردۂ حائل (انجمن) -

۲۷۳۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (پانچواں شعر ندارد ۔ لندن میں بھی یہ شعر حاشیے پر بڑھایا گیا ہے) ؛ حسرت : ۴ شعر (۳ ، ۴ ، ۵ ندارد) ؛ عماد : ۲ شعر (۵ اور ۷) ۔

۵ ، الف : چیٹی (کلکتہ) ۔ ۷ ، الف : چپکے (عماد) ؛ ب : کچھ اور (عماد) ۔

۲۷۴۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ کمال : ۵ شعر (تیسرا اور چھٹا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۵ شعر (تیسرا اور چوتھا ندارد) ۔

۱ ، الف : جی میں جو کچھ تھی خوشی سو تو گئی یار کے ساتھ (نغز و ذکا)۔جو کچھ تھی مرے (سرور) جو کہ چہلیں تھی سو سب ہائے گئی یار کے ساتھ (گلزار) جو کہ چہلیں تھیں سو ہائے گئیں وہ یار کے ساتھ (گلشن) جیو میں چہلیں تھیں جو کچھ سو گئیں اب یار کے ساتھ (شفیق)۔سو تو گئیں یار کے ساتھ (میر) جی میں۔سب یار کے سات (گردیزی)۔وہ یار کے ساتھ (مقدمہ قائم) چہلیں تھی (لندن) ؛ ب : سر پٹکتا ھی بنا (شفیق) سر پٹکتے ھی بنا (گردیزی) سر پٹکتا ہے پڑا (کلکتہ ، رضا و میر) ۔ ۲ ، الف : ایک ہم۔سبھی کے (گلشن و گلزار) ؛ ب : تم اب (گلزار ، ذکا ، گلشن) ۔ ۵ ، الف : میں ہوں دیوانہ (ذکا و گلشن) میں تو عاشق ہوں (گلزار) ؛ سدا کا (انجمن ، حسرت ، نغز ، مقدمہ قائم ، گلشن و کمال) صدا کا (میر ، گردیزی ، کلکتہ ، لندن ، شفیق[1] ، ذکا ، گلزار ، رضا) ؛ ب : جیو (میر ، شفیق) ۔ ۷ ، الف : مگر آس (حسرت) ۔

سودا نے اس غزل پر تضمین کی ہے (کلیات سودا ، جلد اول ، صفحہ ۴۴۳ - ۴۴۴) ۔

۲۷۵۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و حسرت : ۵ شعر ۔ حسرت میں ۲ ، ۳ ، ۴ کی بجائے حاشیے پر مندرجۂ تین شعر ہیں ۔

۱ ، الف : کچھ ہے (حسرت) ۔ ۴ ، ب : ہو اگر (انجمن و مقدمہ قائم) ۔ ۵ الف : میں آس کو (انجمن و مقدمہ قائم) ۔

۱۔ لندن اور شفیق میں 'کا' محذوف ہے ۔

۲۷۶۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۹ شعر ۔

۱ ، الف : صلح کب (سرور) ۔ ۴ ، الف : ملاوو (دستور) ملا ہو (لندن) ملائیو (کلکتہ) ملاؤ (انجمن و رضا) ملا کر تو جائیے (نغز) ۵ ، الف : کیو نہ (لندن ، کلکتہ و رضا) ؛ باب : کاھے کو ہو (انجمن) ۔ ٦ ، الف : آس نیم رنگ یار (دستور) ۔ ۸ ، الف : نکلے ہیں (انجمن) ۔ ۹ ، الف : تو آپ کے حضور (انجمن و مقدمہ قائم) ۔

۲۷۷۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ٦ شعر (چھٹا شعر ندارد ۔ یہ شعر لندن میں بھی حاشیے پر بڑھایا گیا ہے) ؛ کمال : ٦ شعر (چوتھا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۵ شعر (۴ اور ٦ ندارد) ۔

۱ ، الف : خواہ مخواہ (حسرت) ۔ ٦ ، الف : وعدہ کر کر (لندن و کلکتہ) ۔ ۷ ، الف : کیوں ہو ہے (حسرت) ۔

۲۷۸۔ لندن ، انجمن ، رضا ، کلکتہ و حسرت ۔

۲۷۹۔ یہ غزل صرف رضا میں ہے اور غزل ۲۷۵ کے بعد ہے ۔

۴ ، الف ۔ 'بطن' کو 'بتن' لکھا ہے ۔ ۵ ، الف : کہیں ہو ہیں (قائم) کی ہمت کے لوگ (رضا) ۔

۲۸۰۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

٦ ، الف : تھے نام و ننگ جہاں میں ہزار ، بے[1] ننگے (انجمن و کلکتہ) ۔

۲۸۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (۴ ، ۵ اور ۷) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۱ ، ب : وہ منش کیدھر گئے (حسرت و جامعہ) ۔ میرے خیال میں یہ ہندی ''منشیہ'' (مذکر) بمعنی آدمی نہیں بلکہ فارسی

۱۔ بے : پر ۔

متنیش'' (مؤنث) بمعنی طبیعت ، مزاج ، خو ، ہے - 'میرزائی' بھی مونث ہے اور ان دونوں سے مل کر 'مرزا منشی' بنتی ہے - یہ غلط فہمی غالباً ۲ ، ب سے ہوئی جس میں ''دل کیدھر گئے'' ہے - ۳ ، الف : ناتواں پر یوں ترے (انجمن) ۵ ، الف : میں آج (انجمن و عماد) ؛ کس کس کو ، یہاں (مقدمہ قائم) - ٦ ، الف : ''وفا بیگانہ'' ایک ہی ترکیب ہے اور مراد ہے روایتی محبوب سے -

۲۸۲- لندن و انجمن : ۸ شعر ؛ کلکتہ : ۷ شعر (حاشیے والا شعر[1] ندارد) ؛ رضا : ۷ شعر (چھٹا اور حاشیے کا پہلا شعر ندارد اور حاشیے کا دوسرا شعر زائد) ؛ حسرت : ۵ شعر (۱ ، ۳ ، ۴ ، ۵ اور ۷) ؛ عماد : ۳ شعر (۱ ، ۵ اور ۷) -

۱ ، ب : اپنی ہی (ذکا و رضا) -

۲۸۳- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، الف : تیرے مجھے (جامعہ) - رضا میں چوتھا شعر مکرر درج ہے - ۵ ، الف : غیرت (لندن) - ۷ ، الف : مسند و قاقم (انجمن) -

۲۸۴- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، الف : کرنی ہے (لندن) ہوں کرتے ہیں یہ (سرور) - ۳ ، الف : ہے اب (انجمن) - ۳ ، الف : میں ہو (کلکتہ و رضا) ؛ گبر ہیں صورت اسلام میں لا کھوں مخفی (انجمن) - ۴ ، الف : چاہوں میں یوں دل کا کام (جامعہ) یوں (انجمن و رضا) - ٦ ، الف : یہی ہو (انجمن) - ۷ ، الف : رستے کا (نغز) کا رستہ ہے (ذکا) : ب : دھجیاں (ہندی ، سرور و ذکا) آڑا بس کہ گریباں میرا (نغز) - ۸ ، الف : آسودگی (لندن و کلکتہ) -

۲۸۵- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (دوسرا اور چوتھا) ؛ حسرت : صرف مطلع -

۵ ، ب : سمنبھل (لندن و کلکتہ) سنبھل (انجمن) سمھل (رضا) -

۱- متن کا چھٹا شعر ، جو انجمن میں حاشیے پر ہے ، اس شعر کی اصلاح شدہ شکل معلوم ہوتا ہے -

۲۸۶- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (۴ اور ۵ ندارد) ؛ عماد : ۲ شعر (دوسرا اور مقطع) -

۱ ، ب : که هو (انجمن) - ۳ ، الف : هم سے (انجمن) - ۶ ، ب : هووے هے کب مرهم سے (حسرت) ؛ کئی (کلکته) -

۲۸۷- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : مطلع و مقطع ؛ عماد : ۲ شعر (تیسرا اور پانچواں) -

۱ ، الف : اب تمھیں (انجمن) - ۲ ، ب : حیف اُس کے (انجمن) - ۶ ، ب : اُس کو (انجمن) - ۷ ، ب : جان کا (حسرت) -

۲۸۸- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۲ شعر (مطلع اور چوتھا) -

۱ ، الف : میں اپنی (حسن ، گلزار ، گلشن) اپنی هی (حسرت) ؛ ب : جان دے گذرا (حسن ، گلزار ، گلشن) : یه ظالم دل کی دلداری نه کی (حسرت) - ۲ ، الف : روکش (لندن ، انجمن و کلکته) - ۳ ، الف : بخشش (مقدمه قائم) ؛ ب : تو کچھ میں نے (حسن) تو هم نے کچھ (انجمن) تو میں نے کچھ (گلشن و گلزار) - ۴ ، الف : آن سے تھا (گلزار) ۶ ، الف : ولیک (رضا) ؛ ب : تانڈا (لندن و کلکته) ٹاندا (انجمن) تاندا (رضا) -

۲۸۹- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۹ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ؛ عماد : ۳ شعر (۴ ، ۵ اور مقطع) -

۲ ، ب : وه کب کی (انجمن و کلکته) یه کب کی (رضا) - ۴ ، ب : دهنک (عماد) دنک (انجمن) -

۲۹۰- لندن و انجمن : ۱۵ شعر ؛ رضا و کلکته : ۱۴ شعر (بارهواں شعر ندارد - یه شعر لندن میں بھی حاشیے پر هے) ؛ حسرت : ۲ شعر (پهلا اور آٹھواں) ؛ عماد : ۷ شعر (پهلے چار ، ۶ ، ۸ اور ۱۲) -
۱ ، الف : مرید جواں (نغز) ؛ ب : هم جهاں (نغز) - ۲ ، الف : دنیاں میں (رضا) ؛ تو کٹے دن (رضا) ؛ ب : ''میهاں'' پڑھا جائے - ۳ ، الف : تم کیا (انجمن) - ۶ ، الف : مسجد سے شیخ تو نے نکالا

(سرور ، نغز و ذکا) - ۷ ، الف : قائم تو اس زمیں میں غزل پھر کہہ اس طرح (سرور) - ۹ ، الف : جو آنے (سرور و ذکا) - ۱۰ ، الف : آن کی (نغز و ذکا) ؛ ب : جوں (لندن) ؛ یاں رہے (سرور) - ۱۲ ، ب : اور نشاں رہے (لندن) - ۱۳ ، ب : کبھی (عماد) - ۱۴ ، الف : جانے نہ دو (رضا) ؛ ب : کیا ہے برا کہ مفت میں اک شعر خواں رہے (سرور ، ذکا ، نغز) ہے کیا برا کہ مفت میں (انجمن) ہے کیا برا جو مفت میں (کلکتہ) - ۱۵ ، ب : اسد باز خاں (لندن) اسد یار خواں (کلکتہ) -

اس نام کے دو امیروں کا پتا چلتا ہے جو قائم کے ابتدائی زمانے میں مغل دربار سے وابستہ تھے - ایک اسد یار خاں جو نواب بہادر جاوید خاں خواجہ سرا (جو ۲۸- اگست ۱۷۵۲ء مطابق ۲۸ شوال ۱۱۶۵ء کو صفدر جنگ کی سازش سے قتل ہوئے) کی فوج کے بخشی تھے اور جن کا ذکر میر نے نواب بہادر کے یہاں اپنی ملازمت کے سلسلے میں سرسری طور پر کیا ہے (میر کی آپ بیتی ، صفحہ ۱۰۳) - دوسرے امیر ، اسد الدولہ اسد یار خاں انسان معروف بہ میر جگنو ہیں جن کا ذکر بیشتر تذکروں میں ملتا ہے - انسان اردو اور فارسی کے شاعر تھے ، مراثی زیادہ کہتے تھے اور شاعروں کے قدردان تھے - اسی بنا پر اس کا امکان زیادہ ہے کہ اسد یار خاں سے قائم کی مراد یہی میر جگنو ہوں - قائم نے اپنے تذکرے میں بھی ان کا ذکر کیا ہے - محمد شاہی عہد کے ایک اور ممتاز امیر اور شاعر عمدۃ الملک نواب امیر خاں انجام کی سر پرستی میں انھیں عروج حاصل ہوا - ۸ نومبر ۱۷۳۹ء کو مغل دربار سے شش ہزاری (یا ہفت ہزاری) منصب عطا ہوا اور اسد الدولہ کے خطاب اور نشان ماہی و مراتب سے نوازے گئے اور آخر انجام ہی ان کے زوال کا باعث ہوئے - زمانے کا یہ انقلاب ایسا اچانک اور حوصلہ شکن تھا کہ قائم کی نیک تمناؤں اور پر خلوص دعاؤں (یا رب ، ہو تا جہان ، اسد یارخاں رہے) کے باوجود انسان وقت سے پہلے قبر کی آغوش میں جا سوئے - ۱۵ اپریل ۱۷۴۵ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا اور آگرہ میں دفن ہوئے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں : زوال سلطنت مغلیہ ، اشاعت ثانی از جادو ناتھ

سرکار ، جلد اول ، صفحہ ۱۲ و صفحہ ۲۱ ، نیز ـ گردیزی صفحہ ۱۷ ، میر صفحہ ۱۲۹ ؛ قائم صفحہ ۳۱ ؛ گلزار ، ورق ۱۴ ـ ب ؛ حسن ، صفحہ ۴۲ ؛ شورش ، صفحہ ۱۵ ؛ عشقی ، صفحہ ۱۶ ؛ شفیق صفحہ ۲۹ ؛ سرور ، صفحہ ۵۵ ؛ نغز ، جلد اول ، صفحہ ۷۷ ؛ کمال ، ورق ۲۹ ـ ب ؛ ذکا ، ورق ۱۳ ـ ب ؛ گلشن ، صفحہ ۳۱ ؛ تذکرۂ خیراتی لعل بے جگر ، ورق ۸ ـ ب ؛ نساخ صفحہ ۹۴ ؛ بیل صفحہ ۱۷۹ ؛ خمخانہ ، جلد اول ، صفحہ ۴۶۶ ؛ یادگار شعرا صفحہ ۳۴ ؛ ادبیات تاریخ ہندوستانی از دتاسی، جلد دوم، صفحہ ۳۲) ـ

۲۹۱ـ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۹ شعر ؛ رضا : ۸ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۵ شعر (پہلے چار اور مقطع) ؛ عماد : ۴ شعر (پہلے تین اور مقطع) ـ

۲ ، الف : یار کر کچھ آج (حسرت ، گلزار ، حسن ، گلشن و مقدمہ قائم) ہم نشیں ذکر یار ہی کچھ اور (نغز) ـ ۴ ، ب : آپ ہی آپ دور چلتا ہے (حسرت) ـ ۵ ، الف : گند میں (گلزار) ـ ۷ ، ب : کبھی (انجمن) ـ

۲۹۲ـ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۸ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (۲ ، ۳ اور ۴) ؛ حسرت : صرف مطلع ـ

۱ ، ب : سینہ ہی گو ہاتھ آئے (جامعہ) ـ اور یہی موزوں تر ہے ـ
۳ ، ب : دیکھیں ہیں (لندن) ۵ ، ب : قائم کے نسخوں میں '' تن سو یہ خستہ و درپیش بیاباں اتنے '' ہے اور یہ مصرع اسی طرح پڑھا جائے گا ـ ۶ ، ب : تو کرتا ہے (انجمن) ـ

۷ ـ نواب محمد یار خاں امیر رئیس ٹانڈہ ، نواب فیض اللہ خاں بانی ریاست رام پور کے چھوٹے بھائی اور نواب علی محمد خاں روہیلہ کے چوتھے بیٹے تھے ـ قائم کو ٹانڈے بلایا اور ان کے شاگرد ہوئے ـ قائم نے ان کی مدح میں دو قصیدے بھی کہے ہیں ـ ذی الحج ۱۱۸۸ھ مطابق جنوری ۱۷۷۵ء میں رام پور میں ان کا انتقال ہوا (مزید باتیں حواشی ، جلد دوم میں ملاحظہ ہوں) ـ

حاشیہ ـ مصرع ثانی : مراوا (رضا) برادہ (جامعہ) ـ تصحیح قیاسی کی گئی ـ

۲۹۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : صرف مطلع ۔
۳ ، الف : جائے ہیں (انجمن) ۔ ۶ ، الف : وہیں سے (لندن ، کلکتہ ، جامعہ) دھن سے (رضا ، انجمن) ؛ ب : پڑھانے کو (انجمن و کلکتہ) ۔ ۷ ، الف : ہوس سے سب نے کبھی گو کہ (کلکتہ) ؛ ب : بڑھانے کو (انجمن) ۔

۲۹۴۔ لندن ، انجمن و رضا : ۹ شعر ؛ کلکتہ : ۸ شعر (چوتھا ندارد) ؛ حسرت : ۶ شعر (۳ ، ۸ اور ۹ ندارد) ۔
۱ ، الف : ارمغان لینے مرے زخم (حسرت) ۔ ۲ ، الف : کاسۂ چشم (لندن ، کلکتہ و رضا) ۔ ۳ ، الف : باؤ (انجمن) یاد (لندن ، رضا و کلکتہ) ۔ ۵ ، الف : ہووے (حسرت) ۔ ۶ ، الف : آدل (لندن و کلکتہ) ۔ ۷ ، ب : دیوانے ترے سوئے بیاباں (انجمن) ۔

۲۹۵۔ لندن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (چوتھے شعر کی بجائے حاشیے والا شعر ہے) ؛ انجمن : ۶ شعر (حاشیے والا شعر حاشیے پر ہے) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔
حاشیہ ، دوسرا مصرع : نے (رضا) کی (انجمن و جامعہ) ۔

۲۹۶۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۵ شعر (دوسرا اور تیسرا شعر ندارد) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔
۳ ، ب : نظر سے ہے کہیں (رضا) ۔ ۵ ، ب : یہیں واروں ہے (لندن ، کلکتہ و رضا) ۔ ۶ ، ب : ہے تعدی سے تری پرخوں ہے (انجمن و عماد ۔)

۲۹۷۔ لندن : ۹ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر (چھٹے شعر کی بجائے حاشیے کا پہلا شعر) ؛ کلکتہ : ۷ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ رضا : ۵ شعر ؛ عماد : ۶ شعر (۲ ، ۳ ، ۸ اور حاشیے کے تینوں شعر) ۔
۴ ، ب : بھک پڑے (انجمن) ۔

۲۹۸۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (دوسرا شعر ندارد) ؛ حسرت : ۳ شعر (۱ ، ۳ اور مقطع) ۔
۱ ، ب : اشک میں خونِ جگر آوے (حسرت) ۔ ۳ ، الف : آئینے کو کیا تاب ہے مجھ سے کو جو دیکھے (حسرت) ۔ ۵ ، الف : تیاری سیں گھر

کی ھی میں (رضا) - ۷ ، ب : اے وائے وہ اوقات کہ جوں توں بسر آوے (حسرت) -

۲۹۹- لندن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر ؛ عماد : ۵ شعر (۲ ، ۴ ندارد) ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، ب : ترک و تاز (لندن و حسرت) - ۴ ، الف : دھوکے سے (انجمن) - ۲ ، ب : پست (عماد) تسپہ (لندن) تس پہ (جامعہ) - حاشیہ ، پہلا شعر دوسرا مصرع : '' حسن دوست '' پڑھا جائے -

۳۰۰- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ عماد : ۵ شعر (۳ ، ۵ ، ۶ ندارد) ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، ب : نبھائے ھے (رضا و حسرت) - ۳ ، الف : جاگے سو (رضا) - ۴ ، ب : لینے کو (جامعہ) - ۵ ، الف : بہت راھیں ھیں لیکن (انجمن) - ۶ - لندن میں چھٹا شعر حاشیے پر ھے یہ قطعہ کا شعر ھے اور جامعہ میں اس کا آٹھویں نمبر پر ھونا محل نظر ھے -

۳۰۱- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (۲ ، ۶ اور ۷) ؛ حسرت : صرف مطلع -

۶ ، ب : تھی ایک بات تو یہ بھی مجھے جلانے کی (عماد) -

۳۰۲- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ عماد ۳ شعر : (۱ ، ۳ ، ۷) ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، الف غمگیں (حسن) - ۲ ، الف : سمجھے وھی خستہ جسے (حسن) - ۴ ، الف : کچھ مری طرح سے (کلکتہ) -

۳۰۳- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ عماد و حسرت : صرف مطلع -

۲ ، الف : تجھ بن یار گزرے ھے (انجمن) -

۳۰۴- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ رضا : ۴ شعر (چوتھا شعر ندارد - انجمن میں بھی حاشیے پر ھے) ؛ عماد : پہلے دو شعر ؛ حسرت : صرف مطلع -

۱ ، الف و ب : ھے باقی (دستور) - ۵ ، ب : ھے باقی (دستور) -

۳۰۵۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ے شعر (لندن میں چوتھا شعر حاشیے پر ہے) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۳ ، ب : جائے (لندن و رضا) ۔ ٦ ، الف : اپنے (انجمن و رضا) ۔

۳۰٦۔ لندن و انجمن : ٦ شعر ؛ کلکتہ : ۵ شعر (تیسرا شعر ندارد ۔ لندن میں بھی یہ شعر حاشیے پر بڑھایا گیا ہے) ؛ رضا : ۵ شعر (دوسرا اور تیسرا شعر کم اور حاشیے والا شعر زائد) ؛ حسرت : ۴ شعر (۲ ، ۳ ندارد) ۔

۴ ، ب : پانی (رضا) باقی (جامعہ) بتی (حسرت) ۔ ٦ ، الف : صرصری (انجمن ، کلکتہ ، رضا و لندن) ؛ کو یاں (حسرت) ۔ حاشیے والا شعر نسخۂ رضوی میں بھی ہے (جامعہ ، صفحہ ۲۴۱) ۔

۳۰۷۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ے شعر ؛ عماد : ۴ شعر (۳ ، ۴ ، ے ندارد) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۱ ، الف : یوں ہیں (عماد و سرور) یوں ہی (ذکا) ؛ رہے گی (نعز و ذکا) رہیں گی (سرور) ؛ ب : آخر کو (ذکا نغز و سرور) ؛ رہے گی (ذکا و نغز) رہیں گی (سرور) ۔

۳۰۸۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ے شعر ؛ عماد : ۲ شعر (۳ ، ۵) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۲ ، ب : چندیں (رضا) ۔ ٦ ، الف : تس پر تو کوئی (انجمن و رضا) ۔

۳۰۹۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ے شعر ؛ رضا : ٦ شعر (تیسرا شعر ندارد ۔ لندن اور انجمن میں بھی یہ شعر حاشیے پر ہے) ؛ حسرت : ۳ شعر (۱ ، ۲ و ۵) ۔

۱ ، ب : چھرے پہ یعنی زلف (حسرت) ۔ ۲ ، الف : ترک کریں آپ عشق غیر (حسرت) ۔ ۳ ۔ قائم کے آسی کم سواد قدردان نے یہ شعر لندن کے حاشیے پر بڑھایا ہے ۔ موصوف نے پہلا مصرع اس طرح کہا ہے : یہ لوح سینہ دیر سے گرد نگاہ ہے ۔ ۴ ۔ لندن ، رضا اور انجمن کے متن میں یہی شعر ہے مگر انجمن ہی کے حاشیے پر اور کلکتہ میں اس طرح ہے :

ہووے مسیح کے سے لبوں کی تری بھی دھوم
ہم سے جو مر رہوں کے تئیں زندہ کیجیے

۵ ، الف : گذرا جو کچھ ہوا (حسرت) ۔

۳۱۰۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۸ شعر ؛ عماد : ۹ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر ۔ لندن اور کلکتہ میں یہی آٹھوں شعر ہیں ۔ انجمن میں پہلا اور رضا میں ساتواں شعر کم اور حاشیے پر مندرجہ پہلا شعر زائد ہے ۔ عماد میں بھی یہ شعر اور متن کے پانچ شعر ہیں (۲ ، ۷ و ۸ ندارد) ۔ حسرت میں حاشیے کا دوسرا شعر اور متن کے ۲ ، ۳ ، ۶ و ۸ شعر ہیں ۔

۲ ، ب : نہ آب (شفیق و میر) ؛ کوئی چشم ترکرے (ذکا) لب اپنا تر کرے (حسرت) ۔ ۳ ، الف : ہمیں یہ (گردیزی) ؛ ب : خدا کب (گردیزی) ۔ ۴ ، الف : رهنا کسہ (رضا و عماد) ؛ ب : کیا جانیے یہ قافلہ کس دم سفر کرے (رضا و عماد) ۔ ۶ ، الف : سنتا ہوں (کلکتہ ، رضا ، عماد ، حسرت) سہتا ہوں (لندن ، انجمن) ۔ ۸ ، الف : گالیاں (حسرت) ۔

۳۱۱۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۱۰ شعر ؛ رضا : ۱۲ شعر ؛ عماد : ۵ شعر (۲ ، ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۸) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۳ ، الف : کوئی کرم (کلکتہ) ۔ ۹ ، الف : خاک کی (رضا) ۔

۳۱۲۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (چھٹا ندارد) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۲ ، ب : جو آن دانتوں کی مسّی کی ہے براق (انجمن) ۔ ۷ ، ب : مشیت (لندن ، انجمن و جامعہ) مسبب (کلکتہ و رضا) ۔

۳۱۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۵ شعر (۳ و ۶ ندارد) ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۳۱۴۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (چوتھا شعر ندارد ۔ یہ شعر لندن اور انجمن میں بھی حاشیے پر بڑھایا گیا ہے) ؛ حسرت : ۳ شعر (۵ ، ۷ اور حاشیے والا شعر) ؛ عماد : ۳ شعر (۲ ، ۳ ، ۷) ۔

۱ ، ب : نحوِ صرف (عماد) نحو و صرف (جامعه) نحوِ صرف (لندن ، انجمن، کلکته ، رضا) - ۲ ، الف : نسخوں میں ''تڑپھتے'' ہے ؛ ٹھوکر لگے ہے دل کو ہر اک گام کے ساتھ (کلکته) - ۳ ، ب : کسو کی (سیر) - ۵ ، ب : روا دار (حسرت) -
٦ ، الف : ہے کابلی کا مال ، دلِ خسته اے بتاں (رضا) -

۳۱۵- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۵ شعر - رضا میں تیسرے شعر کا دوسرا مصرع نہیں ہے - اس کی بجائے چوتھے شعر کا دوسرا مصرع مکرر درج ہو گیا ہے -
۲ ، الف : ہرگز نه پھر آیا (گلزار) ؛ ب : تھی شرط مجھے آس سے تو (گلزار و گلشن) -

۳۱٦- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت و عماد : صرف مطلع -
۱ ، الف : مر جائیں کس سے (حسرت) - ۴ ، الف : زندگی تلک (رضا) - ۵ ، الف : تارِ نفس نے زیادہ کیا (رضا) -

۳۱۷- انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ لندن : ۹ شعر -
حاشیه ، پہلا شعر ، پہلا مصرع - نسخے میں ''مغ بچے کا حسن'' ہے اور یه اسی طرح پڑھا جائے گا -

۳۱۸- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (۲ ، ۴ و ٦) -
٦ ، ب : نسخوں میں ''کیو نه'' ہے -

۳۱۹- لندن ، انجمن ، کلکته ، رضا و حسرت : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (۲ و ۷) -
۱ ، الف : مری جان (انجمن ، حسرت) مری جان اوپر (نغز ، ذکا ، سرور) ؛ ب : پر تھا (انجمن ، سرور ، حسرت ، ذکا) - ۲ ، الف : گر یه کی (لندن ، انجمن ، کلکته ، رضا ، حسرت ، عماد) گر یه سے (حسن ، سرور ، نغز ، ذکا) ؛ ب: آنکھوں کی (سرور) - ۳ ، الف : بے داد ہے (حسرت ، ذکا) - ۴ ، الف : اس بات کا (انجمن) ؛ ب : چلنے میں (حسرت) ؛ ساتھ گیا (حسرت) - ۵ ، الف : عمر رہے (جامعه) ۷ ، الف : یه غزل طرز کیا (نغز) -

۳۲۰۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ حسرت : پہلے تین شعر ؛ عماد : ۲ شعر (پہلا اور تیسرا) ۔

۱ ، الف : میری جان (سرور) ؛ یہ جان کی (نغز) ؛ ب : حیرت دل (سرور) ۔ ۲ ، الف : قتل کرنے سے مرے (گلشن) قتل سے میرے بھلا تو (گلزار) ۔ ۴ ، الف : رھتا نہیں (سرور) ۔

۳۲۱۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۸ شعر ؛ رضا : ۷ شعر (ساتواں ندارد ۔ لندن اور انجمن میں بھی یہ شعر حاشیے پر بڑھایا گیا ھے) ؛ عماد : ۴ شعر (۱ ، ۲ ، ۵ ، ٦) ۔

۱ ، ب : بتلاتے رھے (انجمن و کلکتہ) بہلاتے رھے (لندن ، رضا ، عماد) ۔ ۲ ، ب : لیک ایک جھمکی میں ھم تو آپ ھی جاتے رھے (رضا و عماد) ۔ ۷ ، ب : ٹاکراتے رھے (انجمن) ڈال کر آتے رھے (لندن) ۔

۳۲۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ حسرت : ٦ شعر (۱ ، ۳ ، ۴ اور تین شعر حاشیے پر) ۔

۱ ، ب : نے دیا (نغز ، ذکا ، سرور) ۔ ۴ ، الف : شب ھی کی (نغز ، سرور ، حسرت) ؛ اب تک منفعل (نغز و سرور) ۔

۳۲۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (پہلے تین ، پانچواں اور حاشیے والا شعر) ؛ عماد : ۲ شعر (۳ ، ۵) ۔

۲ ، الف : دھن کو تیرے (میر ، گردیزی ، گلشن ، نغز ، گلزار ، ذکا) دین کو تیرے پاتے (حسرت) ؛ ب : ھماری جز رسی ھی میں (حسرت) ۔ ۵ ، الف : چھرے پہ قائم (حسرت) ۔

۳۲۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ ، شعر ؛ کمال : ٦ شعر (چوتھا شعر ندارد) ۔

۵ ، الف : کے ھیں (انجمن) میں ھیں (رضا) ۔ ٦ ۔

اهل معنی کو ھے کیا صحبت نا جنس سے باک
قند کو کچھ بھی بھلا ھو ھے ضرر رشتے سے

۳۲۵۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ۔

۲ ، ب : پھر مرگ (نغز ، سرور) پھر مرگ کسی طرح سے (ذکا) طرح میں (کلکتہ) ۔ ۵ ، الف : کیا ہے (رضا) ۔

۳۲۶۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (تیسرا اور اور پانچواں ندارد) ۔

۱ ، الف : گل تلک (ہندی ، حسن) ۔ ۲ ، الف : بھٹکا (ہندی) ؛ وہ میں نہیں (حسرت) نہ ہوں (کلکتہ) ۔ ۳ ، ب ۔ قائم کے نسخوں میں یہ مصرع اس طرح ہے :

کیا کیجے تئیں ہے مہر و محبت سے جس مجھے

اور یہ اسی طرح پڑھا جائے گا ۔ ۷ الف : تھاو لے (حسن) ؛ ہم نفس مجھے (انجمن) ۔

۳۲۷۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔

۳۲۸۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : پہلے پانچ شعر ؛ عماد : پہلے تین شعر ۔

۱ ، الف : ہم سے ملے نہ آپ تو (حسرت) ؛ تو کچھ ہم نہ مر گئے (حسن و گلشن) ؛

ب : کہنے کو بات رہ گئی اور دن گذر گئے (حسن ، گلشن ، گلزار) ۔ ۲ ، الف ۔ حاشیہ ، چوتھی سطر ۔ ''متن میں بھی'' پڑھا جائے ۔ ۳ الف : بھکا (ذکا ، انجمن ، عماد ، شفیق ، میر) ؛ اکیلا جو ہر طرف (حسرت) ۔ ۴ ، ب : چہ فائدہ (حسرت) ۔ ۶ ، الف : جی بچ چکا ۔ جھمّیوں کے ہاتھ سے (انجمن ، کلکتہ ، رضا ، لندن ، جامعہ) جیو بچ چکا ہے ایسے حسینوں کے ہات سے (شفیق) جی بچ چکا ہے جور فروشوں کے ہاتھ سے (میر) ۔ میرے خیال میں پہلا لفظ ''بچ چکا'' (بچنا ، بمعنی پکنا ، تنگ آ جانا ، عاجز آنا ۔ پلیٹس صفحہ ۲۳۰) ہے اور دوسرا لفظ چھمّیوں (چھمّیا بمعنی چھلیا ؟) ہے ۔

۳۲۹۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ رضا : ۶ شعر (چھٹا ندارد) ۔
۵ ، الف : پتلتی (کذا ۔ جامعہ) ۔ ۶ ، الف : سخن (انجمن ، کلکتہ) ۔

۳۳۰۔ لندن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (۱ ، ۳ ، ۷) ؛ حسرت : ۳ شعر (۱ ، ۳ ، ۴) ۔
۴ ، الف : بنام ہر یک (کذا ۔ حسرت) ۔ ۶ ، ب : تجھ کو یا کہ (انجمن) ۔

۳۳۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ۔
۱ ، الف : سناعت (لندن) صناعت (جامعہ) شناعت (انجمن ، کلکتہ ، رضا) ۔

۳۳۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۹ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (۱ ، ۳ ، ۵ ، ۸ ، ۹) ؛ عماد : ۳ (۱ ، ۴ ، ۵) ۔
۱ ، الف : آمد میں ہیں (لندن) ۔ ۲ ، الف : احوال میرا ہے جائے خندہ (رضا) ۔

۳۳۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ۔
۷ ، الف : قائم کی عیادت تو میاں فرض ہے تجھ پر (رضا) ۔

۳۳۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا ، حسرت و کمال : ۵ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (مطلع و مقطع ندارد) ۔
۱ ، ب : یاں را کھ کا اک ڈھیر ہے (گلزار ، گلشن ، شفیق ، گردیزی) ۔ اور خاک دبی ہے (گردیزی) ۔ ۴ ، الف : آن میں ساقی (حسرت) ۔ ۵ ، الف : سامھنے (لندن ، کلکتہ ، رضا) ؛ ب : بات ہی (جامعہ) ۔

۳۳۵۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۶ شعر ۔

۲ ، الف : مشہد سے مرے آگئے ہیں (رضا) ؛ ب : بگی ہے (لندن ، کلکتہ و رضا) بگی ہے (انجمن) ۔ ۴ ، الف : گو ۔ پھول (لندن) ۔ ۶ ، ب : تنک خرد (رضا ، انجمن) نیک خرد (کلکتہ ، لندن) ۔

۳۳۶۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۵ شعر ؛ عماد : پہلے دو شعر ۔ سرور ، ذکا اور قاسم نے اس غزل کے جن اشعار کا انتخاب دیا ہے اُن میں ردیف 'کسو کی' ہے ۔

۱ ، ب : اگر آپ (سرور) ۔ ۲ ، الف : ہے درد (سرور) ۔ ۳ ، الف : دے لو (سرور) دو تو (جامعہ) ؛ ب : کیا خوب ہے رکھ چھوڑنی (ذکا ، نغز ، سرور) ۴ ، الف : ہاتھ میں گل رو (نغز و ذکا) ؛ ب : کٹی (لندن و کلکتہ) کتھی (انجمن ، رضا ، نغز) ۔

۳۳۷۔ لندن و انجمن : ۸ شعر (۵ ، ۶ و ۷ ان دونوں نسخوں میں حاشیے پر ہیں ۔ یہی تین شعر رضا و حسرت میں نہیں ہیں) ؛ کلکتہ : ۷ شعر (تیسرا شعر ندارد) ؛ رضا و حسرت : ۵ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (پہلے دو اور مقطع) ۔

۲ ، ب : مری تو (حسرت) تو میرا (عماد) ۔ ۷ ، الف : نہ بھٹکے (لندن و انجمن) ۔

۳۳۸۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (تیسرا اور پانچواں) ۔

۶ ، ب : کم تر ہیں (انجمن ، کلکتہ ، رضا) ۔ ۷ ، ب : تجھ بن جو معتقد ہوں (رضا) ۔

اسی ردیف و قافیے میں ایک اور شعر تذکرۂ ذکا میں ہے :

اہل کرم کو آتش سوزاں سے ڈر نہیں
خطرہ نہیں ہے برق کسو ہرگز سحاب سے

۳۳۹۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۵ شعر (۱ ، ۴ ، ۵ اور دو شعر مندرجہ بر حاشیہ) ۔

۱ ، الف : سر مایوسی ہے (حسرت) ۔ ۲ ، الف : نمود (انجمن) ؛ ب : بالیدہ گی (انجمن ، لندن ، کلکتہ ، رضا) ۔ ۳ ، ب : نسخوں میں ''محرم خانہ مرے'' ہے ۔ ۴ ، ب : شمع ساں اپنی آسے آپ قدم بوسی ہے (حسرت) ۔ ۵ ، الف : ہمیں فضل کی ہوتی ہے غلط (حسرت) ؛ ب : انہوں کا (حسرت)؛ پا بوسی ہے (کلکتہ ، انجمن) ۔

۶ ، الف ۔ ''حضرت شیخ'' پڑھا جائے ۔ ۷ ، الف : ہے جو پرواز (جامعہ) ۔

۳۴۰۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (۱ ، ۴ ، ۵)۔
۴ ، الف : ادھر دو (کلکتہ) ؛ دل کو (انجمن ، کلکتہ ، رضا ، لندن ، عماد ، جامعہ) ۔

۳۴۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۱۵ شعر ؛ عماد : ۱۰ شعر (۴ ، ۵ ، ۸ ، ۱۲ و ۱۴ ندارد) ؛ حسرت : ۶ شعر (۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ و ۱۵) ۔

۴ ، الف : جز کاہ کش (جامعہ) ؛ ب : نام (لندن و انجمن) ۔ ۸ ، ب : شعر پر ہے (انجمن) ۔ ۹ ، الف : نے بال (حسرت) ۔ ۱۰ ، الف : لوھو نکلے تھا (حسرت) ۔ ۱۱ ، الف : سمھال (لندن ، رضا و کلکتہ) ؛ کسو رکھیو اپنے (حسرت) ۔ ۱۲ ، الف : کیا رکے ھیں (حسرت) ۔ ۱۳ ، الف : ھم چشم غیر کے ھم ھو کب سکیں کہ اس پر (حسرت) ۔ ۱۵ ، ب : جز آہ و اشک (رضا ، عماد ، حسرت) ؛ نے برگ نے ثمر ہے (حسرت) ۔

۳۴۲۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۶ شعر ؛ رضا و کمال : ۵ شعر (تیسرا ندارد)؛ عماد : مطلع و مقطع ۔

۲ ، ب : ترے کوچے سے (کمال) ۔ ۴ ، الف : جا ہے کیوں کر (لندن و کلکتہ) ۔

۳۴۳۔ لندن و رضا : ۶ شعر ؛ کلکتہ و انجمن : ۷ شعر ۔

۳۴۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و حسرت : ۵ شعر ۔

۱ ، الف : دل دیوانے کی (سرور) ؛ ب : رکا جاتا ہے دل (حسن و سرور) رکا جائے ہے دل (جامعہ) ۳ ، الف : میسر ھو جو (حسرت) ؛ ب : کروں میں (حسرت و حسن) ۔ ۴ ، الف : شمع سے دیکھ کے گل گیر کی ھم آغوشی (سرور) ؛ ب : کیو نہ (لندن و کلکتہ) ۔ ۵ ، الف : ڈھونڈھے (کلکتہ و رضا) ۔

تذکرۂ ذکا میں بھی یہ غزل پانچ اشعار پر مشتمل ہے لیکن دوسرے شعر کی بجائے یہ شعر ہے :

ساقی اب اور سے (کر) خرچ یہ انداز و مزاج
میں سمجھتا ہوں اشارت ترے پیمانے کی

۳۴۵۔ لندن ، کلکتہ و انجمن : ۱۱ شعر ؛ کمال : ۱۰ شعر (ساتوں شعر ندارد) ؛ رضا : ۹ شعر (۹ و ۱۰ ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر (پہلے دو اور مقطع) ۔

۱ ، الف : شکوہ نے غیر سے (نغز ، ذکا و ھندی) ۔ ۳ ، الف : پوچھا کہ (کمال) ۔

۳۴۶۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۱۴ شعر ؛ عماد : ۷ شعر (مطلع اور ۳ تا ۸) ۔

۵ ، ب : جو نالۂ دل (انجمن و مقدمۂ قائم) ۔ ۱۲ ، ب : پھر ملنے کا یوں (جامعہ) ۔ ۱۳ ، الف : ھٹھ (لندن ، انجمن و رضا) ھٹ (کلکتہ) ؛ ب : نانہ (لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا) ۔

۳۴۷۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و کمال : ۷ شعر ۔ لندن میں پانچواں شعر حاشیے پر ہے ۔

۴ ، الف : کم ہے (کمال) ؛ دل میں (رضا) ۔ ۶ ، الف : جاتا ہے تو (کمال) ۔

۳۴۸۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۹ شعر ؛ کمال : ۸ شعر (ساتواں ندارد) ؛ عماد : ۴ شعر (پہلے تین اور چھٹا) ۔

۶ ، الف : ھاتھ میں ھو کر (لندن و کلکتہ) ؛ ب : آج کو (جامعہ) ۔

۳۴۹۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ۔

۱ ، الف : تیغ چڑھ اس کی سان پر آئی (گلزار ، سرور ، گلشن) ؛ ب : دیکھیں کس کس کی جان پر آئی (گلزار ، گلشن) دیکھیے کس کی (سرور) ۔ ۶ ، الف : ہے جو چشم (نغز) ۔ ۷ ، الف : آپی آپ (حسرت) ۔

۳۵۰۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : ۴ شعر (دوسرا شعر ندارد) ۔

۲ ، الف : پہ نمود (لندن و کلکتہ) یہ نمود (جامعہ و انجمن) ۔ ۳ ، ب : کسی کا (لندن و کلکتہ) ۔ ۴ ، ب : کسو سے (رضا و عماد) ۔

۳۵۱۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : مطلع و مقطع ۔

۳۵۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا ۔

۳۵۳۔ انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ لندن : ۸ شعر ؛ عماد : ۴ شعر (۱ ، ۴ ، ۶ و ۷) ۔

۱ ، الف : خدا کسی سے کسی دل کو آشنا نہ کرے (انجمن ، رضا ، عماد و ذکا) ؛ ب : اگر کرے تو دم مرگ لگ[1] جدا نہ کرے (ذکا) ۔ ۲ ، الف : تیرے — کوئی (کلکتہ) ؛ ب : کسو کے (رضا) ۔ ۴ ، الف : پھر چلے (لندن و کلکتہ) ۔ ۶ ، الف : سمجھا ہوں میں (انجمن ، کلکتہ ، رضا) ؛ ب : کیا کہوں (کلکتہ) ۔

۳۵۴۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و عماد : ۵ شعر ۔

۴ ، ب : آگے جس راہ میں (جامعہ) ۔

۳۵۵۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ حسرت : ۳ شعر (۱ ، ۳ و ۷) ؛ عماد : مطلع و مقطع ۔

۱ ، الف : ہر طرف (حسن) ۔ ۳ ، الف : زور بستی ہے دل میں بھی لیکن (حسرت) ؛ ب : یار بن ان دنوں (حسرت) ۔ ۵ ، الف : یہ کہ (گلزار و گلشن) ؛ ب : آدھڑتی ہے (رضا ، حسن ، گلزار ، گلشن) ۔ ۷ ، ب : یاں بگڑتی ہے (حسرت ، گلزار و گلشن) یاں بگڑتا ہے (نغز) ۔

۳۵۶۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : ۴ شعر (دوسرا ندارد) ۔ رضا میں تیسرا شعر مکرر درج ہے ۔

۱۔ لگ بمعنی تک ۔

۱ ، ب : یہی چاہے تھا (رضا ، گلزار ، گلشن) - ۲ ، الف : اے یار (کلکتہ) - ۳ ، الف : نہ جانیں (حسن ، گلزار ، گلشن) ۴ ، الف : تعلیم کہ یک بار (رضا) - ۵ ، الف : اور دوری منزل (انجمن ، رضا ، عماد) -

۳۵۷- لندن ، انجمن و کلکتہ : ۸ شعر ؛ رضا : ۷ شعر (پانچواں ندارد) ؛ عماد : ۳ شعر (دوسرا ، چوتھا اور چھٹا) ؛ حسرت : ۲ شعر (دوسرا اور شعر مندرجہ بر حاشیہ) -

۲ ، الف : ہوئی مری (عماد) - ۳ ، الف : کرتا ہے (حسرت) - ۴ ، الف : لندن اور کلکتہ میں "ظاہر" محذوف ہے - ۶ ، الف : اپنے سے آپ تو نادم نہ ہو کہیں (رضا ، عماد و حسرت) ؛ ب : اتنا بھی مت (رضا ، حسرت و عماد) -

حاشیہ - ذکا میں ایک تو یہی شعر ہے جو انتخاب حسرت میں بھی ہے اور دوسرا شعر یہ ہے :-

ظالم میں چھٹ کے جاؤں کہاں تیری قید سے
زنجیر پا ہے زلف کا ہر ایک مو مجھے

۳۵۸- لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر -

۱ ، ب : بہاریں ہیں (لندن) بہاریں تیں (کلکتہ ، رضا و انجمن) - ۲ ، الف : ہوتی ہے (لندن) ؛ ب : یہاں کی (رضا) - ۵ ، الف : ہاتوں میں تیرے (لندن) باتوں میں پیارے (رضا) ؛ ب : بتاں کی (لندن و کلکتہ) زباں کی (رضا) بیاں کی (انجمن) لباں کی (جامعہ) -

۳۵۹- لندن و کمال : ۶ شعر ؛ کلکتہ و انجمن : ۷ شعر ؛ رضا و حسرت : ۵ شعر (تیسرا شعر ندارد - یہ شعر لندن و انجمن میں بھی حاشیے پر ہے) ؛ عماد : ۳ شعر (۲ ، ۳ و ۵ ندارد) -

۱ ، الف : جہاں تک ہی (نغز وحسن) ؛ ب : کسو کے (عماد و حسرت) - ۲ ، الف : ہے تو ہم کو (حسرت) ؛ ب : یہاں نہ پھرے (کمال) - ۴ ، الف : غیر مروت ہے (حسرت) - ۵ ، ب : یہ چاہوں تھا (حسرت و مقدمہ قائم) ۶ ، ب : کہیں بالیں پر (حسرت) -

۳٦۰۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا ۔

۱ ، الف : روناں ہے (لندن ، کلکتہ و رضا) روھاں ہے (انجمن) ؛ ب : دھوناں ہے (لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا) ۔

۳٦۱۔ لندن و کلکتہ : ۹ شعر ؛ انجمن : ۱۰ شعر ؛ رضا : ۸ شعر (پانچواں ندارد) ؛ عماد : ۴ شعر (۲ ، ٦ ، ۸ و ۹) ۔

۱ ۔ نسخۂ رضوی میں بھی مطلع وھی ہے جو رضا و انجمن میں ہے ۔ الف : وائے غفلت کہ وہ کاڑھے ہے بغل سے خنجر (انجمن ، رضا و نسخۂ رضوی) ؛ ۵ ، الف : چھڑے تھی (لندن) جھڑی بھی (انجمن و کلکتہ) جھڑے تھی (جامعہ) میرے خیال میں '' جھڑے تھی '' زیادہ موزوں ہے ۔ ۷ ، ب : وھی یار (انجمن و رضا) ۔

۳٦۲۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (مطلع اور پانچواں) ۔

۱ ، الف : سب ھست و نیست یاں کا دیکھا تو واھمہ ہے (ذکا) ؛ ب : تو بھلا (رضا و عماد) ۔ ۴ ، الف : قائم کے نسخوں میں ''دل فائدہ آٹھ آٹھ کر '' ہے اور یہ اسی طرح پڑھا جائے گا ۔ ۵ ، الف : مونڈے میں (لندن) مونڈے بھی (انجمن ، رضا و عماد) مونڈے تھے (کلکتہ) مونڈے ھیں (جامعہ) ؛ ب : دیکھا میں (لندن و جامعہ) دیکھا تو (رضا ، انجمن ، کلکتہ و عماد) ۔ ٦ ، الف : اتنا تو نالاں نہ ھو (لندن ، انجمن و جامعہ) اپنا تو نالاں نہ ھوں (کلکتہ و رضا) ؛ ب : ھو درد سو روتا ہے (رضا) ۔ ۷ ، الف : ہے نزع میں (رضا) ؛ کہہ تو بھی (رضا) ۔

۳٦۳۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : مطلع و مقطع ۔

۱ ، الف : مراجی تجھ کو گو (گلزار و حسن) مرا جی تجھ کو کیا (گلشن) ۔ ۳ ، الف : تم اس بھانت (رضا) ۔ ۴ ، الف : گرہ ہے (لندن ، کلکتہ ، جامعہ) گرہ ھیں (رضا و انجمن) ۔

۳٦۴۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ؛ رضا : ۴ شعر (پہلے شعر کا مصرع اول اور دوسرے کا مصرع ثانی مساوی ھیں ایک شعر کے) ۔

۱ ، الف : ہے نہ اک (کلکتہ) ہیں گریہ سے مرے (رضا) ۔
۴ ، ب : آپ میں ہیں (جامعہ) ۔ ۵ ، الف : تھمبا (انجمن) تھمتا (کلکتہ) تھنبا (نغز) تہا (لندن و رضا) ؛ ہوں گے (نغز و جامعہ) ؛ ب : دیر تک ٹپکیں ہیں باراں کے شجر بھیگے ہوئے (ذکا و نغز) ۔

۳۶۵۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۶ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (تیسرا شعر ندارد) ؛ عماد و حسرت : صرف مطلع ۔

۵ ، الف : حاکم اور قاضی جو ہے عاشق و والہ تیرا (رضا) ۔
۶ ، ب : بد خوئی صیاد کرے (جامعہ) ۔ اور یہی موزوں تر ہے ۔

حاشیہ ۔ یہ شعر رضا کے علاوہ نسخۂ رضوی میں بھی ہے ۔ خورشید صاحب نے رضا کے حوالے سے یہ شعر ''جو لی ابرو نے اس چشم'' الخ ۔ پڑھا ہے ، لیکن اسی شعر کو نسخۂ رضوی کے حوالے سے وہ اس طرح پڑھتے ہیں :

خوبی ابرو ہے اس چشم سے ظاہر قائم
شاعر البتہ (ہر) اک بیت پہ کب صاد کرے

(جامعہ ، صفحہ ۲۴۲) اور میرے خیال میں یہی موزوں تر ہے ۔

۳۶۶۔ لندن ، انجمن ، کلکتہ ، رضا و کمال : ۵ شعر ؛ عماد : مطلع و مقطع ؛ حسرت : صرف مطلع ۔

۱ ، الف : غیر سے (کمال) ؛ ب : کام بھی (لندن و کمال) کام ہی (رضا ، انجمن و کلکتہ) ۔ ۳ ، ب : ظلم سے پر (انجمن و کمال) ۔
۴ ، الف : بندھا تھا ابکر ایک[1] (لندن ، کلکتہ و رضا) ایک رنگ (انجمن) ۔

۳۶۷۔ لندن ، انجمن ، رضا و کلکتہ : ۷ شعر ؛ عماد : صرف مطلع ۔

۳ ، الف : یہاں ہے (انجمن) ۔ ۴ ، ب : کبھی بولے (رضا) ۔
۷ ، الف : امیر سے مراد نواب محمد یار خاں امیر رئیس ٹانڈہ ہے ۔

۱۔ ابکر ایک بمعنی اب کے ایک ۔

۳۶۸ـ لندن ، انجمن ، کلکته ، رضا و کمال : ۵ شعر ؛ عماد : ۳ شعر مطلع و مقطع ندارد) ـ

۱ ، الف : جفا کو کوئی (میر) ـ ۲ ، الف : کعبے سے اب دیر کو (گلزار ، ذکا ، گلشن ، میر ، گردیزی و شفیق) ـ

۳۶۹ـ لندن ، انجمن و کلکته : ۷ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (تیسرا اور چوتھا شعر ندارد ـ لندن اور انجمن میں بھی یه دونوں شعر حاشیے پر بڑھائے گئے ھیں) ؛ حسرت : صرف مطلع ـ

۱ ، الف : اب دل کو (حسرت) ـ ۳ ، الف : اب عندلیب (لندن) ـ

۳۷۰ـ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۵ شعر ـ رضا میں چوتھے شعر کی بجائے حاشیے پر مندرجه شعر ھے جو نسخهٔ رضوی میں بھی ھے ـ

۳۷۱ـ کلکته و رضا : ۵ شعر ؛ انجمن : ۶ شعر ؛ لندن : ۷ شعر ؛ عماد : ۴ شعر (چوتھا شعر ندارد) ـ

۳۷۲ـ لندن و کلکته : ۷ شعر ؛ رضا و انجمن : ۵ شعر ـ آخرالذکر دو نسخوں میں دوسرا اور تیسرا شعر نہیں ھے ـ لندن میں بھی یه دونوں شعر بعد میں حاشیے پر بڑھائے گئے ھیں لیکن چونکه یه شعر کلکته میں موجود ھیں اس لیے انھیں متن میں جگه دی گئی ھے ـ

اس سے پہلے غزل ۳۷۱ میں بھی ایسی ھی نوعیت کے دو شعر ھیں مگر چونکه ان کی تصدیق بالخصوص نسخهٔ کلکته سے نه ھو سکی اس لیے انھیں حاشیے پر جگه دینا پڑی ـ

۶ ، الف : ''آونچیے ھوئے'' پڑھا جائے ـ ۷ ، الف : دو روزه (لندن ، کلکته و رضا) دو روز (انجمن) ـ

۳۷۳ـ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۷ شعر ؛ عماد : ۴ شعر (۲ ، ۳ ، ۴ ندارد) ـ

۲ ، الف : خنده زباں (انجمن) ـ ۴ ، الف : نسخوں میں ''ھے که گویا'' ھے ؛ ب : چراو (لندن ، کلکته و جامعه) چڑاو (رضا) جڑاؤ (انجمن) ـ ۶ ، الف : کھلے (جامعه) ـ

۳۷۴۔ رضا : ۵ شعر ؛ لندن ، انجمن و کلکته : ۹ شعر ؛ عماد : حاشیے پر مندرجه چار شعروں میں سے دوسرا اور چوتھا ۔

۱ ، الف : مرا کوئی احوال کیا جانتا ہے (میر ، گردیزی ، شفیق ، گلزار ، گلشن) ۔ ۵ ، ب : کسی کو دعا ہے (کلکته) ۔

۳۷۵۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۱۸ شعر ؛ رضا : ۱۷ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ عماد : ۴ شعر (۳ ، ۵ ، ۱۰ ، ۱۸) ۔

۵ ، الف : دو عالم (عماد) ۔ ۹ ، الف : خوش آئی ہے (جامعه) ۔ ۱۷ ، الف : ماہ کے (رضا) ۔

۳۷۶۔ لندن ، انجمن ، کلکته و کمال : ۵ شعر ؛ رضا : ۴ شعر ؛ عماد : ۳ شعر (دوسرا اور چوتھا ندارد) ۔ رضا میں تیسرا اور چوتھا شعر غلطی سے ایک جگه درج ہو گیا ہے :

قصر شاہ و کلبۂ درویش
میں ہے مے ، پر اے قحبه
بنگ و بوزا ۔ الخ ۔

۳۷۷۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۸ شعر ؛ رضا : ۵ شعر (تیسرا ، چوتھا اور پانچواں شعر ندارد ۔ یه تینوں شعر لندن اور انجمن میں بھی حاشیے پر بڑھائے گئے ہیں) ۔

۱ ، ب : یاد مٹھائی (لندن ، انجمن ، کلکته و رضا) ۔ ۲ ، الف : دل ناداں (لندن و جامعه) دل نالاں (انجمن ، کلکته و رضا) ؛ ب : سوتی ہوئی ناحق کو یه بھڑ تو نے جگائی (کلکته) ۔ ۳ ، الف : ''تمھارے'' پڑھا جائے ؛ ب : قائم کے نسخوں میں ''دے کر کے چکائی'' ہے لیکن خورشید صاحب نے ''دے کر کے جھکائی'' پڑھا ہے (جھکائی دینا بمعنی مغالطه دینا ، چکمه دینا) جو موزوں تر ہے ۔ ۴ ، ب : رونے میں (لندن و جامعه) رونے میں (کلکته و انجمن) ۔ ۵ ، ب : یک عمر تری راہ میں (جامعه) ۔ ۷ ، ب : خرچ (لندن و کلکته) ۔

۳۷۸۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۹ شعر ؛ رضا : ۸ شعر (چھٹا شعر ندارد) ؛ عماد : ۴ شعر (۱ ، ۳ ، ٦ ، ۹) ۔

۳۷۹۔ لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۵ شعر ۔

۴ ، الف : راکع و ساجد ھیں نه بے جا (رضا) ۔

۳۸۰۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۸ شعر ؛ رضا : ۹ شعر (حاشیے پر مندرجه شعر نسخهٔ رضوی میں بھی ہے) ؛ عماد : ٦ شعر (چوتھا اور آٹھواں شعر ندارد) ۔

۲ ، الف : چیٹھک (لندن ، رضا و کلکته) ۔ ۳ ، ب : اب پھر آئی (عماد) ۔ ۸ : رضا میں یه شعر بھی ہے اور حاشیے والا شعر بھی ہے لیکن مضمون کے اعتبار سے یه دونوں یکساں ھیں ۔

۳۸۱۔ لندن و کلکته : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر ؛ رضا : ۹ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (تیسرا اور ساتواں) ۔

۳ ، الف : شیخ جیو (لندن) ۔ ۴ ، الف : کوچے میں ہے اس شوخ کے (انجمن) ۔ ۵ ، ب : اسے لاگے (جامعه) ۔ ۷ ، الف : جانیے قائم کچھ (رضا و عماد) ۔

حاشیه ، پہلا شعر ، دوسرا مصرعه : لوھو ہے (جامعه) ۔ ۳ ، الف : گھبرائے خلق (جامعه) ۔

۳۸۲۔ لندن ، انجمن ، کلکته ، رضا ، عماد و حسرت ۔

۱ ، الف : ادائے ناز (حسرت) ؛ ب : خدا جانے که وہ سن کر بت طناز کیا سمجھے (سرور) خدا جانے وہ جا کر کیا کہے طناز (ذکا) خدا جانے یه کیا بھکے وہ مست ناز (حسرت) ۔

۳۸۳۔ لندن ، انجمن و کلکته ۔ لندن اور انجمن میں یه شعر حاشیے پر ہے اور رضا میں نہیں ہے ۔

۳۸۴۔ لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر ۔ اول الذکر دونوں نسخوں میں یه غزل حاشیے پر ہے اور رضا میں نہیں ہے ۔

۳۸۵- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۲ شعر ؛ عماد : صرف پہلا شعر ؛
حسرت : ۳ شعر -

۱ ، ب : وہ فریاد کیا کرے (حسرت) - ۲ ، ب : یہ کہہ کہ تیری
دوری میں (رضا و حسرت) -

۳۸۶- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۲ شعر -

۲ ، ب : لندن ، کلکته و رضا میں ''اب آگے اے عاشق'' هی ہے -

۳۸۷- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا -

۳۸۸- لندن ، انجمن ، کلکته و کمال : ۵ شعر ؛ رضا : ۳ شعر (چوتھا اور
پانچواں شعر ندارد - اول الذکر دونوں نسخوں میں بھی یہ دو شعر
حاشیے پر ھیں) ؛ عماد : ۳ شعر (پہلا اور چوتھا ندارد) ؛ حسرت :
۳ شعر (دوسرا اور چوتھا ندارد) -

۳ ، الف : جو ھو (رضا) ؛ ب : روندنے سے اسم رودن (روندن)
بنایا ھے ؛ پانوں میں ایک جہاں کے یہاں (حسرت) - ۴ ، الف :
لیک تجھ بغیر (انجمن) ؛ ب : خرابی (جامعه) - ۵ ، الف : شبابه
ھی میں (انجمن و عماد) ؛ سوز عشق (کمال) -

۳۸۹- لندن ، انجمن ، کلکته و رضا : ۲ شعر - عماد : صرف مطلع -

۲ ، ب : آسیانے انھیں (رضا و عماد) -

۳۹۰- لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (مطلع اور تیسرا) -
رضا میں یہ غزل نہیں ہے -

۳۹۱- لندن ، انجمن و کلکته : ۵ شعر - رضا میں یہ غزل بھی نہیں ہے -

۳ ، الف : سب کاغذ پہ ثبت (لندن ، انجمن ، جامعه) شب
کاغذ پہ ثبت (کلکته) - ۴ ، ب : ساتھ ھیں (لندن ، انجمن ،
کلکته و جامعه) -

۳۹۲۔ لندن و انجمن : ۵ شعر ۔ کلکتہ و رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۳۹۳۔ لندن و کلکتہ : ۵ شعر ۔ انجمن و رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۳۹۴۔ لندن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ انجمن : ۸ شعر (حاشیے والا شعر نسخۂ رضوی میں بھی ہے) ؛ عماد : ۴ شعر (پہلا ، دوسرا ، چوتھا اور حاشیے پر) ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۶ ، الف : حسنِ شامہ (کلکتہ و جامعہ) ۔

۳۹۵۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۹ شعر ؛ رضا : صرف چوتھا شعر ؛ کمال : ۵ شعر (۳ ، ۶ ، ۷ ، ۹ ندارد) ؛ عماد : ۶ شعر (۳ ، ۶ ، ۷ ندارد) ؛ حسرت : ۳ شعر (پہلا ، چوتھا اور شعر مندرجہ بر حاشیہ) ۔

۱ ، الف : یہ میرے بہار کی (ہندی) ۔ ۴ ، الف : یاں بھی رکھیں قدم (لندن ، کمال و جامعہ) یاں بھی رکھے قدم (انجمن ، رضا ، کلکتہ ، ہندی و عماد) یاں بھی قدم دھرے (حسرت) یاں بھی قدم رکھے (دستور) ۔ انجمن میں ایک اور جگہ (صفحہ ۱۹۱) بھی اسی ردیف و قافیہ میں دو شعر لکھے ہیں ، جن میں ایک تو یہی ہے اور دوسرا شعر یہ ہے :

دے جلد اے نسیم خبر لا کے یار کی
طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

۸ ، ب : تیرے گلعذار کی (انجمن و عماد) ۔

۳۹۶۔ لندن ، کلکتہ و انجمن : ۷ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (پانچواں اور چھٹا) ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۶ ، ب : جس کسی کے ھات میں زر ہے (عماد) ۔

۳۹۷۔ لندن و کلکتہ : ۷ شعر ؛ انجمن : ۶ شعر (چوتھا شعر ندارد ۔ اس نسخے میں یہ غزل حاشیے پر ہے) ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے ۔

۶ ، الف : انیندی (انجمن و جامعہ) ۔

۳۹۸۔ لندن و کلکتہ : ۷شعر ؛ انجمن : ۸ شعر (شعر ۲ تا ۷ حاشیے پر ہیں)؛ رضا : ۲ شعر (مطلع و شعر بر حاشیہ) ؛ عماد : ۴ شعر (۱ ، ۴ ، ٦ و شعر بر حاشیہ) ۔ حاشیے والا شعر نسخۂ رضوی میں بھی ہے ۔

۷ ، ب : نسخوں میں ''صرصری'' ہے ۔

۳۹۹۔ لندن ، کلکتہ و انجمن : ۹ شعر ؛ عماد : ۲ شعر (چوتھا اور چھٹا) ۔ رضا میں یہ غزل نہیں ہے اور انجمن میں حاشیے پر ہے ۔

۳ ، الف : ''عدو کیا ہے کہ آئینے کو'' پڑھا جائے ۔ ۴ ، الف : دے کے کہ دینا (لندن) دے کہ دیتا ہے (کلکتہ) ۔ ٦ ، الف : کیو نہ (لندن و کلکتہ) ؛ خوش آئے قائم (عماد) ۔

۴۰۰۔ لندن ، انجمن و کلکتہ : ۵ شعر ۔ رضا میں یہ غزل بھی نہیں ہے اور انجمن میں حاشیے پر ہے ۔

۴۰۱۔ لندن و رضا : ۵ شعر ؛ عماد : پہلے دو شعر ۔ انجمن اور کلکتہ میں یہ غزل نہیں ہے اور لندن کے حاشیے پر بعد میں بڑھائی گئی ہے ۔

۱ ، ب : لیک اسے (لندن) ۔

۴ : لگ چلے کرتے ہیں کس طرح بتاں سے محرم
میں تو اس ڈول سے واقف نہ یہ ڈھب آتا ہے (رضا)

۵۔ قائم اتنا تجھے مدھوش کرے مستیِ عشق
ہم کو تو ہوش سے تیرے یہ عجب آتا ہے (رضا)

۴۰۲۔ لندن : ۵ شعر ۔ یہ غزل لندن کے حاشیے پر بڑھائی گئی ہے اور کسی اور نسخے میں نہیں ہے ۔

۵ ، الف : ''طور'' کو ''تور'' لکھا ہے نسخے میں ،

۴۰۳۔ لندن : ۸ شعر ۔ یہ غزل بھی لندن میں دو مختلف حواشی پر مکرر درج ہے ۔ یہ بھی بعد کا اضافہ ہے اور کسی دوسرے نسخے میں نہیں ملی ۔ کاتب چونکہ بدخط اور کم سواد ہے اس لیے ہر دو مندرجات کی مدد سے متن تیار کیا گیا ہے ۔

۲ ، الف ۔ قائم کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے :

قال رسول اللہ؟ ''سلونی'' - فہابوا ان یسألوہ' -[1] (ارشاد فرمایا رسول اللہ صلعم نے ''مجھ سے سوال کرو'' - لیکن کسی نے سوال نہ کیا) -

۴۰۴- کلکتہ : ٦ شعر - یہ غزل کسی اور نسخے میں نہیں ملی -

۴۰۵- یہ شعر گلزار اور ذکا میں بھی ہے -

۴۰٦- چھ شعر کی یہ غزل بھی حسرت کے علاوہ اور کہیں نہیں ملی -

۱- ملاحظہ ہو : مسلم ، باب الایمان ۷ - باب الفضائل ۱۳٦ ، ۱۳۷ ؛ البخاری ، باب المواقیت ۱۱ - باب العلم ۲۸ ، ۲۹ - باب الاعتصام ۳ ؛ حنبل ۱ ، ۸ -

ماخوذ از :

A. J. Wensinck & J. P. Mensing: Concordance et Indices : de la Tradition Musulmane, Vol. II,

Leiden 1943. p. 382.

فرہنگ[1]

الف

آب خضر[4] : آب حیات ۔

اُپڑنا : اکھڑنا ۔ ابھرنا ۔

اُتو : اصطلاح میں ان نقوش کو کہتے ھیں جو کپڑے پر خوب صورتی کے لیے بنائے جاتے ھیں ۔

۱۔ یہ فرہنگ ایسے الفاظ پر مشتمل ھے جو طالب علم کے نقطۂ نظر سے مشکل ہو سکتے ھیں ، یا جنھیں شاعر نے خاص معنوں میں استعمال کیا ھے ۔ وہ الفاظ جن کا استعمال اردو میں کم ھے یا جو اب متروک ھیں ان کے بھی مروجہ متبادل لفظ درج کر دیے گئے ھیں ۔ بیش تر الفاظ ایسے ھیں جن کے ایک سے زیادہ معنی ہو سکتے ھیں ۔ ایسی صورت میں ، طوالت سے بچنے کے لیے صرف وھی مفہوم لیا گیا ھے جو سیاق و سباق سے مطابقت رکھتا ہو ۔ بعض الفاظ ایسے بھی ھیں جو کسی لغات میں نہیں ملے ، یا لغات میں جو معنی دیے گئے ھیں ان سے شاعر کا مفہوم ادا نہیں ہوتا ۔ ایسے موقعوں پر درایت سے راھنمائی لی گئی ھے ۔ اصولاً ہر لفظ کا ماخذ بھی درج ہونا چاہیے تھا لیکن یہ مزید تطویل کا باعث ہوتا اس لیے اس سے گریز کیا گیا ۔ اس فہرست کے خاص مآخذ یہ ھیں :—

۱۔ نوراللغات ، مؤلفہ مولوی نورالحسن ، نیّر کاکوروی (چار جلدیں) چاپ کراچی ، ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۰ء (؟)

2. D. Forbes : A Dictionary, Hindustani & English (2nd. Edition) London, 1857 ;

3. J. T. Platts : A Dictionary of Urdu, Classical Hindi & English (O. U.P. Reprint) London, 1960 ;

4. F. Steingass : Persian—English Dictionary (4th. Impression) London, 1957.

نیز—فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں (آٹھ جلدیں) ؛ فرہنگ نفیسی (پانچ جلدیں) ؛ برہان قاطع (چاپ تہران ، چار جلدیں) ؛ فرہنگ آنند راج (چاپ تہران ، سات جلدیں) ؛ اور غیاث اللغات (چاپ تہران ، معہ ضمیمہ چراغ ہدایت ، تین جلدیں) سے بھی استفادہ کیا گیا ھے ۔

اثالا : خانہ‌داری کی مختلف چیزیں ، کاٹھ کباڑ ۔

آدینہ : جمعہ کا دن ۔

ارث : میراث ۔ ترکہ ۔

ادر کاساً وناولہا ۔ الخ : ملاحظہ ہو ’’ الا یا ایہا الساقی‘‘۔

ارزش : قیمت ۔ حیثیت ۔

اشک کباب : سیخ کو آنچ لگنے سے جو پانی کے قطرے گرتے ہیں ان سے مراد ہے ۔

افشردن : چبھونا ۔

آلا : کچا ۔ وہ زخم جو ابھی ہرا ہو ۔

التیام : آپس میں ملنا ۔ زخم کا بھر جانا ۔

الوپ انجن : وہ کاجل جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے لگا لینے والے کو دوسرے لوگ تو نظر آتے ہیں مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا ۔

امارد : جمع مرد کی ۔ مراد لڑکی سے ہے ۔

امالے (امالہ) : مائل کرنا ۔ جھکانا قواعد کی اصطلاح بھی ہے ۔

انچھر : حرف ۔ جادو کے بول ۔

اندھیارا = اندھیرا ۔

انمل (ان مل) : علیحدہ ۔ جدا ۔

انیدی = انیندی : جن آنکھوں میں ابھی نیند کا خمار باقی ہو ۔

اولتی : سائبان کا وہ کنارا جہاں سے مینہ کا پانی نیچے گرتا ہے ۔

اولی الالباب : صاحب عقل ۔ مراد خدا سے ہے ۔

آونا : آنا ۔

اُونا : ایک قسم کی پتلی اور چھوٹی تلوار ۔

آویزہ : کان میں پہننے کا موتی ۔

ایاغ : جام ۔ ساغر ۔ شراب پینے کا پیالہ ۔

ایمن : نڈر ۔ بے خوف ۔ مبارک‌تر ۔

وادیِ ایمن : وہ وادی جہاں حضرت موسیٰؑ کو ایک درخت پر تجلیِ ربانی نظر آئی ۔

ب

باتی = بتّی (چراغ کی) ۔

باددستی : اسراف ۔ فضول خرچی ۔

بادیہ پیمائی : جنگل‘ بیابان یا صحرا میں مارا مارا پھرنا ۔

بالش : تکیہ ۔

بالیدہ ہونا : بڑھنا ۔ قائم نے ’پھولنا ‘ بمعنی اکڑنا کے معنی لیے ہیں ۔

بانچھوں (بانچنا مصدر) : پڑھوں ۔

بحل کرنا : معاف کرنا ۔ (خون وغیرہ کا) ۔

بخت واژگون : اوندھی قسمت ۔ بخت بد ۔

بد رگ : بد سرشت ۔ بد طینت ۔

بر : (۱) بدن ۔ (۲) اوپر ۔

بسر جانا : بھول جانا ۔ فراموش کرنا ۔

بسر لے جانا : غالب آنا ۔ بازی لے جانا ۔

بل بے (کلمۂ استعجاب و تحسین) : خوب ! شاباش !

بندھوا : اسیر ۔ قیدی

بنگ = بھنگ ۔

بنگی = بھنگی ۔ بھنگ پینے والا ۔

بوزا (بوزہ) : ایک قسم کی ھلکی شراب جو گیہوں ، چاول یا جَو سے تیار ھوتی ھے ۔ بیئر ۔

بو کرنا (فارسی 'بو کردن') : سونگھنا ۔

بِہ : بہتر ۔

بھاگ لگنا : مغرور ھونا ۔ دن پھرنا ۔

بہ باد : برباد ۔

بیراگ : گوشہ نشینی ۔ سودا ۔

بیع سلم : کسی چیز کی قیمت پیشگی دے دینا ۔

پ

پاتی : (۱) پتا۔ (۲) پتہ۔ (۳) خط ۔

پارہ دوزی : پیوند لگانا ۔ پھٹے ھوئے کو سینا ۔

پانی بھرنا : غلامی کرنا ۔ عاجز آنا ۔

پتال و اکاس باندھنا (پتال یا پاتال : زیر زمین طبقہ ؛ اکاس یا آکاش : آسمان) زمین و آسمان چھاننا (؟) ادھر ادھر کی باتوں میں اڑانا (؟)[1]

پچنا یا پچ جانا : پکنا ۔ تکلیف اٹھانا ۔ کسی کا مال لے کر واپس نہ کرنا ۔

پچھنے لگانا : نشتر لگانا ۔ گودنا ۔ (مجازاً) طعن و تشنیع کرنا ۔

پراچہ : قائم نے اس کے معنی پارچہ فروش یا بزاز کے لیے ھیں ۔

پُرکدر : کدورت سے پُر۔ دھندلا۔ گدلا ۔ ناصاف ۔

پسارنا (ھاتھ یا پیر کا) : پھیلانا ۔ کھولنا ۔

۱۔ وہ الفاظ جن کے معنی لغات میں نہیں ملے ان کی شناخت کے لیے بیش‌تر موقعوں پر سوالیہ علامت (؟) لگا دی گئی ھے ۔

پگنا : قوام کیا جانا ۔ قوام میں
لپیٹا جانا ۔
پلچنا : لپٹنا ۔ چمٹنا ۔
پورنا (جالا وغیرہ) : جالا بننا ۔
جالا تاننا ۔
پھیٹا یا پھینٹا : چھوٹی پگڑی ۔
پیر جانا : خنجر یا تلوار وغیرہ کا
آر پار ہوجانا ۔ نگاہ کے
لیے بھی استعمال کرتے
ہیں ۔

ت

تب خالہ : چھوٹے چھوٹے آبلے
جو بخار کی گرمی سے
ہونٹوں کے آس پاس
نکل آتے ہیں ۔
تجنا : چھوڑنا ۔ ہاتھ سے گنوا دینا ۔
تد : تب ۔
تر آنا (تر آمدن) : شرمندہ ہونا ۔
خجل ہونا ۔
تراولدہ (تراویدن مصدر): ٹپکتا ہوا
مترشح ۔
تردامنی : گنہگاری ۔ معصیت ۔
ترکتاز : حملہ ۔ تاخت و تاراج ۔
تریاک : تریاق ۔ اکسیر ۔
تڑپھن : تڑپن ۔
تزویر : مکر ۔ فریب ۔
تشتّت : پریشانی ۔ پراگندگی ۔
تفنگ : بندوق ۔
خزانۂ تفنگ : میگزین ۔ بندوق کی
کوٹھی جس میں
بارود بھری جاتی
ہے ۔
پیالۂ تفنگ : رنجک ۔ جہاں سے
بارود کو آگ
دکھائی جاتی ہے ۔
تمتع : فائدہ ۔ فیض ۔
تمہن : تمہاری ۔ (تمہارا) ۔
توامان : (توام کی جمع) جفت ۔
جڑواں ۔
تھونی : تھم ۔ لکڑی کا کھم جو
چھت سنبھالنے کو لگایا
جاتا ہے ۔
تیغ کا بہنا : تلوار چلنا (؟)
خون‌خرابہ ہونا (؟)

ٹ

ٹانڈا لادنا : ساز و سامان سمیٹنا ۔
سفر (آخرت) اختیار
کرنا ۔

ج

جد = جب ۔
جرم (جمع اجرام) : جسم ۔ بدن ۔
اس لفظ کا اطلاق ارضیات
و فلکیات دونوں پرہوتا ہے ۔
جزکش : اجزا سمیٹنے والا (؟)
جس : تاثیر ۔ برکت ۔
جتوالہ : گھومنے والا ۔ وہ لمبی
لکڑی جس کے دونوں

سروں پر آگ لگا کر
نہایت تیزی سے اپنے گرد
گھماتے ہیں ۔ لکڑی کے
اس شعلے کو شعلۂ جوّالہ
کہتے ہیں ۔

جھکجھوری : چھینا جھپٹی ۔ ایک
ادائے دلربائی سے
جھلک دکھانے اور
پھر چھپ جانے کی
کیفیت (؟)

جم (چھاتی کا) : بار خاطر ۔ سوہان
روح ۔ وہ ناگوار
طبع آدمی جو پاس
سے نہ ٹلے ۔

جھاڑ باندھنا : تار باندھنا ۔ مسلسل
کچھ نا خوش گوار
باتیں کہے جانا ۔

جھمکڑے سے : شان سے ۔ انداز سے ۔

جھمکنا : چمکنا ۔ جھلکنا ۔

جھمکے : جلوے ۔ جھلکیاں ۔

جھینکنا : گریہ و زاری کرنا ۔
شکوہ کرنا ۔

جوھر کرنا : ستی ھونا ۔ اپنے آپ کو
جلا کر ھلاک کرنا ۔

چ

چت : ملاحظہ ھوں 'چتون' ۔

چتر : راجاؤں کے سر پر سایہ
کرنے والی چھتری ۔

چتون : نظر ۔ نگاہ ۔ انداز ۔

چڑپڑا : چٹ پٹا ۔

چشمک : چشم کی تصغیر ۔ مراد
پلک جھپکنے میں ۔

چکائی دینا : دھوکا دینا ۔ نظر بچانا ۔

چل بچل ھونا : بات بگڑ جانا ۔
ابتری ھونا ۔

چھب : آرائش ۔ ناز و انداز ۔
خوب صورتی ۔ تناسب اعضا ۔

چھٹ : سوائے ۔ بہ جز ۔

چھرہ ھونا : مقابل ھونا ۔ رو بہ رو
ھونا (؟)

چھڑیاں (پھولوں کی) : ایک قسم
کی سیدھی شاخ جس میں
گل فروش پھول اور پتے لپیٹتے
ھیں ۔

چھک جانا : سیری ھو جانا ۔

چھلا (چھلنا مصدر) : فریب دیا ۔
جل دیا ۔

چھمیّا : اس سے مراد 'چھلیا'
(چھل دینے والا ۔ فریبی)
بھی ھو سکتی ہے اور چھلا
کرنے والا بھی (یعنی
کسی چیز کو لے کر غائب
کر دینے والا ۔ مثلاً ابھی
تو فلاں چیز یہاں رکھی
تھی ، پتا نہیں کہاں چھلا
ھو گئی) (؟)

چھنالا (چھنال سے) : شوخی ۔
بے باکی ۔

چواؤ : ذکر ۔ بہتان ۔ افترا ۔

چونا یا چوپڑنا : رسنا ۔ ٹپکنا ۔
چیٹک : دھن ۔ شوق ۔
چین : زنجیر ۔ بخیے کی سیون ۔

ح

حدوث اور قدم : حدوث کے لغوی معنی ہیں نیا پیدا ہونا ، عدم سے وجود میں آنا ، یعنی کائنات؛ اور قدم اس کا نقیض ہے ۔ یعنی قدامت ، ہمیشگی ، جو خدائے تعالیٰ کی صفت ہے ۔
حلوائے مقراضی : ایک قسم کا حلوا جس میں بہت باریک میوے کتر کر ڈالتے ہیں (اس میں رعایت لفظی ہے) ۔
حالۃالحطب : ملاحظہ ہوں متعلقہ حواشی ۔

خ

خاتم سلیمان یا نگین سلیمان : حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی جس پر اسم اعظم لکھا ہوا تھا اور اس کے سبب سے تمام مخلوقات آپ کی مطیع تھی ۔
خانہ برانداز : گھربار اجاڑنے والا (کنایۃً) محبوب ۔
خذف یا خزف : ٹھیکری ۔
خذ ما صفاودع ما کدر : پکڑ وہ شے جو کدورت سے پاک ہو اور چھوڑ دے اس چیز کو جو مکدر ہو ؛ مراد یہ کہ معقول بات اختیار کرو اور بری بات ترک کر دو ۔
خساست : بخل ۔ کنجوسی ۔
خطِ ہند : مراد دیو ناگری رسم الخط سے ہے جس میں ہر لفظ کے اوپر خط کھینچا جاتا ہے (؟)
خفّاش : چمگادڑ ۔
خلخال : پازیب کی جھنکار ۔
خمّار : مے فروش ۔ شراب بیچنے والا ۔
خولناب؛ خوناب اور خونابہ : پانی ملا ہوا خون ۔ خون کے آنسو ۔ قائم نے سوزش بھی مراد لی ہے ۔

د

دار بستِ تاک : انگور کی بیل چلانے کی ٹٹی ۔
داس : درانتی ۔
داوری گاہ : انصاف کی جگہ ۔ عدالت ۔
دخترِ رز : شراب ۔
درا : دروازہ ۔
درخورد یا درخور : سزاوار ۔ لائق ۔
دُرد : شراب کی تلچھٹ ۔
درنگ : دیر ۔ تاخیر ۔
دِرو (وقت درو) : فصل کاٹنا ۔ کھیتی کاٹنا ۔
دریوزہ گر : سائل ۔ طالب ۔
دساور : پردیس ۔

دست دینا (فارسی ، دست دادن) : ملنا ۔ حاصل ہونا ۔
دم کھانا : دھوکا کھانا ۔ فریب میں آنا ۔
دن بھرنا : (زندگی کے) دن پورے کرنا ۔
دوان پن = دیوانہ پن ۔
دوت ڈالنا : لگائی بجھائی کرنا ۔ (فساد) ڈالنا ؟
دوش دینا : الزام لگانا ۔
دولاب : رہٹ کی چرخی ۔
دون ہمت : کم ہمت ۔ بزدل ۔
دہا : عشرہ ۔ محرم کی دسویں تاریخ ۔
دھتے دینا : دھوکا دینا ۔ فریب دینا ۔

ڈ

ڈانک : سنہرا یا روپہلا ورق جو نگینے کے نیچے چمک بڑھانے کے لیے رکھ دیتے ہیں ۔
ڈول ڈالنا : بنیاد قائم کرنا ۔ ابتدا کرنا ۔
ڈھب : سلیقہ ۔ طریقہ ۔ اسلوب ۔ پسند ۔
ڈھبانا : دم میں لانا ۔ قابو کرنا ۔
ڈھب پر چڑھنا : قابو میں آنا ۔
ڈھپنے کو = ڈھکنے کو ۔
ڈھلنا : مائل ہونا ۔ راغب ہونا ۔

ر

راڑ : فساد ۔ جھگڑا ۔
رام کرنا : مطیع کرنا ۔
راہ پینڈے : راہ اور پینڈا دونوں ہم معنیٰ لفظ ہیں ۔ مراد راستہ چلتے ۔ سرِ راہے (؟)
ربع مسکون : دنیا کا چوتھائی حصہ جو آباد ہے ، یعنی زمین (باقی تین چوتھائی حصہ پانی ہے) ۔
رخام : پتھر ۔ سنگ مرمر ۔
رساین : کیمیا ۔
رغم : مخالفت ۔ ناگواری ۔ کراہیت ۔
رلنا : ملنا ۔
رم کرنا : گریز کرنا ۔ نفرت کرنا ۔
رمانا : پرچانا ۔ مائل کرنا ۔
رمنا : بس جانا ۔ سمانا ۔
رنجہ : آزردہ ۔
رواق : بالکونی ۔ گیلری ۔ خیمے سے مشابہ مکان جو ایک ستون پر قائم ہو ۔
رودن = روندن (روندنا مصدر) ۔
روز باز پرس : قیامت کا دن ۔ یوم الحساب ۔
ریجھ : پسند ۔
ریجھنا : فریفتہ ہونا ۔ مائل ہونا ۔
ریو و رنگ : مکر و فریب ۔

ز

زجاج : شیشہ ۔ آبگینہ ۔
زرق : جھوٹ ۔

زنگی : زنج بار (زنگ) کا رهنے والا حبشی ۔
زهره آب هونا : حوصله پست هونا۔
زی = زے : زندگی ۔

س

ساز : سازکار ۔ موافق ۔
ساغر مُل : شراب کا پیاله ۔
سالنا : لکڑی میں چھید کرنا (کنایةً) تکلیف دینا۔
سالوسی : فریب کرنا ۔
سبزی : (کنایةً) بھنگ ۔
ستی ، ستے = سے ۔
سجن = محبوب ۔
سچکنا : حیران هونا ۔ اچنبھا کرنا۔
سرچنگ : دهول ۔ چپت ۔
سرگیں : گوبر ۔ لید ۔
سروات : دوران سر ۔ درد سر ۔ (کنایةً) پریشانی ؟
سروهی : ایک قسم کی دو دهاری تلوار ۔
سلسبیل : جنت کی ایک نهر ۔
سلونی : سوال کرو ۔ نیز ملاحظه هوں متعلقه حواشی ۔
سمکھات : ناز و انداز ۔ اپنائیت ۔ شوخی (؟)
سنٹاٹھے = سنٹاٹے : تیزی ۔
سنمکھ : رو به رو ۔ مقابل ۔
سو بسے یا سو بسوے : یقیناً ۔ سو فی صد ۔
سودۂ الماس : الماس کا براده ۔

سوق : بازاری ۔ پست ذهنیت ۔
سهج : آسان ۔
سهرنا : ستھرانا ۔ صاف کرنا (؟)
سهیم : شریک ۔ حصه دار ۔
سیلی : لغات میں اس کے معنی هاتھ کی ضرب یا طمانچه درج هیں لیکن میں نے اس لفظ کا استعمال نرمی، لاڈ اور ناجائز طرف داری کے معنوں میں بھی سنا هے اور قائم نے بھی غالباً یهی مفهوم لیا هے ۔

ش

شاب : جوان ۔
شامے (شامّه سے جمع بنائی هے) : سونگھنے کی قوت ۔
شب رنگ : سیاهی ۔ دھندلاهٹ ۔
شرنگ : حنظل ۔ اندرائن کا پھل ۔
شکرخا : شیریں سخن ۔
شلتاق : جنگ جوئی ۔ زیادتی : شوخی و شلتاق یعنی شوخی و شنگی ۔
شناعت : بدی ۔ برائی ۔
شناور : تیراک ۔
شیب و شباب : بڑھاپا اور جوانی ۔

ص

صداع : درد سر ۔
صد برگ : گیندے کا پھول ۔
صفیر : آواز ۔

صولت : ہیبت ۔ دبدبہ ۔ رعب ۔
صومعہ : گرجا گھر ۔ عبادت گاہ ۔ مسجد کو بھی کہتے ہیں ۔

ط

طارم : بالا خانہ ۔
طائر بو : رنگ اور بوکو طائر سے استعارہ کرتے ہیں ۔
طپش دل : دل کی دھڑکن ۔
طپیدن یا تپیدن : تپنا ۔ تڑپنا ۔ بے قرار ہونا ۔
طراز : نقش و نگار ۔ نشان ۔
طوبیٰ : بہشت کے ایک درخت کا نام ۔
طوف : طواف ۔
طول امل : امید کی طوالت ۔ (کنایۃً) دنیا کی حرص ۔

ع

عقوبت : عذاب ۔ دکھ ۔ تکلیف ۔
علی الاتصال : مسلسل ۔ لگاتار ۔
عمان : اس نام کے دو شہر ہیں ؛ ایک اردن کا دار الخلافہ اور دوسرا یمن میں ہے ۔ جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی ساحل کا بھی یہی نام ہے ۔
عنبر سارا : عنبر جس میں کوئی ملاوٹ نہ ہو ۔ خالص عنبر ۔
عند قلب منکسر : منکسر قلب کے نزدیک ۔

غ

غبغب : طوق گلو یعنی ٹھوڑی کے نیچے لٹکا ہوا گوشت جو شعراء کے نزدیک حسن میں داخل ہے ۔
غربال کرنا : چھلنی کرنا ۔
غلو کرنا : شور و غل کرنا ۔
غولہ دنگی : احمقانہ حرکتیں (غولہ : احمق ، بے وقوف ؛ دنگی = دنگئی : فسادی ، شریر) ۔

ف

فتادوہ : افتادگان ۔ بدحال ۔ عاجز ۔ پریشان ۔
فراغ : فراغت ۔ آسودگی ۔
فرسنگ یا فرسخ (معرب فرسخ) : ایران میں دونوں طرح بولا جاتا ہے ۔ مسافت کا ایک پیمانہ جو ایران میں چھ کلومیٹر (تین میل سے زیادہ) کے برابر ہے ۔
فسان : سان ، جس پر تلوار وغیرہ تیز کرتے ہیں ۔
فلس : پیسے ۔ مچھلی کا کھپڑا ۔

فلک دوں (دوں بمعنی کمینہ - ذلیل - حقیر) : آسمان کو کبھی کبھی ہمارے شاعر ان صفات سے متصف کرتے ہیں -

ق

قاقم : سمور -
قدم : ملاحظہ ہو حدوث اور قدم -
قرط : پانی کا ایک گھونٹ -
قشون : لشکر - فوج -
قفا : پیچھے - پشت - کمر -
قفص = قفس -
قلاب کرنا : حلقہ کرنا - کانٹا ڈالنا (مچھلی پکڑنے کا) -
قوت : غذا -

ک

کاڑھنا : نکالنا -
کاسۂ واژوں : اوندھا پیالہ - خالی پیالہ -
کافر بے پیر (کافر ، کنایۃً : شوخ ، فتنہ : بے پیر : ظالم ، سنگ دل ، بے رحم) : مراد سنگ دل محبوب سے ہے -
کاووکن (کاویدن اور کندن سے) : کھوج - تلاش - جستجو -
کاھیدہ : لاغر - دبلا -
کد : اصرار - ضد - کوشش -
کڈھب : بے ڈھب - بے موقع -
کڈھنگ : بے ڈھنگا -
کلۂ میشی : بھیڑ کے بچے کے دباغت کیے ہوئے ملائم چمڑے کی ٹوپی -
کندن : خالص سونا - (مجازاً) چمکیلا - صاف -
کنشت : پارسیوں کا آتش کدہ -
کو : کہاں -
کوچنی : چبھن - خلش -
کھاگ : گینڈے کا سینگ جو پیشانی پر ہوتا ہے -
کھب جانا : بس جانا - پیوست ہو جانا -
کھربا : ایک زرد رنگ کا مہرہ جسے رگڑنے کے بعد گھاس کے قریب کریں تو پتیاں اس کی طرف کھنچ آتی ہیں - جیسے مقناطیس سے لوہا -
کھگ : ایک قسم کی ہندوانہ اونچی پگڑی -
کھیوا پار ہونا : کنارے لگ جانا - مصیبت دور ہو جانا -

گ

گبر : آتش پرست -
گتکا : پٹا کھیلنے کی لکڑی - بھنگ گھوٹنے کا سونٹا -
گڑیاں = گڑی ہیں - دفن ہیں -
گگن : آسمان -

گل جھڑیاں (دل کی) : کبیدگی ۔ شکر رنجی۔ ملال جو دوستوں میں ہو جائے ۔

گل خن : آتش دان (مجازاً) کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ ۔

گل گون خوش تگ : خوش خرام گھوڑا ۔

گنبد مینائی یا چرخ مینائی : (کنایۃً) آسمان ۔

گنہ گارے : جرمانے ۔ تاوان ۔

گوشوارا : آویزہ ۔ کان میں پہننے کا بالا ۔

گوں یا گون : طور۔ لائق ۔ سزاوار۔

گونۂ گلنار : گلنار کے پھول کا گل گونہ ۔ سرخ ابٹن ۔

گھور : میل ۔ غلاظت ۔

گھونا یا گھنا : مکرا ۔ کینہ پرور ۔

ل

لاگا ، لاگی = لگا ، لگی ۔

لائے مے : شراب کی تلچھٹ ۔

لپ جھپ : فریب ۔ مکاری ۔ پھرتی ۔ تیزی ۔

لپکا : چسکا ۔ مزہ ۔ عادت ۔

لتے لینا : (کسی کے) : (کنایۃً) آڑے ہاتھوں لینا ۔ لتاڑنا ۔

لڑیاں = لڑیں ۔ ملیں (نگاھوں سے نگاھیں) ۔

لکد : لات ۔ ٹھوکر ۔

لگ چلنا : اختلاط کرنا ۔

لگ لگ : لک لک (معرب لق لق) : سارس ۔

لگوں ھیں = لگونہا ، لگونہاں ، لگوھا : دل پسند ۔ خوب صورت ۔

لوزینہ : حلوا جس میں بادام اور پستے وغیرہ پڑے ہوں ۔

لوک (لوکنا مصدر) : چمک ۔ بجلی کا کوندا ۔

لوک ھنسائی کروانا : جگ ھنسائی کروانا ۔ مذاق آڑوانا ۔

لولی دنیا : دنیا کو ایک فاحشہ عورت سے تشبیہ دیتے ھیں ۔

لیس فی‌الدار غیرہ دیار : اس گھر میں سوائے اس کے (یعنی محبوب کے) کوئی اور مقیم نہیں ھے ۔

م

مائی = مٹی ۔

مار (روگ) : کسی چیز کی زیادتی سے مراد ھے ۔ مثلاً آپ نے تو مار دولت بخش دی ھے (؟)

مانا : مانند ۔ مثل ۔

ماوائے ذقن : ٹھوڑی کی جائے پناہ

مبادی : (مبداء کی جمع) : ابتدائی باتیں ۔

مباح : حلال ۔ جائز ۔

مپت (ماپنا ، سے) : ناپ - پیمائش -
متہم کرنا : الزام لگانا -
مبہلہ : قضیہ - مسئلہ -
مخطور : وہ چیز جس میں خوف و اندیشہ ہو - فکر ، اندیشہ -
مرہم زنگار : ایک خاص قسم کا مرہم -
مساعد : مددگار - موافق -
مسبب : 'سبب بنانے والا' جو اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے -
مشبک : جالی - وہ چیز جس میں بہت سے سوراخ ہوں -
مشتری : خریدار - گاہک - برجیس ستارے کو بھی کہتے ہیں -
مصادم : صدمہ کی جمع -
مطبوع : مرغوب - پسندیدہ -
مغ : شراب بنانے والا -
مغتنم : غنیمت -
مغیلاں : ببول کا درخت جس میں بہت کانٹے ہوتے ہیں -
مقبل : اقبال مند - مقابل - سامنے ہونے والا -
مگدز بھاننا : مگدر گھمانا (کنایۃً) کوئی مشکل کام کرنا (؟)
ممکن و واجب : (۱) ممکن' حکماء کی اصطلاح میں وہ شئے ہے جو معرض زوال و فساد ہو ، مراد انسان و مخلوق ہے -
(۲) واجب ، حکماء کی اصطلاح میں وہ ہے جو اپنے بقائے وجود میں دوسرے کا محتاج نہ ہو ، یعنی خدائے تعالیٰ -
منتقش : نقش کیا ہوا - کندہ -
مندمج : شامل - داخل - ٹھنا ہوا -
منڈ : سر - کھوپڑی (منڈچرا یا منڈ چڑھا ، ایک قسم کے ضدی فقیروں کو بھی کہتے ہیں) -
منش : عادت - خو - مزاج - طبع -
منفذ : گزرگاہ (مجازاً) سوراخ -
منقاد : مطیع - فرماں بردار - تابع -
مواهیر : یہ لفظ بھی کسی لغات میں نہیں ملا لیکن سیاق و سباق سے اندازہ ہوتا ہے کہ قائم نے 'مہر' کی جمع بنائی ہے اور مہر ثبت کرنے سے مراد ہے -
مولدنا : بند کرنا - ڈھانپنا -
مہر گسل : بے مہر - ظالم -
مئے منصور : شراب عشق حقیقی سے مراد ہے -

ن

نال : سوت کی مانند ریشہ جو قلم کے اندر ہوتا ہے -
نالہ نیوش : نالہ سننے والا -
ناودان : پرنالہ -

نپٹ : سراسر ۔ تمام ۔ محض ۔
پوری طرح سے ۔

نحو حرف : گفتگو کا انداز ۔

ندان = نادان ۔

نردبان : زینہ ۔ لکڑی کی سیڑھی ۔

نرگس شہلا : نرگس کا وہ پھول
جس میں زردی کی
بجائے سیاہی ہو اور
انسانی آنکھ سے
مشابہ ہو ۔

نس : رات ۔

نشردہ (نہ شمردہ) : لا تعداد ۔
بے شمار ۔

نگ : عدد ۔ سامان کی قسم کی
چیزیں ۔

نگین سلیمان : ملاحظہ ہو ، خاتم
سلیمان ۔

نلوہ نکل جانا : صاف نکل جانا ۔
کورا بچ جانا ۔

نمط : طور ۔ روش ۔ دستور ۔ طریقہ ۔

نہہ : ناخن ۔

نہ فہمیدہ مآل : انجام سے بے خبر ۔

نے : (۱) حقے کی نلکی ۔ (۲) بانس
کی نلکی جس سے بانسری
بناتے ہیں ۔

نین گھلانا : آنکھیں لڑنا (نیز
ملاحظہ ہوں متعلقہ
حواشی) ۔

و

واجب : ملاحظہ ہو ممکن و واجب ۔

واشد (واشدن مصدر) : شیفتگی ۔
سکون ۔

وام : قرض ۔ ادھار ۔

ور رہنا : غالب رہنا ۔ فائق رہنا ۔

ورلینا : قابو کرنا ۔ قبضہ کرنا ۔

ورع : گناہ سے پرہیز ۔

وقنا ربنا عذاب النار : اور اے
ہمارے رب ! ہمیں دوزخ کی
گرمی سے بچا ۔ گرمی یا کسی
جذبے کی شدت کا اظہار
مقصود ہے ۔

ہ

ہامون : جنگل ۔ بیابان ۔

ہر : ابہام ہے اس میں ۔ مراد
(۱) ہر ایک ، اور (۲) ہری
جو مہادیو یا وشنو کا ایک
نام ہے ۔

ہرزہ : بے ہودہ ۔ فتنہ ۔ مراد
روایتی محبوب سے ہے ۔

ہمن = ہمارا یا ہماری ۔

ہوائی : ایک آتش بازی جو آگ
دکھانے پر فضا میں اڑ
جاتی ہے ۔

ہیز (معرب حیز) : مخنث ۔ ہیجڑا ۔

ی

یشم (عربی ، یشب) : ایک سبزی مائل قیمتی پتھر -

یُمن : برکت - اقبال مندی -

یمنی : مراد ہے لعل و عقیق جیسے جواہرات سے ، جن کے لیے یمن مشہور رہا ہے -

صحت نامۂ اغلاط (جلد اول)

قارئین سے التماس ھے کہ مطالعہ کرنے سے پہلے ان اغلاط کی تصحیح فرما لیں

صفحہ	(مقدمہ)	سطر	غلط	صحیح
۲۲		۳	ارر	اور
۲۴		۷	آتار'	آتارا

صفحہ	شعر		مصرع	غلط	صحیح
۳	۱	:	۲	ونا	رونا
۱۵	حاشیہ منسوخ -				
۲۵	۱۰	:	۱	نسخیر	تسخیر
۳۳	۳	:	۱	طَرّے	طُرّے
۳۶	۶	:	۲	میں	تیں
۳۸	۲	:	۲	نکلا ؟	نکلا
۵۷	۹	:	۲	یہ یہ	پہ یہ
۶۵	۲	:	۱	کانوں کے	کانوں کی
۶۷	۳	:	۲	آ جائے	آ جاھے
۷۰	۱۱	:	۲	کہیں	کوئی
۷۴	۸	:	۲	لگ لگ پر	لک لک پر

صفحه	شعر	مصرع	غلط	صحیح
۷۵	۳ :	۲	اپنی همیشه خاک مستک	اپنے همیشه خاک مستک
۷۶	۱۰ :	۱	زندان	زنداں
۸۷	۲ :	۱	تغیرِ حال	تغئیرِ حال
۸۸	حاشیه		دوزخ هی	دوزخ سے
۸۹	۱۱ :	۲	خشت میں	خشت میں آتش
۹۰	۵ :	۲	غریب اور تو	غریب تو
۹۲	حاشیه		المنجمد	المنجد
۹۷	۱ :	۱	بے تائی پروانه	بے تابیِ پروانه
۱۰۱	حاشیه		جا سکتے	جا سکے
۱۰۷	۹ :	۲	آستخوان	آستخواں
۱۰۸	۶ :	۲	سب زنگ	شب رنگ
۱۱۶	۵ :	۲	ادلے	اولے
۱۱۸	۱۰ :	۲	کوٗ	کوئی
۱۲۶	حاشیه ۲ :	۱	ولیے	پہ لے
۱۲۹	۴ :	۲	اخبلاج	اختلاج
۱۳۷	۵ :	۱	دیکھی وه	دیکھی ہے وه
۱۴۱	۲ :	۲	برسی	برسا
۱۴۳	۱۱ :	۲	کریں	کروں
۱۴۸	حاشیه ، پہلی سطر		”کاتب کے“ منسوخ ۔	
۱۴۹	۲ :	۲	تو ــــ تُو	تُو ــــ تو

صفحه	شعر	مصرع	غلط	صحیح
١٥١	١ :	١	لکوں ھیں	لگوں ھیں
١٥١	٩ :	٢	ھو	ھوا
١٥٧	١١ :	١	ملے ــــ به زاھد	کلی ــــ پہ زاھد
١٩١	٢ :	٢	میہان	میہاں
١٩٣	١٠ :	٢	یه سوخته	یه خسته و
٢٠٠	حاشیه ١ :	٢	حسن پرست	حسن دوست
٢٠٣	٦ :	٢	اشرر	شرار
٢١٣	حاشیه ١ :	١	کا حال	کا حسن
٢٢٨	١٠ :	١	حضرت شیح	حضرت شیخ
٢٣٩	٣ :	١	بھر چلے	پھر چلے
٢٤٥	١ :	١	جھڑی بھی	جھڑے تھی
٢٤٥	٩ :	١	بے فائدہ	دل فائدہ
٢٤٧	٨ :	٢	بد خوبیِ صیاد	بد خوئیِ صیاد
٢٤٧	حاشیه		خوبی ابرو کی تھی اس چشم سے ظاھر قائم ساغر اللہ ھر اک مست پہ کب صاد کرے	خوبیِ ابرو ھے آس چشم سے ظاھر قائم شاعر البته ھر اک بیت پہ کب صاد کرے
٢٥٢	٦ :	١	اونچی	اونچے
٢٥٦	٨ :	٢	چکائی	جھکائی
٢٧٠	٣ :	١	کی	که

صفحہ	شعر	مصرع	غلط	صحیح
۳۴۳	آخری شعر رضا سے ماخوذ ہے ۔			
۳۶۱	حاشیہ ، سطر ۷		لغات	لغت
۳۶۲	ساتواں لفظ		افشردن : چبھونا	افشردن : نچوڑنا
۳۶۲	اضافہ۔الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا : اے ساقی جام کو گردش میں لا اور پلا ۔			
۳۶۲	گیارھواں لفظ		لڑکی	لڑکے
۳۶۲	اٹھارواں لفظ۔''مراد خدا سے ہے'' منسوخ ۔			
۳۷۳	ساتواں لفظ		نشردہ	نشمردہ
۳۷۳	پندرھواں لفظ		آنکھیں لڑنا	آنکھیں لڑانا
۳۷۳	چوبیسواں لفظ		ابہام	ایہام

Printed at Zarreen Art Press - Lahore

KULLĪYĀT-e QĀ'IM CHĀNDPURĪ

VOLUME ONE

Edited, Annotated and Introduced

by

IQTIDA HASAN

Professor, Istituto Universitarian Orientale, Naples (Italy); Fellow, Royal Asiatic Society, London

Published by :

THE

BOARD FOR ADVANCEMENT OF LITERATURE

2, Club Road, Lahore

1965